اجتماعِ عام نمبر ۱۹۸۹ء

ماہنامہ

ترجمان القرآن

جاری کردہ :

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

ماہنامہ ترجمان القرآن

اجتماع عام نمبر ۱۹۸۹ء

جاری کردہ:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مُرتّب

نعیم صدیقی ——————— خرم مُراد

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

ماہنامہ

ترجمان القرآن

لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۴۰

جلد ۱۱۳   مئی ۱۹۹۰ء شوال ۱۴۱۰ھ   عدد ۳

قیمت: اجتماع عام نمبر ۱۹۸۹ء

۳۰ روپے

رابطہ و ترسیل زر کے لیے: ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ رحمٰن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فون نمبر: ۳۲۴۴۶۸ - ۶۸۶۳۶   پوسٹ بکس نمبر: ۱۴۴۳

فی پرچہ: ۶ روپے   زر سالانہ: ۶۰ روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا

ضروری وضاحت

موجودہ شمارہ ــــ "اجتماعِ عام نمبر" ــــ عملاً ماہ فروری ۱۹۹۰ء (جلد ۱۱۲، شمارہ ۶)
مارچ (جلد ۱۱۳، شمارہ ۱) کے دو شماروں اور مئی ۱۹۹۰ء کے شمارہ (جلد ۱۱۳، شمارہ ۳) پر مشتمل ہے۔ ماہ اپریل کا
پرچہ (جلد ۱۱۳، شمارہ ۲) پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ "ترجمان القرآن" کی باضابطہ فائل رکھنے والے
حضرات یہ وضاحت نوٹ فرمالیں۔

منیجر :

ماہنامہ "ترجمان القرآن" لاہور

مندرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ
تَسْمَعُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ
شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ
فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا
تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝
وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ
النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝
وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

سورۃ انفال : ۲۰ تا ۲۸

اے ایمان لانے والو! اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سُننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سُنا حالانکہ وُہ نہیں سُنتے۔ یقیناً خُدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور، وُہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ اُن میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وُہ ضرور انہیں سُننے کی توفیق دیتا (لیکن بھلائی کے بغیر) اگر وُہ اُن کو سُنواتا تو وہ بے رُخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے۔

اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی پکار پر لبیک کہو جبکہ رسُولؐ تمہیں اُس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دِل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف اُنہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یاد کرو وُہ وقت جبکہ تم تھوڑے تھے، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا، شاید کہ تم شکر گزار بنو۔ اے ایمان والو! جانتے بُوجھتے اللہ اور اس کے رسُولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور اولاد حقیقت میں سامانِ آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے۔

افتتاحی اجلاس میں تلاوت کردہ آیات ۝ تلاوت : حافظ قاری نور محمد
ترجمہ : حافظ محمد ادریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ وَاُخْرٰى
تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ
فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ○ ع

سُورۃ الصّف : ۱۰ تا ۱۴

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مَیں بتاؤں تم کو وُہ تجارت جو تمہیں عذابِ الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اُس کے رسُولؐ پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنّتوں میں بہترین گھر تمہیں عطا فرمائے گا۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ اور وُہ دُوسری چیز جو تم چاہتے ہو وُہ بھی تمہیں دے گا، اللہ کی طرف سے نصرت اور قریب ہی میں حاصل ہونے والی فتح۔ اے نبیؐ! اہلِ ایمان کو اِس کی بشارت دے دو۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو، جس طرح عیسٰی ابنِ مریمؑ نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: "کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار؟" اور حواریوں نے جواب دیا تھا: "ہم ہیں اللہ کے مددگار۔" اُس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دُوسرے گروہ نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔ ع

جلسہ عام میں تلاوت کردہ آیات ○ تلاوت : قاری عبدالخالق
ترجمہ : حافظ محمد ادریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشارات

قاضی حسین احمد

۲۶ اگست ۱۹۴۱ء کو جماعتِ اسلامی کی بنیاد لاہور شہر کے ایک مکان میں ۷۵ افراد پر مشتمل ایک اجتماع میں رکھی گئی ۔ اس پہلے تاسیسی اجتماع سے لے کر آج تک، ہفتہ وار مقامی اجتماع کارکنان سے لے کر ارکان اور کارکنان کے سالانہ اجتماعِ عام تک، "اجتماع" جماعتِ اسلامی کے طریقِ کار میں توسیعِ دعوت ، تربیتِ کارکنان، منصوبہ بندی اور مشاورت کے اہم ترین وسائل میں سے ہے ۔

ابتداء ہی سے سالانہ اجتماعِ عام (جماعتِ اسلامی کے دستور کے تحت اجتماعِ عام کی اصطلاح کا اطلاق ملک بھر کے ارکان کے اجتماع پر ہوتا ہے) جماعتِ اسلامی کی روایات کا ایک لازمی جُزر ہا ہے۔ جب یہ سالانہ اجتماعِ عام کسی سال منعقد نہ کیا جا سکا تو اگلے اجتماع میں اس کی معذرت کی گئی اور وجوہات بیان کی گئیں ۔ پاکستان بننے کے بعد سویلین مارشل لاء حکام کے جبر کی وجہ سے اطمینان کا وہ دور باقی نہ رہا کہ بڑے پیمانے پر سالانہ اجتماعات کا انعقاد باقاعدگی سے کیا جا سکے ۔

۱۹۶۳ء کے عام اجتماع کے بعد ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۳ء میں صرف اجتماعِ ارکان منعقد کیا جا سکا ۔ اب ۱۹۸۹ء میں اللہ کی توفیق سے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ایک یادگار اور تاریخی اجتماع کی صورت میں ہم نے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے ان لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اکٹھا کیا جو جماعتِ اسلامی کے کام سے کسی درجے میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں ۔

میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ تحریکِ اسلامی کے کام کو سمجھنے کے لئے محض لٹریچر کا پڑھنا کافی

نہیں ہے ، جب تک کوئی فرد جماعتِ اسلامی کے اجتماعات میں شرکت کر کے جماعت کو عملاً کام کرتے ہوئے دیکھ نہ لے۔ وہ سارا لٹریچر پڑھ کر بھی اس پورے کام کو ٹھیک سے نہیں سمجھ پاتا جو جماعت کے پیشِ نظر ہے ۔ اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے اصل ضرورت تنظیمِ جماعت کے قیام کی تھی، اور یہی وہ اصل کارنامہ ہے جو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے ۔ تنظیمِ جماعت کو قائم رکھنے اور اس کی مسلسل وسعت پذیری کے لئے اجتماعات کا انعقاد لازمی ہے ۔ اجتماع کے بغیر کارکنوں کے اندر یہ تصور پیدا کرنا کہ وہ ایک جماعت کا حصہ ہیں اور سمع و طاعت کے ایک نظام میں کسے ہوئے ہیں ممکن نہیں ہے۔ اجتماع کی اثر انگیزی میں شرکاء کی تعداد، انتظامات کی بہتری، پروگرام کے تنوّع اور مقررین کی شخصیتوں کی جاذبیت سے اضافہ ہوتا ہے ۔

۱۹۶۳ء کا اجتماع اس لحاظ سے یادگار ہے کہ اس میں بانیٔ جماعت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ خود موجود تھے ۔ اُن کے ساتھ کارکنان کے قلبی تعلق کی بنا پر اُن کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل شرکاء کے دلوں پر نقش ہے ۔ اجتماع میں حکومت کی طرف سے ہنگامہ آرائی کی کوشش اور ایک کارکن اللہ بخش شہید کی شہادت کی وجہ سے اجتماع کی اثر انگیزی میں اضافہ ہی ہوا ۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مخالفین کی طرف سے ہنگامہ کرنے کے خوف سے اجتماع کے انعقاد کو ملتوی کر دینا فائدے کا نہیں بلکہ نقصان کا موجب ہے ۔ پُرعزم کارکن جب اکٹھے ہوتے ہیں تو ہر حال میں ایک دوسرے سے جذبہ حاصل کرتے ہیں ۔

تعداد کے لحاظ سے حالیہ سالانہ اجتماع ہمارے ملک کی تاریخ میں کسی دینی سیاسی جماعت کا سب سے بڑا اجتماع تھا ۔ اس کے عام پروگراموں میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں نے حصہ لیا اور جلسۂ عام میں محتاط اندازے کے مطابق تقریباً تین لاکھ لوگ شریک ہوئے ۔ جلسۂ عام میں بیس ہزار سے زیادہ خواتین نے شرکت کی ۔

فتنے کے اس دور میں یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے کہ ایک ایسا حصار موجود ہے جہاں خواتین کامل اطمینان کے ساتھ اپنے بچّوں سمیت دین کے کام میں مشغول رہنے کے لئے گھر سے باہر آسکتی ہیں ۔

ملک کے سیاسی حالات کے تقاضوں کی بنا پر جماعتِ اسلامی کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ وہ اسلامی جمہوری اتحاد میں شامل ہو ۔ اگر اسلامی جمہوری اتحاد نہ بنتا اور جماعت اس کا مرکزِ ثقل نہ بنتی تو اس ملک میں ایک خاندان کی آمریت کا قائم ہونا یقینی تھا ۔ ملک میں آزادی اور آزادیٔ اجتماع کے بنیادی حقوق کے لئے ضروری ہے کہ چند افراد کا ایک گروہ اتنا طاقتور نہ ہونے پائے کہ وہ بلاشرکتِ

غیرے اپنی مرضی سے آئینی ڈھانچے کو تبدیل کر سکے، اپنی من مانی قانون سازی کر سکے، اور کسی حد کا پابند نہ رہے۔ 'اسلامی جمہوری اتحاد' کے قیام کی بدولت یہ مقصد تو حاصل ہوگیا لیکن اس سے یہ خدشہ بھی پیدا ہوا کہ اتحاد کا حصہ بن کر کہیں جماعت کے کارکنان اقامتِ دین کی حقیقی جدّوجہد کے بجائے وقتی مقاصد کو ہی اصل مقصد نہ سمجھ بیٹھیں۔ اقامتِ دین کے بنیادی مقصد کے لئے کارکنان کو یکسو کرنے کی ضرورت تھی۔ اس کے لئے سب سے کارگر اور مؤثر ذریعہ جماعت کا کُل پاکستان اجتماعِ عام تھا۔ اس طرح ملک بھر سے ہماری قوّت کا ایک بڑا حصہ جمع ہوا۔ انہوں نے ایک بار پھر اپنی دعوت کو سمجھا اور رضائے الٰہی اور اقامتِ دین کے مقصد کے لئے یکسو ہو کر واپس لوٹے۔ محدود مقاصد کی خاطر دوسری جماعتوں کے ساتھ اشتراک اُسی وقت مفید ثابت ہو سکتا ہے کہ اپنا اصل مقصد ہر وقت کارکن کے سامنے موجود رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی اصل ہدف اُس کی نظر سے اوجھل نہ ہونے پائے۔

اجتماع کے نتیجے میں اَلحمدُ لِلّٰہ کارکنوں کی قوّتِ عمل میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اجتماع کے فوراً بعد میں نے ملک کے جن حصوں کا دورہ کیا ہے وہاں میں نے خود اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ جس مقام کے دو چار افراد اجتماع میں شرکت کے بعد واپس اپنے مقام پر پہنچے ہیں، انہوں نے واپس پہنچتے ہی ایک تحرّک پیدا کیا ہے، اور اگلے سال اپنے مقام سے ایک بڑی تعداد میں لوگوں کو اجتماع میں شریک کرنے کے لئے ابھی سے رابطے اور اجتماعات شروع کر دیئے ہیں۔ یہ صورتِ حال ہمارے اس خیال کے لئے باعثِ تقویت ہے کہ اگر سالانہ اجتماعِ عام جماعت کا ایک باقاعدہ فیچر بن جائے تو اس کے گرد سال بھر کارکن مصروفِ عمل رہ سکیں گے، اور کسی مقام سے اجتماع میں شرکاء کی تعداد ایک پیمانہ ثابت ہو سکتا ہے جس سے کام میں اضافے کو ناپا جا سکے۔

اجتماع کی ساری اہمیت اِسی لئے ہے کہ یہ کارکن کو میدانِ عمل میں کام کرنے کے لئے جذبہ، قوّتِ عمل اور اعتماد عطا کرتا ہے۔ اجتماع بذاتِ خود مقصود نہیں ہے۔ ہم جمع اس لئے ہوتے ہیں کہ نئی ہدایات حاصل کر کے کامل اعتماد اور تازہ ولولوں کے ساتھ پھر سے میدانِ عمل میں مصروفِ کار ہو جائیں۔ اس لئے مَیں کارکنوں کو وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو انہوں نے اجتماع کے دوران ہاتھ اُٹھا کر اپنے رب کے ساتھ کیا تھا۔

ہم نے عہد باندھا تھا کہ ہم اپنی ذات کی طرف متوجہ ہو کر اپنے نفس کو ہر طرح کے تناقض اور تساہل سے پاک کریں گے۔ اِس کا بہترین وسیلہ اللہ کی یاد، قرآنِ کریم کے ساتھ گہرا تعلق اور اس کی تلاوت، مطالعۂ حدیثِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گہرا شغف، دینی اور تحریکی

کتب کا مطالعہ اور اچھے لوگوں کی صحبت ہے ۔

اس بات کی ضرورت ہے کہ ہمارے کارکنان بے کار اور فضول سیاسی گپ شپ کی بجائے اپنے اوقات قرآنی تعلیمات کی روشنی میں حالات کے گہرے مطالعے میں صرف کریں اور اپنی مجالس میں ہنسی مذاق اور ٹھٹھے کی بجائے سنجیدگی اور وقار کو شعار بنائیں ۔

ہم نے عہد باندھا تھا کہ اپنے اہل و عیال اور اپنے پڑوسیوں تک دعوتِ دین پہنچائیں گے اور اُن کی دینی تربیت کی طرف متوجہ ہوں گے ۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد میں بھرپور حصہ لیں گے اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے ۔

اگر ہم اجتماع سے واپسی پر اس کام میں ہمہ تن مصروف ہو گئے ہوں تو یقیناً ہم نے اجتماع کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے ۔

پچھلے سال کی طرح اِس سال بھی انشاء اللہ ۲۴، ۲۵ اور ۲۶ اکتوبر کو مینارِ پاکستان ہی پر اجتماع منعقد کرنے کا فیصلہ مرکزی مجلسِ شوریٰ کر چکی ہے ۔ اجتماع میں جن فروگزاشتوں کی طرف ساتھیوں نے متوجہ کیا ہے اُن پر غور کر لیا گیا ہے، اور کوشش ہوگی کہ اگلے اجتماع میں پچھلے تجربے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اُن کا تدارک کیا جائے ۔ لیکن کوئی بھی انسانی کوشش تقصیر سے خالی نہیں ہوتی، اس لئے ہم اپنی گزشتہ تقصیرات پر اللہ سے بخشش طلب کرتے ہیں اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت طلب کرتے ہیں ۔

سالانہ اجتماع میں کی گئی تقاریر کو جماعتِ اسلامی کے شعبۂ نشر و اشاعت نے برادر محترم نعیم صدیقی صاحب اور برادرم خرم مراد صاحب کی نگرانی میں آڈیو اور ویڈیو ٹیپ سے اُتار کر قلمبند کیا ہے اور 'ترجمان القرآن' کے ایک خصوصی نمبر کی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا ہے ۔ اِس طرح یہ کارروائی آڈیو، ویڈیو، اور تحریر کی صورت میں الحمدُللہ سامعین، ناظرین اور قارئین کے استفادہ کے لیے محفوظ کر دی گئی ہے ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِس معمولی کوشش کو اپنے راستے میں قبول فرمائے، اور اِسے ایک جہادِ کبیر اور ایک بڑے اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ بنا دے ۔

رَبّنا تقبّل منّا انک انت السّمیع العلیم و تب علینا انک انت التّواب الرّحیم

جماعتی زندگی اور اجتماع

خرم مراد

اجتماع ایک جماعت کے وجود کے لئے ناگزیر ہے ۔ اجتماع کے بغیر کوئی جماعت نہ بن سکتی ہے، نہ قائم رہ سکتی ہے، نہ چل سکتی ہے ۔ دستور اور قواعد و ضوابط کے بغیر بھی جماعتیں پائی جاتی ہیں، باقاعدہ ممبرشپ اور عہدیداروں کے بغیر بھی جماعتیں چلتی ہیں، دفتروں اور فائلوں کے بغیر بھی جماعتوں کا کام ہوتا رہتا ہے، جماعتوں کے لیے متعین مقاصد اور طریقِ کار بھی ضروری نہیں، لیکن اجتماع کے بغیر کسی جماعت کا تصوّر بھی نہیں کیا جاسکتا ۔

ایک جماعت کی زندگی، قوّت اور کارکردگی کا انحصار بھی بڑی حد تک اجتماعات پر ہوتا ہے ۔ اجتماعات جان دار ہوں تو جماعت میں زندگی کی رَو دوڑتی رہتی ہے، اور افراد جذبوں اور عزائم سے سرشار رہتے ہیں ۔ اجتماعات مؤثر ہوں تو جماعت کو قوّت حاصل ہوتی رہتی ہے ۔ اجتماعات نتیجہ خیز ہوں تو جماعت اعلیٰ کارکردگی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف پیش رفت کرتی رہتی ہے، یا بحسن و خوبی اپنے فرائض انجام دیتی رہتی ہے ۔ اجتماعات جاندار، مؤثر اور نتیجہ خیز ہوں تو وہ ایک جماعت کا دل بن جاتے ہیں جو اس کے سارے جسم میں خون پمپ کرتا ہے، ریڑھ کی ہڈی بن جاتے ہیں، جس کے بل پر اس کا وجود قائم رہتا ہے، دماغ بن جاتے ہیں جو اس کو سوچ اور فکر دیتے ہیں، اور ہاتھ پاؤں بن جاتے ہیں جن کے ذریعہ جماعت چلتی ہے اور آگے بڑھتی ہے ۔

اجتماع ایک جماعت کے لیے اتنا ناگزیر کیوں ہے کہ اس کے بغیر اس کا وجود ہی ممکن نہیں، اور جماعتی زندگی میں اس کی اتنی عظیم الشان اہمیت کس لیے ہے؟ یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ۔

جماعت اس وقت بنتی ہے جب افراد مل کر اور مجتمع ہو کر کوئی کام کرنا چاہتے ہیں، کوئی مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں یا کسی منزل تک پہنچنا چاہتے ہیں ۔ اجتماع ہی افراد کے مل جانے اور مجتمع ہونے کی علامت ہے، اجتماع ہی اُن کو جوڑے رکھنے کا ذریعہ ہے، اجتماع ہی مقصد کے حصول کا راستہ ہموار کرتا ہے ۔ ایسے افراد کا تصوّر کیجئے کہ جو مل کر کوئی کام کرنا چاہتے ہوں، لیکن مل کر بیٹھتے نہ ہوں، سوچتے نہ ہوں، ایک دوسرے سے مربوط نہ ہوتے ہوں ۔ یہ افراد کبھی بھی جماعت کی شکل اختیار نہیں کر سکتے ۔

افراد وہ کام کرنے کے لیے جماعت بناتے ہیں جو وہ الگ الگ نہیں کر سکتے ، ورنہ جماعت بننے کے لیے اور کوئی جواز نہیں ۔ اور جماعت بن کر وہ کام کر لینا اس لئے ممکن ہو جاتا ہے کہ جماعت کی قوّت افراد کی مجموعی قوّت سے کئی گنا زیادہ ہو جاتی ہے ۔ جماعت اتنی بڑی قوّت اسی صورت میں بن سکتی ہے جب افراد ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح مربوط ہوں، جس طرح ایک دیوار کی اینٹیں مربوط ہوتی ہیں ۔ اُن کی سوچ مجتمع ہو، اُن کی قوّتِ کار مجتمع ہو، اُن میں ہم آہنگی اور تقسیمِ کار ہو، وہ ایک دوسرے کی قوّت میں اضافہ کریں اور اُن کی کمزوریوں کا ازالہ ۔ یہ سارے کام اسی صورت میں ممکن ہیں جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں، بات چیت کریں، سر جوڑ کے سوچیں، اپنا جائزہ لیں، باہم پشت پناہ بنیں ۔ اسی لئے جاندار، مؤثر اور نتیجہ خیز اجتماع ایک جماعت کے استحکام، قوّت، کارکردگی اور پیش رفت کے لئے ناگزیر ہے ۔

پھر ہر فرد دوسرے فرد سے مختلف بھی ہوتا ہے ۔ افراد مختلف النّوع مزاج، عادات، افتادِ طبع، صلاحیتوں اور تعلیم و تربیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جماعت کی قوّت کے لیے یہ ضروی ہے کہ سارے اختلافات کے باوجود، وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ بھی ہوں، اور مشترک کام اور مقصد کے حصول کے لئے موزوں اور سازگار بھی بنیں ۔ یہ ہونا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک ان سارے مختلف افراد کو بار بار جمع کر کے مشترک مقصد کے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھالا جائے ، گویا اجتماع جماعت کے اجزاء کو جماعت کے مقصد کے حصول کے لئے تیار کرتا ہے ۔

اجتماع کی اِس اہمیت کی وجہ سے ہی، نہ صرف دنیا میں ہر قسم کی جماعتی زندگی میں، بلکہ تمام مذاہب اور شریعتوں میں اسے مرکزی مقام دیا گیا ہے ۔ تمام مذاہب اور شریعتوں میں مراسم عبودیت و معاشرت کے لئے روزانہ، ہفتہ وار، سالانہ، اور خصوصی مواقع پر اجتماعات کو لازم کیا گیا ہے، ان میں حاضری کی تاکید کی گئی ہے، اور ان کا حق ادا نہ کرنے پر سزا کی وعید سنائی گئی ہے، اور سزا دی بھی گئی ہے ۔

اس کی ایک مثال یہودیوں کا یومِ سبت (ہفتہ کا دن) ہے ۔ اِس دن کو اُن کے لئے مقدّس و محترم ٹھہرایا گیا، اُن سے اِس کا تقدّس و احترام برقرار رکھنے کا عہد لیا گیا، اُن کو اِس دن عام دنیاوی کاروبار ترک کر کے اپنے وقت کو اپنے رب کے لیے فارغ کر لینے کا پابند بنایا گیا، اور نماز و عبادات کے لئے ایک مقام پر جمع ہونا لازم کیا گیا ۔ پھر جب انہوں نے یومِ سبت کے بارہ میں اپنے عہد سے انحراف کیا، سستی اور بہانہ جوئی کا شکار ہو گئے، حیلوں کا راستہ اختیار کیا، ظاہری جزئیات کی پابندیوں کے باوجود اس کی روح کو ضائع کر دیا، تو یومِ سبت کے معاملہ میں حد سے تجاوز کرنے کی پاداش میں اُن پر لعنت کی گئی، ان کے دل سخت کر دیئے گئے، اور اُن کو مسخ کر کے بندر اور سؤر بنا دیا گیا (النساء ۴: ۴۷، ۱۵۴ الاعراف ۷: ۱۶۶-۱۶۳) ۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک پورے دن کو اپنے رب کے لئے فارغ کر لینے، اُس دن عام کاروبارِ زندگی پر پابندیاں عائد کرنے، اور اس دن عبادت الٰہی کے لیے جمع ہونے کا معاملہ میزانِ الٰہی میں کتنا اہم، نازک اور سنگین ہو سکتا ہے ۔

یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب نازل کی، اپنے آخری رسول ؐ کو بھیجا، دینِ اسلام کو کامل کیا اور اپنی نعمت تمام کی، اُمّتِ مسلمہ تشکیل دی کہ وہ ہدایتِ الٰہی کی امین بنے، تو اس نے جس دین کو امت کے لئے پسند فرمایا، اس میں پورے اہتمام و تاکید سے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہنے، اُس کی پکار پر جمع ہونے، اس کی پرستش کرنے، اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے کے لیے اجتماعات کا ایک پورا نظام بنا کر سپرد کیا ۔ خاص طور پر مراسمِ عبودیت کی ادائیگی کے ضمن میں، روزانہ پانچ وقت کی نماز کے لیے، ہر ہفتہ نمازِ جمعہ کے لیے، سال میں دو دفعہ عیدین کے لیے اور عمر میں ایک دفعہ حج کے لیے، اجتماعات کو لازم کیا ۔ اس کے علاوہ بھی اجتماعی کاموں کے لیے مجالس اور اجتماعات کے حقوق و آداب کی تعلیم قرآنِ مجید نے بھی بڑے اہتمام سے دی، اور نبی کریم ؐ نے بھی ان کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا ۔

اِن اجتماعات کا اصل مقصد تو وفائے عہدِ ایمان ہے جو مقصدِ تخلیق ہے، یادِ الٰہی ہے جو ایمان کی زندگی کی ضامن ہے ، حبِّ الٰہی ہے جو ایمان کا تقاضا ہے، قربِ الٰہی ہے جو ایمان کا حاصل ہے، لیکن ان اجتماعات سے وہ سارے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں جو جماعتی زندگی کے استحکام اور قوّت کے لیے ضروری ہیں ۔ پکار کو سننا اور اُس پر لبیک کہنا، اشارے پر اُٹھ کھڑا ہونا اور دوڑ پڑنا، ہر دوسرے کام کو چھوڑ دینا خواہ اس میں کتنا ہی نفع اور کتنی ہی لذّت ہو، سب کچھ چھوڑ کر حاضر ہو جانا، بار بار حاضر ہونا، علم و آگاہی حاصل کرنا، ربط اور محبّت و اخوّت کی راہ چلنا، ناپسندیدہ باتوں سے رکنا، اجتماعی کام ذمہ داری سے ادا کرنا ــــــــــــ یہ وہ چند فوائد ہیں جو ان اجتماعات سے

حاصل ہوتے ہیں، اور ہوتے رہے ہیں۔

حضورؐ نے دعوتِ عام کا کام شروع کیا، تو جلد ہی دارِارقم کا مرکز قائم ہو گیا اور یہاں جمع ہونے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس مرکز میں ایمان لانے والے دن میں بھی آتے اور راتیں بھی گزارتے۔ جب لوگ کم ہوں اور مخالفتیں شدید، ایمان تازہ ہو اور جذبے جوان، تو اجتماعات کے لئے نہ وقت مقرر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے نہ وقفے متعین کرنے کی۔ لوگ جذبۂ دل سے مجبور ہو کر آتے، اور زیادہ سے زیادہ وقت ساتھ گزارنا چاہتے۔ عبادت بھی کرتے اور تلاوتِ قرآن بھی، علم بھی حاصل کرتے اور غمگساری بھی کرتے، اور اس طرح بنیانِ مرصُوص بنتے جاتے۔

جب روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوگئیں، تو جیسے ہی ممکن ہوا نمازوں کے لئے جمع ہونے اور نماز اجتماعی طور پر باجماعت ادا کرنے کا نظام قائم کیا گیا، اور جماعت کے لیے اجتماع کو اقامتِ صلٰوۃ کی شرط قرار دیا گیا۔ مصعب بن عمیرؓ مدینہ گئے تو انصار ان کی امامت میں نماز پڑھنے کے لئے جمع ہونے لگے۔ حضورؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو قبا میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی، مدینہ کے راستہ پر جمعہ کی پہلی نماز قائم کی، مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے مسجد تعمیر کی، بلانے کے لئے اذان کا طریقہ مقرر کیا، اور اِس طرح مسجدِ نبویؐ میں روزانہ پانچ وقت نماز کے لیے اجتماعات کا نظام قائم ہو گیا۔

روزانہ پانچ وقت اجتماعِ نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہونے کی تاکید بھی ہوئی، ترغیب بھی دی اور تبشیر و انذار بھی کیا۔ جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے ستائیس درجے افضل قرار دیا (بخاری، مسلم)۔ مسجد کی طرف ہر قدم پر ایک گناہ کے مٹائے جانے اور ایک نیکی کے لکھے جانے کی خوش خبری دی (بخاری، مسلم) مسجد میں نماز کے ساتھ اور بھی بے شمار بشارتیں وابستہ کیں۔ عشاء کی نماز جماعت سے پڑھنے کو آدھی رات کے قیام اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کو بھی آدھی رات قیام کے مساوی ٹھہرایا (مسلم) اور جنت میں اللہ کی طرف سے میزبانی کا مژدہ سنایا (بخاری، مسلم) مؤذن کی پکار پر لبیک کہنے کے لئے خوف اور بیماری کے علاوہ کسی اور عذر کو قابلِ قبول نہ ٹھہرایا (ابوداؤد)۔

ان تعلیمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ مساجد میں اجتماعِ نماز کے لیے ہر شخص ضرور حاضر ہوتا، مومن ہو یا منافق۔ فرق صرف اتنا تھا کہ مومن اپنے شوق سے آتے اور لپکتے ہوئے آتے، منافق سستی اور کسلمندی کے ساتھ آتے، گویا کہ مارے باندھے لائے جا رہے ہیں۔

پھر عام مجالس و اجتماعات کے حقوق و آداب کی تعلیم بھی دی گئی اور ان کی اہمیت کو ہر ممکن طریقہ سے راسخ کیا گیا۔ مومنین میں سے ایمانِ حقیقی کے حامل وہ لوگ ٹھہرائے گئے جو اجتماعی امور کے لیے جمع ہوں تو اجازت لیے بغیر نہ جائیں۔ پھر تاکیدِ مزید کی گئی کہ جو اجازت لے کر جاتے ہیں

وہی اللہ اور اُس کے رسولؐ پر سچا ایمان رکھتے ہیں ۔ جو اجازت لیے بغیر سٹک جائیں اُن کو وعید سنائی گئی کہ وہ کسی فتنہ کا شکار ہو سکتے ہیں، یا اُن کو کوئی دردناک عذاب پکڑ سکتا ہے (النور ۲۴: ۶۲۔۶۳) ایمان لانے والوں کو حکم دیا گیا کہ جب ان سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو، تو وہ جگہ کشادہ کر دیا کریں ۔ اس عمل کے بدلے ان کو خوش خبری دی گئی کہ "اللہ تمہیں کشادگی بخشے گا" ۔ اور یہ کہ، "جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو" ۔ پھر خوش خبری دی کہ ایسے اہلِ علم و ایمان کے درجات بلند کیے جائیں گے (المجادلہ ۵۸: ۱۱)

اسلام میں اجتماعات کو جو مقام دیا گیا ہے اس کا ادراک اجتماعِ جمعہ اور اجتماعِ حج سے بخوبی کیا جا سکتا ہے ۔

اجتماعِ جمعہ پر غور کیجیے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ حکم نازل کیا کہ نمازِ جمعہ کے لیے پکارا جائے تو ہر قسم کی خرید و فروخت بند کر دو، اگر اس وقت خرید و فروخت کرو گے تو گناہ گار ہو گے ۔ ہر کام چھوڑ دو، اہتمام اور شوق سے لپکتے ہوئے نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہو جاؤ ۔ ایک دفعہ آ جاؤ تو خواہ نفع سامنے ہو یا دلچسپی کا سامان، کسی صورت چھوڑ کر نہ جاؤ ۔ اس لیے کہ کاروبارِ دنیا ترک کر کے عہدِ ایمان وفا کرنے کے لیے نمازِ جمعہ میں شرکت کا جو اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ دنیا کے ہر نفع اور ہر مزہ سے زیادہ قیمتی اور لذّت بخش ہے ۔

نمازِ جمعہ کی ماہیت پر غور کرنے سے اس کی حقیقت ، بحیثیتِ اجتماع واضح ہو جاتی ہے ۔ ظہر کی نماز چار رکعت ہوتی ہے، مگر جمعہ کی نماز دو رکعت کر دی گئی ۔ حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق، "یہ پوری نماز ہے، قصر نہیں ہے ۔ اور جمعہ کو خطبہ کی خاطر ہی مختصر کیا گیا ہے"۔ گویا یہ امر کہ لوگ جمع ہوں، اور ان کا امام نماز سے قبل ان کے سامنے تقریر کرے، نماز کا بدل ہو گیا ۔ بعض مفسّرین کے نزدیک تو جو قرآن میں کہا گیا ہے کہ "اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو" تو اللہ کے ذکر سے مراد خطبۂ جمعہ ہی ہے کہ وہی نمازِ جمعہ کی اضافی خصوصیت ہے ۔ اس پر سب مفسّرین کا اتفاق ہے کہ خطبہ اس ذکر میں ضرور شامل ہے جس کی طرف سارا کاروبارِ دنیا چھوڑ کر دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

پھر جس سیاق میں جمعہ کے اجتماع کا حکم دیا وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ فرائضِ رسالت یعنی غلبۂ دین، تلاوتِ آیات، تزکیۂ نفوس، اور تعلیمِ کتاب و حکمت، اور "کونوا انصار اللہ" کی دعوتِ نصرت، اور بنیانِ مرصوص بن کر اللہ کی راہ میں جہاد و قتال —————— ان سب کے لئے اجتماعِ جمعہ ایک کلیدی اور بنیادی اہمیت کا حامل ہے (سورۃ الصّف، الجمعہ، المنٰفقون)

نبی کریمؐ نے اِس اہمیت کی تشریح بڑی تفصیل سے فرمائی ۔ حضورؐ نے فرمایا، "میرا جی

چاہتا ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دوں اور جا کر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے" (مسند احمد، بخاری) ... "لوگوں کو چاہیے کہ جمعہ چھوڑنے سے باز آجائیں ورنہ اللہ ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دے گا اور وہ غافل ہو کر رہ جائیں گے"۔ (مسند احمد، مسلم، نسائی) ..."جو شخص اسے (جمعہ کو) ایک معمولی چیز سمجھ کر یا اس کا حق نہ مان کر اسے چھوڑے خدا اس کا حال درست نہ کرے، نہ اسے برکت دے۔ خوب سن رکھو، اس کی نماز نماز نہیں، اس کی زکوٰۃ زکوٰۃ نہیں، اس کا حج حج نہیں، اس کا روزہ روزہ نہیں، اس کی کوئی نیکی نیکی نہیں، جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے"... (ابنِ ماجہ، بزّاز) (سیّد مودودیؒ، تفہیم القرآن، جلد پنجم، صفحہ ۴۹۶)۔ وقت پر حاضر ہونے کی تاکید بھی آپؐ نے فرمائی، اور کہا کہ جب امام خطبہ کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو حاضری ریکارڈ کرنے والے فرشتے حاضری کا رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں (بخاری، مسلم)۔ خطبہ کے دوران بات چیت کرنے سے بالکل منع فرما دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، "جب امام خطبہ دے رہا ہو اُس وقت جو شخص بات کرے وہ اُس گدھے کی مانند ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں، اور جو شخص اُس سے کہے کہ چپ رہ، اس کا بھی کوئی جمعہ نہیں ہوا" (مسند احمد)۔

اسی طرح اب اجتماعِ حج کو دیکھیے۔ اس عظیم عبادت میں، جو عشق و جاں نثاری، وللّٰہیّت اور شیفتگی، سپردگی اور تسلیم و رضا کی اعلیٰ ترین مظہر ہے، جو کچھ ضروری ہے وہ صرف سفر اور قیام و وقوف ہے۔ حج کا رکنِ اعظم ۹ ذوالحجہ کو غروبِ آفتاب سے قبل میدانِ عرفات میں پہنچ جانا ہے۔ یہ پہنچنا خواہ صرف گزرنے کی حد تک ہو، یا چند لمحات کی حد تک، یا پورے دن کے قیام پر محیط ہو۔ یہ پہنچنا اگر قضا ہو جائے تو کسی اور سال ۹ ذوالحجہ کو ہی، میدانِ عرفات میں ہی، حاضر ہونے کے علاوہ اس کی کوئی تلافی نہیں۔ بعض دوسرے مناسک کے فوت ہونے کی تلافی دَم دینے یا کفارہ ادا کرنے سے ہو سکتی ہے۔ لیکن وقوفِ عرفات فوت ہو جائے تو نہ دَم ہے اور نہ کوئی صُورتِ تلافی۔

حج کے لیے آدمی گھر چھوڑتا ہے، رشتہ داروں سے کٹتا ہے، کاروبارِ زندگی ترک کرتا ہے، لمبا سفر طے کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ خانۂ خدا کے چکر کاٹتا ہے، مکہ سے نکل کر منیٰ میں، منیٰ سے نکل کر عرفات میں، عرفات سے آکر مزدلفہ میں، مزدلفہ سے اُٹھ کر پھر منیٰ میں پڑاؤ ڈالتا ہے اور بستی بساتا ہے۔ بس یہی حج کی کُل عبادت ہے۔ اس میں نہ زبان سے کچھ پڑھنا لازمی ہے، نہ حرکات و سکنات کو کسی ضابطہ میں باندھنا ضروری ہے، نہ تقریر ہے نہ خطاب۔ صرف سفر، بھاگ دوڑ اور اجتماعی قیام و وقوف وہ سب کچھ ہے جو مطلوب ہے۔ اجرِ عظیم کے سارے وعدے بس اسی سفر

اور قیام سے وابستہ ہیں ۔ اِس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں کہ بندگی اور توحید کا خلاصہ استجابت، انابت، دُعا، اور اطاعت ہے ۔

حج کے اس اجتماع میں حاضری، بشرطِ استطاعت، عمر بھر میں ایک دفعہ لازمی کر دی گئی ہے ۔ جمعہ کے دن اگر ہفتہ وار اجتماعِ صلوٰۃ لازم کیا گیا، تو حج کی صورت میں عمر میں ایک دفعہ امّتِ مسلمہ کے سب سے بڑے سالانہ اجتماع میں شرکت کا پابند کیا گیا ۔

جماعتِ اسلامی کا مقصدِ وجود کیا ہے؟ کارِ رسالت کی امانت کو ادا کرنا اور اقامتِ دین کے لیے جہاد کرنا ۔ یہ اجتماعیت اِسی مقصد کے لیے بنی ۔ اِسی لیے روزِ اوّل سے ہی جماعت کی زندگی میں مختلف النّوع اجتماعات کو مرکزی اور بنیادی اہمیت دی گئی ۔

ان اجتماعات میں سب سے اہم اور مستقل و مسلسل اجتماع ہر ایک مقام پر ارکان کا ہفتہ وار اجتماع تھا، جو توسیعِ جماعت کے ساتھ ہفتہ وار اجتماعِ کارکنان میں تبدیل ہو گیا ۔ جماعت بنتے ہی سیّد مودودیؒ نے جماعت کے ارکان کو جو ہدایات دیں ان میں جمعہ کے روز ایک جگہ جمع ہونے اور اس اجتماع میں ہفتہ بھر کے کام کا جائزہ لینے ، آئندہ کام کے لیے تجاویز سوچنے، بیت المال کے حسابات دیکھنے، اور نئے لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی تاکید کی (روداد حصّۂ اول، ص ۴۶) دو سال بعد جب اکتوبر ۱۹۴۳ء میں دربھنگہ (بہار) میں پہلا بڑا اجتماعِ عام ہوا، تو اس موقع پر سیّد مودودیؒ نے پھر ہفتہ وار اجتماع کی تاکید کرتے ہوئے کہا، "یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ہفتہ وار اجتماع کوئی معمولی چیز نہیں ہے"۔ مزید یہ کہ "اس سے تغافل برتنے کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ جماعت یخ بستہ ہو جائے گی، ہمارے پاس یہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہ رہے گا کہ ہم میں سے کون لوگ تحریک سے واقعی دلچسپی رکھتے ہیں اور کون نہیں رکھتے"۔ اور یہ طے کر دیا کہ "جو لوگ بلا عذرِ معقول جمعہ کے اجتماع میں نہ آئیں اُن کے متعلق یہ سمجھ لیا جائے کہ وہ جماعت سے دلچسپی نہیں رکھتے" (روداد حصّۂ اوّل، ص ۱۶ - ۱۱۵)۔ ایک سال بعد، ۱۹۴۴ء میں دارالاسلام میں شمالی ہند کے اجتماعِ ارکان سے خطاب کرتے ہوئے امیرِ جماعت نے ہفتہ وار اجتماع کی طرف ان کو توجّہ دلائی، "مختلف مقامات پر جماعتی نظم کے مر جانے کی وجہ یہی تھی کہ افراد کو مجتمع رکھنے اور جماعت کے ساتھ ان کی عملی دلچسپی کو زندہ رکھنے والے اس رشتہ کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا" (روداد حصّۂ دوم، ص ۸۱)۔

ہفتہ وار اجتماع کی طرح، جماعت نے روزِ اوّل سے یہ بھی طے کیا تھا کہ ساری "جماعت کے ارکان کا اجتماعِ عام ہر سال کیا جائے" (روداد حصّۂ اوّل، ص ۵۳) دوسری جنگِ عظیم کے پیدا کردہ حالات کی وجہ سے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانا تو ممکن نہ ہوا، لیکن اس اجتماعِ عام کے عدمِ انعقاد پر

اپنے اضطراب کا اظہار امیرِ جماعت برابر کرتے رہے ۔ بالآخر اپریل ۱۹۴۵ء میں کل ہندوستان کے ارکانِ جماعتِ اسلامی کا اجتماع دارالاسلام میں منعقد ہو سکا ۔ قیامِ پاکستان کے بعد اجتماعِ عام میں کارکنان و متفقین اور وابستگانِ جماعت کی شرکت کا تناسب بڑھتا گیا ۔ پھر اگرچہ دستوری لحاظ سے ارکان کے اجتماعاتِ عام ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۳ء میں ہوئے، لیکن معروف لحاظ سے آخری اجتماعِ عام ۱۹۶۳ء میں لاہور میں منعقد ہوا ۔

جماعت کو مستحکم و قوی بنانے میں جو حصہ ہفتہ وار اجتماعِ کارکنان نے ادا کیا ہے وہ کسی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ۔ اسی طرح اجتماعاتِ عام نے جس طرح تحریک کے لئے اساسی سرمایۂ افراد جمع کیا، اُن کو تحریک میں جذب کیا، اُن کی تربیت کی، وہ بھی آشکار و ہویدا ہے ۔ لوگ اپنا سب کچھ چھوڑ کر ان اجتماعات میں شریک ہوئے، اور یہاں سے وہ سب کچھ لے کر گئے جس نے اُن کو آخری سانس تک، ربع اور نصف صدی پر محیط مدت تک، تحریک کے لیے وفادار اور متحرک رکھا ۔ السابقون الاولون میں سے اکثر وہ لوگ ہیں جو چھوٹتے ہی دارالاسلام اور الہ آباد کے اجتماعات کا ذکر کرتے ہیں ۔ ان اجتماعات کے کیف اور لذت کو وہ آج تک بھلا نہیں سکے ہیں ۔

جماعت کی زندگی میں اجتماع کی اہمیت اور مقام کے بارہ میں سیّد مودودیؒ کے اِن الفاظ سے زیادہ بہتر الفاظ میں بات نہیں کہی جا سکتی ۔

... یہاں اجتماع کے لیے دعوتِ عام دی گئی تھی اور اعلان کیا گیا تھا کہ زیادہ سے زیادہ ارکان شریک ہونے کی کوشش کریں، مگر بہت سے ارکان کسی عذرِ معقول کے بغیر نہیں آئے، بلکہ بہت سوں نے عذر پیش کرنے کی بھی ضرورت نہ سمجھی ۔ لوگوں کے لیے اُن کے معمولی کام، اُن کے روزمرہ کے مشاغل، اُن کے خانگی امور، اُن کے دنیوی مفاد اس سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں کہ وہ جماعت کی پکار پر لبیک کہیں اور اِسی بنا پر وہ غیر اولی الضرر ہونے کے باوجود بیٹھے رہ گئے ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے بہت سے رُفقا کو اس کام سے حقیقی دلچسپی و دلبستگی نہیں ہے ۔ اگر فی الواقع وہ جانتے کہ یہ اجتماع کیا معنی رکھتا ہے اور جماعت کی پکار سے اُن پر کیا لازم آتا ہے اور جو عہد انہوں نے اپنے رب سے کیا ہے اس سے کیا ذمہ داریاں اُن پر عائد ہوتی ہیں تو وہ اپنے بڑے سے بڑے دنیوی فائدے اور سخت سے سخت مشغولیت کو بھی یہاں کی حاضری پر ہرگز ترجیح نہ دیتے ... نظامِ جماعت سے منسلک ہو جانے کے بعد آدمی کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ جماعت کی پکار سن کر دوڑ پڑے اور سارے کام چھوڑ دے ... جب تک ارکانِ جماعت میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو گی، نظامِ جماعت بالکل بے جان رہے گا ۔ کسی شخص کا یہ خیال کر کے بیٹھے رہنا کہ اس وقت کوئی خاص

کام نہیں ہے، اجتماع کی کوئی حقیقی ضرورت نہیں ہے، اگر اس وقت مَیں شریک نہ ہوا تو کوئی نقصان نہ ہو گا، درحقیقت ایک غلط خیال ہے ۔ مَیں کہتا ہوں کہ اگر یہاں سرے سے کوئی کام نہ ہوتا بلکہ آپ کو صرف جمع ہو جانے کے لئے پکارا جاتا تب بھی آپ کو ایک آواز پر جمع ہو جانا چاہیے تھا (روداد حصّۂ دوم، صفحہ ۱۳ - ۱۴)۔

ہم اپنے ربِّ ذوالجلال والاکرام کا جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے کہ اُس نے ۲۶ سال کے بعد جماعتِ اسلامی کو اِس بات کی توفیق دی اور اِس کا موقع عنایت فرمایا کہ اِس نے پاکستان بھر سے اقامتِ دین کے لیے جدّوجہد کرنے والوں کو جمع ہو جانے کے لیے پکارا۔ بے شمار لوگوں نے اس پکار کی اہمیت کو سمجھا، انہوں نے اپنے بہت سے دنیوی فائدوں اور مشغولیتوں پر اس اجتماع کی حاضری کو ترجیح دی ۔ وہ بہت دور دور سے چل کر آئے، ملک کے ہر حصّہ سے آئے، سفر کی مشقتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، اور اپنے سفر کے اخراجات کا بار بھی اٹھایا۔ وہ کراچی، گوادر اور تربت سے بھی آئے، اور چترال و مالاکنڈ کی پہاڑیوں سے بھی۔ شہروں سے بھی آئے، دیہاتوں سے بھی۔ مرد بھی آئے، عورتیں بھی آئیں ۔ بوڑھے بھی آئے، جوان بھی آئے، بچّے بھی آئے ۔ سندھی اور پنجابی بھی آئے، بلوچ اور پختون بھی آئے، سرائیکی اور بروہی بھی آئے، مہاجر اور قبائلی بھی آئے۔ کالے بھی آئے، گورے بھی آئے۔ امیر بھی آئے ، غریب بھی آئے۔ سرمایہ دار بھی آئے، مزدور بھی آئے۔ زمین دار بھی آئے، کسان بھی آئے۔ پڑھے لکھے بھی آئے، ان پڑھ بھی آئے۔اس قوم کا کون سا حصّہ تھا جو اس اجتماع میں موجود نہ تھا ، پھر بڑی تعداد میں آئے ۔ ۱۹۶۳ء کے اجتماعِ عام کے مقابلہ میں آنے والوں کی تعداد دس گنا سے کچھ زیادہ ہی ہو گی ۔ یہ سب کچھ یقیناً صرف اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و رحمت سے ممکن ہوا ۔ وہ فضل و رحمت جس نے امیرِ جماعت کے عزم و حوصلے اور ساری جماعت کے کارکنوں کے جذبوں اور دن رات کی محنتوں کو، ان کی ساری خامیوں اور کوتاہیوں کے باوجود، قبولیت سے نوازنے کا فیصلہ کیا ۔

اِس اجتماعِ عام میں کیا ہوا؟ اس کو بیان کرنا ممکن ہے اور پیشِ خدمت ہے ۔ اِس اجتماع سے کیا حاصل ہوا؟ اِس کا جواب نہ ممکن ہے، نہ ضروری ۔ ممکن اِس لیے نہیں کہ دنیا میں ایسی کوئی میزان نہیں جس میں ایسے اجتماع کے منافع اور فوائد کو تولا جا سکے ۔ ضروری اس لیے نہیں کہ جو شخص بھی جماعتی زندگی کے لیے اجتماع کی اہمیت سے واقف ہو، جو دین میں اجتماع کے مقام سے آگاہ ہو، جو یہ جان چکا ہو کہ اگر اجتماع میں سرے سے کوئی کام نہ ہو، بلکہ لوگ صرف جمع ہونے کی پکار پر جمع ہو جائیں تو بھی وہ انتہائی کامیاب اجتماع ہے، اسے اجتماع کے فوائد پر کسی لیکچر کی حاجت

نہیں۔

اس کے باوجود کچھ دلوں میں اس اجتماع کے بارہ میں کچھ سوالات اُٹھے ہیں۔ بعض لوگوں کی نگاہ اِس کے اخراجات پر گئی، انہوں نے اپنے اپنے پیمانہ سے ان اخراجات کا اندازہ لگایا۔ کسی نے اس میں وہ سارا خرچ شامل کیا جو شریک ہونے والوں نے اس اجتماع کے لیے سفر کی غرض سے کیا، اور وہ بھی جو مختلف ذیلی جماعتوں نے اس اجتماع کی تیاری کے لیے کیا۔ بات کروڑوں تک پہنچ گئی۔ اگر وہ اس میں اُس وقت کی قیمت بھی شامل کرتے جو کارکنوں نے تیاری اور شرکت میں لگایا، تو رقم اور اونچی چلی جاتی۔ لیکن اگر تیاریوں اور سفر و طعام کے اخراجات کو الگ کر دیا جائے، تو کل اخراجات ۵۰ لاکھ سے کچھ ہی زیادہ ہوئے۔ کیا یہ اخراجات ماضی کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں؟ ۱۹۶۳ء کے مقابلہ میں آج قیمتیں کم سے کم دس گنا زیادہ ہیں، حاضری بھی تقریباً دس گنا تھی۔ اس فارمولے سے حساب لگائیں تو آج کے پچاس لاکھ اُس وقت کے پچاس ہزار کے مساوی اخراجات سے زیادہ ہرگز نہیں۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ سوچنے کا یہ انداز اور ناپنے کا یہ پیمانہ ہی صحیح نہیں ہے۔ اسراف سے بے شک بچنا چاہیے، ایک ایک پیسہ امانت سمجھ کر خرچ کرنا چاہیے، لیکن جو اجتماعی کام حصولِ مقصد کے لئے ضروری ہے وہ تو کرنا ہی ہو گا، اور اس پر جتنے اخراجات ہوں، حسبِ استطاعت، ان کو بھی برداشت کرنا ہو گا۔ اگر ہر چیز میزان میں روپیوں پیسوں سے تلنے لگے تو کوئی چیز بھی اِفادیت پرستی کے آگے نہیں ٹک سکتی۔ لگانے والوں نے عیدالاضحیٰ پر قربانیوں کے اخراجات کا حساب لگایا، پانچ وقت کی نمازوں میں صرف ہونے والے وقت کی قیمت کا شمار کیا، رمضان میں بھوک پیاس کی وجہ سے ضائع ہونے والی پیداوار کا اندازہ لگایا، اور یہ فتویٰ لگا دیا کہ اِس میں سے ہر چیز کے فوائد اخراجات سے بہت کم ہیں۔ حج کے اخراجات کا اندازہ لگایا جائے، اور اس میں ہر حاجی کے اخراجات اور وقت کی قیمت جوڑ دی جائے، تو یہ اخراجات ہزاروں ارب روپیوں تک پہنچیں گے۔ وہ حج جس میں ظاہر بین نگاہوں کو سوائے سفر اور وقوف کے کچھ فائدہ دکھائی نہ دے، اس کا جواز کیسے ثابت ہو گا؟ سوائے تعمیل حکمِ ربّی کے۔

اس اجتماع کو دیکھیے، دنیا کا کون سا سکّہ ہے جو قیمت لگا سکے۔ راہِ خدا میں ان کوششوں کی جن کی سعادت و توفیق لاکھوں بندوں کو اِس اجتماع کی وجہ سے نصیب ہوئی، اس مال کی جو لوگوں نے اس اجتماع کی وجہ سے فی سبیل اللہ خرچ کیا (میزانِ الٰہی میں تو ان کی قیمت کم سے کم ۷۰۰ گنا ہو گی)، ان جذبوں کی اللہ کی راہ میں کام کرنے کے جو اس اجتماع کی وجہ سے بیدار ہوئے، ان ولولوں اور

امنگوں کی جن کو اِس اجتماع نے وجود بخشا، اُن آرزوؤں کی جو دلوں میں زندہ ہوگئیں، اُس شوقِ جستجو کی جس کا فیض اِس اجتماع میں لنڈھایا گیا۔

ویسے اگر دنیاوی فوائد پر بھی نگاہ ڈالی جائے، تو شعبۂ نشر و اشاعت کے اندازے کے مطابق صرف لاہور کے اخبارات و جرائد میں جو پبلسٹی ہوئی وہ اگر پیسے دے کر کی جاتی تو اس پر ۱۸ لاکھ روپے کے اخراجات اُٹھتے۔ اِس میں ملک بھر کے سارے اخبارات و جرائد کی پبلسٹی شامل کر لیجیے، بلکہ بیرونِ ملک کے اخبارات و جرائد کی بھی، تو صرف پبلسٹی کا فائدہ ہی اجتماع کے اخراجات کا دو تین گنا ہو گا۔

آرایش و زیبایش پر خرچ کے بارہ میں بھی سوال پیدا ہوا۔ اسراف یقیناً منع ہے، لیکن ہر آرایش و زیبایش اسراف کی تعریف میں نہیں آتی۔ وہ جو خُود جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، اور جس نے ہر تخلیق کو جمال بخشا ہے، کیا اسی کے نام پر جمع ہونے والوں کی اجتماع گاہ حُسن و جمال سے خالی ہوتی ہے۔ کتنی آرایش و زیبایش، کتنی روشنی، اسراف میں آتی ہے اور کتنی ذوقِ جمال کا تقاضا ہے، اس پر اختلاف رائے ہو سکتا ہے، بلکہ لازماً ہو گا۔ اس پر گفتگو ہو سکتی ہے، لیکن ان امور پر قطعی فیصلے کرنے کے لیے دو اور دو چار کی طرح اصول کبھی نہیں ملیں گے۔ بس اللہ کی خشیت، احساسِ امانت، دیانت و سلامتِ فکر، اور قلبِ سلیم و نگاہ نگراں چاہیے۔

افغانستان سے ہزاروں مہمان آئے، عالمی تحریکاتِ اسلامی کے قائدین بھی مہمان بنے۔ افغانستان تو قریب ہے، بیرونِ ملک سے آنے والے تقریباً سارے محبوب و معزز مہمان اپنے پاس سے ہزاروں روپے خرچ کر کے چند گھنٹوں کی شرکت کے لیے طویل سفر کر کے پہنچے۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اُس نبیؐ کے دین کے مجاہدین جس نے اللہ اور یومِ آخر پر ایمان رکھنے والے کو اکرامِ ضیف کا حکم دیا ہے، اپنے اِن مہمانوں کی ان کے شایانِ شان میزبانی میں کوتاہی کر جاتے۔ چنانچہ میزبانی کی گئی، اور ہر زائد خرچ سے بچنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ کسی قسم کی تنگ دلی اور خِسّت کی روش اختیار نہیں کی گئی۔ اس پر کچھ خرچ ضرور اٹھا، لیکن نبیؐ کے اکرامِ ضیف کے حکم کو شمار نہ بھی کریں، تو سارے عالم میں جماعتِ اسلامی کے مقام، عزّت اور اثر و رسوخ میں جو اضافہ ہُوا، اور مادی فوائد کے بھی جو امکانات پیدا ہوئے، اُن کے مقابلہ میں یہ خرچ کچھ بھی نہیں۔

اِس اجتماع میں خواتین بھی شریک ہوئیں، اور بڑی تعداد میں شریک ہوئیں، اتنی بڑی تعداد میں کہ پاکستان کی تاریخ میں اِس کی کوئی نظیر نہیں ملے گی۔ خواتین کے انتظام میں کچھ نقائص بھی رہے جن کی وجہ سے ان کو خاصی تکلیف اٹھانا پڑی۔ اتنی بڑی تعداد کی وجہ سے ساری مناسب

احتیاطیں ملحوظ رکھنے میں بھی بعض اوقات کمی آئی۔ کچھ لوگوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا کہ خواتین کے ساتھ مشترک اجتماع مناسب نہیں، اور آئندہ ایسا نہ ہونا چاہیے۔ سوچنا یہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق ہی اِس نہج پر کی ہے کہ مرد اور عورت مل کر ہی اجتماعی ادارے بنا سکتے ہیں اور چلا سکتے ہیں۔ مسجدِ نبویؐ میں بابُ النساءاب تک موجود ہیں۔ عورتیں، سب سے پیچھے صف باندھتیں اور نماز ختم ہونے پر اپنے گھروں کو چلی جاتیں۔ عید میں عورتوں کو لانے کی تاکید خُود نبیؑ کریمؐ نے فرمائی، اور مردوں کے بعد جاکر اُن سے الگ خطاب کیا۔ آپؐ سفر پر تشریف لے جاتے تو قرعہ ڈالا جاتا اور ایک بیوی ساتھ جاتیں، غزوات میں بھی۔ جہاد پر مجاہدین کے لشکر جاتے تو عقب میں عورتوں کے خیمے ہوتے۔ کیا مدینہ منوّرہ کے معاشرے سے زیادہ مثالی کوئی اور معاشرہ ہو سکتا ہے؟ پھر جماعتِ اسلامی کا اجتماعِ عام اگر اس معاشرہ کے مماثل ہو تو اس پر اضطراب اور بے چینی کیوں ہو؟

اجتماع میں بازار بھی لگا اور وسط میں لگا۔ بازار میں چہل پہل بھی رہی، اور خرید و فروخت بھی ہوئی۔ لوگوں نے سوچا کہ ایک خالص دینی اجتماع میں اس دنیاوی کام کا کیا مقام، اقامتِ دین کے اجتماع میں بیع و شراء کیوں ہو، لیکن بازار تو زندگی کا جزوِلاینفک ہے۔ اگر پورے دین کو قائم کرنے والوں کا اجتماع انسان کی پوری زندگی کو اپنی گرفت میں لے کر دین کے سانچہ میں ڈھالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، تو کل پورے معاشرہ اور ریاست کی رہنمائی کیسے ہوگی؟ دینی تعلیمات کو دیکھیے، حج کے سفر میں تجارت کی اجازت دی گئی۔ منیٰ کا اجتماع تو بڑا دینی اور بابرکت اجتماع ہوتا ہے۔ وہاں لوگ کیا کرتے ہیں؟ قربانیاں کرتے ہیں، کھانے پکاتے اور کھاتے ہیں، دعوتیں کرتے ہیں، ملاقاتیں کرتے ہیں، بازار لگتے ہیں تو خرید و فروخت کرتے ہیں۔ نہ تقریریں ہوتی ہیں، نہ وعظ، نہ درس۔ کیا ایک اعلیٰ دینی اجتماع کا یہ نمونہ نگاہوں میں نہیں جچتا۔

پھر، اس اجتماع میں لوگ کثرت سے آئے۔ تحریک کے ساتھ تعلق کے لحاظ سے ہر درجہ کے لوگ آئے۔ دینی لحاظ سے بھی مختلف معیار کے لوگ آئے۔ بعض لوگ تقریروں کے وقت قیامگاہوں میں بیٹھے رہے، بعض بازاروں میں خرید و فروخت کرتے رہے، بعض بادشاہی مسجد اور لاہور دیکھنے بھی نکل گئے۔ بعض خیر خواہوں نے فوراً یہ اندیشہ ظاہر کیا کہ یہ تو میلہ ہو گیا، اجتماع نہ رہا۔ کیا یہ بات خُود انتہائی مسرّت و اطمینان کی بات نہیں کہ یہ سب لوگ کسی اور کے ڈیرے پر جاکر نہ ٹھہرے، ہمارے ڈیروں میں رہے، کسی اور بازار نہ گئے' ہمارے بازار میں ہی رہے۔ اتنی دور سے چل کر آئے، اتنا خرچ کیا، تو ہمارے ہاں آئے، یہاں آنے کے لیے خرچ کیا۔ ہم کو تو اِس پر بُرا منانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ یہی تو ہمارا گوہرِ مقصُود ہونا چاہیے کہ اِس قسم کے

لوگ ہمارے پاس آئیں، ہم سے قریب ہوں، ہماری صحبت سے اُن کی بھی اصلاح اور پاکیزگی کا راستہ کھلے، وہ بھی ہماری طرح راہِ خدا کے مجاہد بن جائیں۔ یہ سب کچھ کیسے ہو گا جب تک وہ ہمارے اجتماع میں نہ آئیں گے۔ ہمارے کاموں اور پروگراموں میں شریک نہ ہوں گے۔

خراب، ناقص، ناکارہ، یا معیار سے کم لوگوں کو ہم اپنے سے دور کیوں رکھیں، ان سے ہم کو اپنے دامن پر داغ لگنے کا اندیشہ کیوں ہو؟ ذات پات پر قائم مذاہب میں گناہ گار ناپاک ہوتا ہے، اس کے چھو جانے سے دھرم ناس ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ دیکھے جانے سے کلنک کا ٹیکا لگ جاتا ہے۔ انبیاؑ اور رُسلؑ تو گناہ گاروں کو اور خطاکاروں کو اپنی آغوشِ رحمت میں سمیٹ لیتے ہیں، ہر قسم کے آدمی کو کلمہ پڑھتے ہی اپنا آدمی بنا لیتے ہیں کمزور اور معیارِ مطلوب سے کم افراد کو اپنے ساتھ لینے سے وہ کمزور نہیں ہوتے نہ اُن کا معیار گرتا ہے، بلکہ کمزور قوی ہوتے ہیں اور اُن کا معیار بلند ہوتا ہے۔ جب خدا کے نیک بندے جمع ہوتے ہیں اور اُس کو یاد کرتے ہیں، تو اللہ کی مغفرت و رحمت ایسے لوگوں کے لیے بھی واجب ہو جاتی ہے جو ذکر کے لیے نہیں، ایسے ہی راہ چلتے آکر اُن کے ساتھ بیٹھ جائیں۔ ہم ایسے لوگ کیوں نہ بنیں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آئے کہ اُن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی محروم اور بد بخت نہیں ہو سکتا (بخاری، مسلم)۔

انسان کو ضعیف و خطاکار بنایا گیا ہے۔ ہمارا کوئی کام خامیوں، نقائص اور کوتاہیوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔ ۲۶ سال کے بعد یہ اجتماعِ عام ہُوا اَور اتنی بڑی تعداد میں لوگ جمع ہوئے۔ ہر پہلو سے خامیاں رہ گئیں، ہر پہلو سے اصلاح اور بہتری کی ضرورت ہے۔ ہم خسارہ میں رہیں گے اگر ہم باریک بینی سے اپنا جائزہ نہ لیں، اپنا احتساب نہ کریں، اپنی اصلاح نہ کریں، اور خوب سے خوب تر کی جستجو جاری نہ رکھیں۔ ہر معرکہ کے بعد ہماری سوچ اور روش تو یہی ہونا چاہیے کہ "ربنا اغفرلنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا"۔ پروگرام کے لحاظ سے، انتظامات کے لحاظ سے، باہمی روابط اور تعلقات کے لحاظ سے، اخراجات کے لحاظ سے، اپنی کوتاہیوں اور خطاؤں، اپنے تجاوزات اور زیادتیوں کا ہمیں اعتراف ہے۔ ہم اس غفور رحیم سے ہی یہ طمع رکھتے ہیں کہ وہ ان ناقص کوششوں کو اپنی مغفرت سے ڈھانپ لے گا اور اپنی رحمت سے نواز دے گا۔

حکمتِ مودودیؒ

ہماری تعمیری کوششیں بے سود ہو جائیں گی اگر ساتھ ساتھ ان کی پشت پر ایک مضبوط رائے عام بھی تیار نہ ہوتی رہے۔ جس طرح تعمیری کاموں کے بغیر کوئی اسلامی انقلاب رُونما نہیں ہو سکتا اِسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ عامتہ الناس میں اسلام کی دعوت پھیلائے بغیر ایسا کوئی انقلاب برپا ہو سکے ۔ ہمیں نہ صرف ہندوستان میں بلکہ حتّٰی الامکان دنیا کے گوشے گوشے میں اپنی آواز پہنچانی ہوگی کیونکہ آج کسی ایک ملک میں کوئی حقیقی انقلاب واقع نہیں ہو سکتا جب تک کہ وسیع پیمانہ پر بین الاقوامی رائے عام اس کی تائید میں تیار نہ کر لی جائے ۔ اربوں انسانوں کو ہمارے پیغام سے واقف ہونا چاہیے کہ وہ اس چیز کو حق مان لیں جس کے لیے ہم اُٹھ رہے ہیں، لاکھوں انسانوں کو ہماری پُشت پر اخلاقی اور عملی تائید کے لیے آمادہ ہونا چاہیے، اور ایک کثیر تعداد ایسے سرفروشوں کی تیار ہونی چاہیے جو بلند ترین اخلاق کے حامل ہوں اور اس مقصدِ عظیم کے لیے کوئی خطرہ ، کوئی نقصان، کوئی مصیبت برداشت کرنے میں تامّل نہ کریں ۔

(رودادِ جماعتِ اسلامی حصّہ اوّل)

مینارِ پاکستان نے دیکھا اور سُنا

حافظ محمّد ادریس

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

مینارِ پاکستان سیر و سیاحت کے شائقین کا پسندیدہ مقام ہے۔ ہر روز سینکڑوں مرد اور عورتیں، بچے اور بوڑھے، دیہاتی اور شہری، پاکستانی اور اجنبی سیاح مینارِ پاکستان کی سیاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں آنے والوں میں تعلیم یافتہ، مہذّب اور فیشن ایبل لوگ بھی ہوتے ہیں اور ان پڑھ، غیر متمدّن اور درماندہ لوگ بھی یہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ سبزہ زاروں، پھلواریوں، پختہ اور صاف گزر گاہوں، بلند اور خوشنما چبوتروں سے گھرا ہوا یہ سر بفلک مینار ہر روز بہت کچھ دیکھتا ہے۔ یہ تاریخ کا امین اور لوگوں کے احوال کا راز دان ہے۔ یہ اس دن اپنے راز کھول دے گا جس دن زمین کو زبان عطا کی جائے گی۔

۱۹۴۰ء میں اسلامیانِ برِصغیر اسی جگہ جمع ہوئے جہاں آج مینارِ پاکستان سر اٹھائے اس تاریخی اجتماع کی یادگار بنا ہر گزرنے والے کا دامنِ دل کھینچتا ہے۔ اسی جگہ ۱۹۴۰ء میں برِصغیر کے چپّے چپّے سے آئے ہوئے غلامانِ محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی آزاد اسلامی ریاست قائم کرنے کا عزم باندھا تھا۔ مختلف زبانیں بولنے والے لوگوں کے جذبات یکساں اور دل کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے ہم آہنگ تھیں۔ ان سب کے جذبات کو بنگال کے سپوت مولوی اے کے ایم فضل الحق نے زبان دی۔ قائد اعظمؒ کی قیادت میں مجمعِ عام نے شیرِ بنگال کی پیش کردہ قرارداد کو یک زبان منظور کیا۔ یہ قرارداد دنیا کے نقشے پر ایک نئی مملکت کی تخلیق کا باعث بنی اور تاریخ میں قراردادِ پاکستان کہلائی۔ اسی تاریخی اجتماع اور قرارداد کی یادگار کا مظہر یہ مینارِ پاکستان ہے۔

۱۹۴۰ء میں اس مقام سے جو قافلہ چلا وہ اپنا سفر طے کر کے منزلِ استقلال تک تو پہنچا مگر یہ

امیہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ وہ اسلامی نظامِ عدل کا گوہرِ مقصود حاصل نہ کر سکا ، بلکہ لادینیت پسند عناصر کی سازشوں نے اسے بکھیر دیا ۔ پھر ایک وقت آیا کہ قائداعظمؒ کے دیس میں ایک ''قائدِ عوام'' اٹھا ۔ جس نے قراردادِ پاکستان کی دھجیاں بکھیر دیں ۔ شیرِ بنگال کی دھرتی سے ایک منہ زور ہاتھی نمودار ہوا جس نے '' بنگلہ بندھو'' کا لقب پایا۔ دونوں نے مل کر اندرا گاندھی کو موقع فراہم کیا کہ وہ صدیوں کا انتقام لے سکے ۔ فتح کے نشے سے بدمست شریمتی پکار اٹھی ''ہم نے نظریۂ پاکستان کو خلیج بنگال میں غرق کر دیا ہے ۔ اور مسلمانوں سے ایک ہزار سال کی حکمرانی کا بدلہ لے لیا ہے'' پاکستان دولخت ہوا ، ملتِ اسلامیہ کا جسم زار و فگار اور اس کی تاریخ داغ دار ہوگئی ۔ مینارِ پاکستان نے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا ۔ ندامت سے اس نے اپنی آنکھیں نیچے جھکالیں ۔

مینارِ پاکستان کی طرح ہر غیرت مند پاکستانی بھی خجالت کے مارے سرافگندہ و پشیمان تھا۔ مگر اہلِ ہمّت کبھی ہتھیار نہیں ڈالا کرتے ۔ کارواں راستہ بھٹک گیا تھا مگر جرس کارواں بنے کچھ لوگ منزل کی نشاندہی کرتے رہے ۔ انہی لوگوں نے مینارِ پاکستان کے دامن میں جادہ و منزل کو اجاگر کرنے اور اندھیری شب میں قندیلیں روشن کرنے کا ارادہ کیا۔ مینارِ پاکستان نے یہ خبر سنی تو اس کی آنکھیں چمک اٹھیں اور چہرہ تمتمانے لگا۔ وہ گھڑیاں اور دن گننے لگا۔ کچھ لوگ ٹولیوں کی صورت میں اس کے قدموں میں آکر بیٹھے ۔ اس نے ان کی باتیں غور سے سنیں ۔ وہ ہر روز آنے والے ہجوم سے یکسر مختلف لوگ تھے ۔ اسے وہ بہت بھلے اور پیارے لگے ۔ انہیں وہ اپنے سینے سے چمٹا لینا چاہتا تھا۔ وہ کئی دنوں تک انہیں پیار بھری نظروں سے دیکھتا رہا ۔ ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ وہ مینارِ پاکستان کے دامن میں ایک عارضی بستی بسانے کے منصوبے اور نقشے تیار کر رہے تھے ۔ ان کی گفتگو سنجیدہ ، ان کے چہرے متین ، ان کی جوانیاں بے داغ اور ان کے سینے حبِ الٰہی اور عشقِ رسولؐ کا مسکن تھے ۔ یہ انوکھے لوگ آتے تو مینارِ پاکستان کا دل باغ باغ ہو جاتا ۔ یہ اسی معاشرے میں رہنے والے لوگ ہیں جس معاشرے سے ہجوم کے ہجوم اور غول کے غول ہر روز یہاں آتے ہیں ۔ مگر ان کا انداز اور ہوتا ہے ، ان کا چلن دُوسرا ہے ۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک بستی بس گئی اور پھر ایک روشن صبح ہر جانب سے عشقِ بلاخیز کے قافلے چل نکلے ۔ ان سب کا رخ مینارِ پاکستان کی طرف تھا۔ ان سب کی منزل یہ نئی اور عارضی خیمہ بستی تھی ۔ کارواں پہ کارواں آتے گئے اور سورج ڈھلنے سے پہلے بستی پوری طرح آباد ہوگئی ۔ یہاں سے ایک قافلہ چلا تھا اور یہاں آج پھر ایک قافلہ آن رکا ہے ۔ وہی بھولا ہوا سبق یاد دلانا مقصود ہے جو تقریباً نصف صدی قبل یہاں کی فضاؤں میں گونجا تھا ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ''۔ اسی سبق کو اب یوں دہرایا گیا ''پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب''۔

مینارِ پاکستان حیرت اور مسرت کے ساتھ سب مناظر دیکھتا رہا ۔ اس نے اپنے پڑوس میں شاہی مسجد کے پر شکوہ میناروں اور گنبدوں سے اپنے دلی جذبات کا اظہار بھی کیا۔ وہ خوش تھا کہ دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کے نمائندے اس کے دامن میں جمع ہیں ۔ مینارِ پاکستان نے دنیا بھر کی خبریں سُن رکھی تھیں ۔ اسے معلوم تھا کہ پاکستان میں نفرتوں کے بیج بونے والوں نے ملّتِ اسلامیہ کو پھاڑ ڈالا تھا۔ کہیں سندھی اور غیر سندھی کے جھگڑے تھے ، کہیں پختون اور غیر پختون کی بحث تھی ، کہیں پنجابی اور بلوچ کے سوال پر تعصّبات کو ہوا دی جارہی تھی اور کہیں مہاجر قومیت کی بنیاد پر قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ مینارِ پاکستان نے دیکھا کہ اب جو قافلے اس کے دامن میں آکر رکے تو ایک بوڑھے سندھی کا بستر ایک مہاجر نوجوان نے اپنے کندھوں پر اٹھالیا ، ایک پنجابی نوجوان نے اردو بولنے والے ایک بزرگ کا استقبال کیا اور انہیں ادب و احترام سے ان کے متعلقہ کیمپ میں پہنچا دیا ۔ نماز کے بعد ایک ضعیف العمر پنجابی کارکن کے جوتے ایک پختون نوجوان نے نہایت ادب و احترام سے اٹھا کر ان کے سامنے رکھ دیے ۔ "یا اللہ یہ نمونے بھی اس قوم میں موجود ہیں ۔ مسرّت کے ساتھ مینار پکار اٹھا ۔ مرقدِ اقبال کی طرف دیکھتے ہوئے مینار نے بے ساختہ اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے سچ ہی تو کہا تھا" خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولؐ ہاشمی "۔

غیر ملکی مندوبین کی آمد کا منظر کتنا پُر شکوہ تھا۔ الجزائر کے شہدا کا نمائندہ بھی یہاں تھا ، مصر کے قافلہ سخت جان کے رہنما بھی آگئے تھے ۔ ارضِ انبیاؑ فلسطین کی لہو ترنگ وادیوں سے مجاہدین کا سرخیل بھی مشکل گھاٹیاں عبور کر کے قافلہ حق میں آملا تھا۔ تیونس کے جیل خانوں کو آباد کرنے والا اور جبر و ظلم کے نظام کے خلاف مسلسل جہاد کرنے والا میرِ کارواں بھی جلوہ افروز تھا، امریکہ کے تاریک ماحول کو منوّر کرنے والے اور یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دینے والے فرزندانِ توحید بھی رونق فرما تھے ، دیارِ مقدس اور مشرقِ وسطیٰ کے ہر خطّے سے ملّت کے بیدار مغز رہنما تشریف لاچکے تھے ، برِاعظم افریقہ کی نمائندگی بھی تھی اور مشرقِ بعید سے آنے والے مہمانانِ گرامی قدر بھی گلستانِ امّت میں بہار کا سماں پیدا کر رہے تھے ۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیڈر بھی جلوہ گر تھے اور بنگلہ دیش (مشرقی پاکستان) کے ثابت قدم قائد بھی مرجع خلائق بنے یہاں تشریف فرما تھے ۔ ترکی کا مردِ بینا بھی آچکا تھا اور پندرہ لاکھ شہدا کی سرزمین افغانستان کے سربکف مجاہدین بھی توجہات کا مرکز تھے ۔ سالارِ قافلہ ، امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان سب کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر رہا تھا۔ مینارِ پاکستان اس منظر پر جھوم اٹھا اور پھر اقبالؒ کو دعائیں دیں کہ اس نے یہ کہا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

اقبالؒ نے جو خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر کا وقت آیا چاہتا ہے ۔ ستاروں کی تنک تابی طلوعِ صبح کا پتہ دیتی ہے ۔ لاکھوں کا مجمع ہے مگر نہ کوئی بد نظمی ہے نہ ہڑبونگ، ہر کام نہایت سلیقے اور تنظیم سے انجام پا رہا ہے ۔ ایک جانب ہزاروں خواتینِ اسلام اپنے کیمپوں میں موجود ہیں۔

اقبالؒ دانائے راز تھا، اس کے دل میں امّتِ مسلمہ کا درد پنہاں تھا۔ اس کی زبان اسلام کی شوکتِ رفتہ کے احیائے کے لئے بانگِ درا تھی ، اس کے اشعار سوتوں کو جگانے کے لئے اذانِ صبح کا درجہ رکھتے تھے ۔ اقبالؒ نے قوم کے ہر فرد کو پکارا مگر اسے جس جوہرِ قابل کی تلاش تھی وہ نایاب تھا۔ اس کی زندگی کے آخری سالوں میں اسے اپنا مطلوب مل گیا ۔ اس نے جواں ہمت و جواں سال ، پاک نظر و پاک باز ، عالمِ باعمل و محققِ بے مثال ، مفسّرِ قرآن و مجاہدِ باکمال سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو دیکھا تو پکار اٹھا کہ گوہرِ مقصود ہاتھ آگیا ۔ سیّد مودودیؒ سے درخواست کی کہ خطۂ پنجاب میں آئیں تاکہ تجدید و احیائے دین کا کٹھن کام سرانجام دیا جاسکے ۔ سیّد نے شاعرِ مشرق کی پکار پر لبیک کہا اور دکن کی سرزمین سے کوچ کر کے شمال کے پانچ دریاؤں کی دھرتی کو مسکن بنایا ۔

اقبالؒ جلد ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے مگر مفکّرِ اسلام نے خدا کے بھروسے پر کام جاری رکھا ۔ گھٹا ٹوپ اندھیروں اور مایوسیوں کے درمیان روشنی کی ایک کرن اور امید کی ایک صدا پٹھانکوٹ کے نزدیک دارالاسلام سے بلند ہو رہی تھی ۔ اقبال لاہور میں میٹھی نیند سو چکے تھے مگر سیّد مودودیؒ نے راتوں کی نیند اور دن کا چین اس مقصد کے لئے قربان کر دیا تھا جس کی جھلک اقبالؒ نے جابجا اپنے درد بھرے مگر ایمان آفریں اشعار میں دکھائی تھی۔ خاکِ راہ کو رازِ الوندی بنانے کا مشکل کام اب سیّد مودودیؒ کے کندھوں پر تھا۔ سیّد مودودیؒ نے ۲۶؍اگست ۱۹۴۱ء کو اقبالؒ ہی کے شہر لاہور میں "عشقِ بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں" منظّم کر کے وادیٔ شوق میں قدم رکھ دیا تھا ۔

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

اقبالؒ کے خواب کے دو حصے تھے ۔ ایک برِصغیر میں ایک آزاد اسلامی ریاست کا قیام اور دُوسرا اس ریاست کو حقیقی اسلامی ریاست بنانا ۔ پہلے حصے کا بیڑا، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ، قائدِاعظم محمد علی جناحؒ نے اٹھایا اور ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی صورت میں وہ خواب پورا ہو گیا ۔ دُوسرے حصے کی تکمیل سیّد مودودیؒ کے ذمے لگ گئی اور انہوں نے اس کے لئے دیوانوں کا ایک قافلہ ترتیب دیا۔ راستہ کٹھن ہے ، زادِ راہ کم اور منزل دور، مگر ایک لگن ہے جو سیّدؒ نے دلوں میں پیدا کر دی تھی ۔ اقبالؒ مینارِ پاکستان کے قریب ہی محوِ استراحت ہے ۔ مینارِ پاکستان ایک

تاریخی مقام ہے ۔ یہیں اقبالؒ کی وفات کے بعد قائدؒ نے اسلامیانِ برِصغیر کو اکٹھا کیا تھا۔ یہاں آج سیّد مودودیؒ کے فدائی جمع ہو رہے ہیں۔ سیّدؒ نے بارہا اپنے چاہنے والوں کے سامنے یہ عملی مثال قائم کی کہ زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ بابرکت ہے وہ زندگی جو بندگیٔ رب اور عشقِ رسولؐ میں گزرے ، اور باعثِ سعادت ہے وہ موت جو اس راہ میں آجائے ۔ اس نے نہ کبھی زندگی سے اتنا پیار کیا تھا کہ اسی کا ہو کر رہ جائے ، نہ موت سے خوف کھایا تھا کہ بزدل بن جائے ۔ اس نے مینارِ پاکستان سے کچھ فاصلے پر ۱۹۶۳ء میں گولیوں کی بوچھاڑ میں اعلان کیا تھا کہ وہ گولیوں سے نہیں گھبراتا اور موت سے نہیں ڈرتا، اور تاریخ نے دیکھا کہ زندگی نے موت کو شکست دے دی تھی ؎

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصّہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

آج چھبیس سال بعد سیّد مودودیؒ کا قافلہ تجدیدِ عہد کے لئے مینارِ پاکستان کا مہمان ہے ۔ سیّدؒ خود موجود نہیں مگر اس کی تعلیمات زندہ ہیں ، اس کی یادیں دلوں میں موجزن ہیں، اس کا نمونہ راستے کا سنگِ میل ہے۔

۸ تا ۱۰ نومبر تین روزہ اجتماع کا پروگرام پہلے سے چھپ چکا ہے۔ ہر شخص کے ہاتھ میں پروگرام کی کاپی ہے۔ اجتماعِ عام کا پہلا سیشن ساڑھے تین بجے بعد نمازِ عصر شروع ہو گا۔ ٹھیک ساڑھے تین بجے پروگرام کا آغاز کر دیا گیا۔ لوگوں نے اپنی گھڑیاں درست کیں۔ ذکرِ حکیم سے آغاز ہوا ۔ مینارِ پاکستان بھی گوش بر آواز تھا، جس طرح مجمع کا ہر فرد تلاوت کی سماعت سے محظوظ ہو رہا تھا۔ آیات نے چھبیس سال پہلے کا اجتماعِ عام آنکھوں کے سامنے تازہ کر دیا تھا۔ وہ اجتماع اکتوبر ۱۹۶۳ء میں باغ بیرون بھاٹی گیٹ میں منعقد ہوا تھا ۔ وہ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے ۔ مینارِ پاکستان کو اس کے بارے میں بہت کچھ یاد تھا آج مینارِ پاکستان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ بندگانِ حق کو اس نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ وہ قرآنِ مجید کی آیات سن رہا تھا اور اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا ۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرو ۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے ۔ یقیناً خدا کے نزدیک بد ترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ۔ اگر اللہ کو معلوم ہوتا کہ ان میں کچھ بھی بھلائی ہے تو وہ ضرور انہیں سننے کی توفیق دیتا ۔ (لیکن بھلائی کے بغیر) اگر وہ ان کو سنواتا تو وہ بے رخی کے ساتھ منہ پھیر جاتے ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو ۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسولؐ تمہیں

اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے ، اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ اور بچو اس فتنے سے جس کی شامت مخصوص طور پر صرف انہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے گناہ کیا ہو ۔ اور جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے ۔ یاد کرو وہ وقت جب کہ تم تھوڑے تھے ، زمین میں تم کو بے زور سمجھا جاتا تھا ، تم ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں مٹا نہ دیں ۔ پھر اللہ نے تم کو جائے پناہ مہیا کر دی ، اپنی مدد سے تمہارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمہیں اچھا رزق پہنچایا ، شاید کہ تم شکر گزار بنو ۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو ، جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو ، اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامان آزمائش ہیں اور اللہ کے پاس اجر دینے کے لیے بہت کچھ ہے“۔

(سورہ انفال : ۲۴ تا ۲۸)

یہاں ہر روز سینکڑوں سیاح آتے ہیں ۔ مینارِ پاکستان لاکھوں انسانوں سے ہر سال متعارف ہوتا ہے ۔ ان کی گفتگو چال ڈھال ، اندازِ بیان ، دلچسپیاں ، سوچ ، منزل ، نصب العین غرض ہر چیز مینارِ پاکستان کے ذہن میں کانٹا بن کر اٹک جاتی تھی ۔ اب جو لوگ مینارِ پاکستان کے مہمان بن کر آئے تھے یہ یکسر مختلف قسم کے انسان ہیں ۔ گالم گلوچ اور بیہودہ گوئی جو ایک فیشن بن چکا ہے ، اس خیمہ بستی کے لاکھوں باسی خدا کے فضل سے اس سے بالکل پاک ہیں ۔ لغویات اور لایعنی کام ان کے شب و روز میں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا ۔ نہ کسی پر تنقید نہ تشنیع ، نہ نفرت کے بول نہ حقارت کا اظہار ۔ مخالفین کا تذکرہ آیا تو ان کا نام بھی شائستگی اور احترام سے لیا گیا ۔ نہ سٹیج سے شعلہ نوائی کے شوق میں کوئی بہکا نہ سامعین میں سے کسی نے کوئی گھٹیا حرکت کی ۔ جگہ تنگ پڑ گئی تو ایثار و اخوت کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا ۔

میرِ کارواں نے بار بار مختلف موضوعات پر انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر سے خطاب کیا۔ اتنا بڑا مجمع دیکھ کر لوگوں کا لہجہ بدل جاتا ہے اور دھواں دھار تقریروں میں نہ معلوم کیا کچھ اول فول فضا میں بکھیر دیا جاتا ہے مگر یہ میرِ کارواں اور اس کے سبھی ساتھی عجیب لوگ ہیں۔ لاکھوں کا مجمع دیکھ کر ان کا سر عجز و انکسار سے جھکا جاتا ہے ۔ خود بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہیں اور سامعین کو بھی بار بار اسی کی تلقین کر رہے ہیں ۔ یہ اسی تلقین اور اندازِ قیادت کا کرشمہ تھا کہ مینارِ پاکستان کے دامن میں پہلی رات کو محفل مشاعرہ جمی تو اس کا رنگ بھی منفرد تھا۔ کلام پڑھنے والوں نے اپنا خونِ جگر اپنے شعروں میں انڈیل دیا تھا۔ ان کے اشعار کی امتیازی شان دردِ دل ، اخلاصِ عمل ، اطاعتِ رسولؐ اور بندگیٔ رب کا اظہار تھا۔ اونچے سے اونچا شعر پیش کیا گیا اور خوب داد ملی

مگر مجال ہے جو کوئی بہکا ہو۔ مینارِ پاکستان کئی شعروں پر جھوم جھوم گیا جبکہ کئی اشعار پر اس کی آنکھیں بے ساختہ بھیگ گئیں ۔

جب ہزاروں کا مجمع محفلِ مشاعرہ سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور رات کی زلفیں بھیگ چکی تھیں تو اس وقت میر کارواں اپنے ارکان کے ساتھ ایک الگ خیمے میں اپنے آپ کو محاسبے کے لئے پیش کر رہا تھا۔ محاسبہ جو زندگی کے لئے بے حد نفع بخش اور تحریک کے لئے زندگی کا ضامن ہوتا ہے ۔ ارکان بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ محاسبے میں نہ ذاتی دشمنی ہے نہ کوئی مفاد وابستہ ۔ یہ خالصتاً خیر خواہی کے جذبے اور اسلامی آداب و احکام کی بجاآوری کی نیت سے پیش کیا گیا ہے۔ مینارِ پاکستان مشاعرے سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا مگر اسے ایک تجسس سا تھا کہ اجتماعِ ارکان میں کیا گفتگو ہو رہی ہے ۔ اس نے جب اجتماع کی چند باتیں گردن جھکا کر سنیں تو عش عش کر اٹھا۔ اس قوم میں قائدین کا محاسبہ! قائدین تو محاسبے سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں۔ مگر یہ کیسے لوگ ہیں کہ بے لاگ محاسبہ بھی کر رہے ہیں اور دل کی گہرائیوں سے اپنے قائد سے محبت بھی کرتے ہیں ۔ قائد نہ محاسبے پر ناراض ہے نہ مایوس ۔ اسے معلوم ہے کہ اس کے ساتھی سوچتے ہیں اور سوچ ہی زندگی کی علامت ہے ۔ وہ دھیمے انداز میں اپنے ساتھیوں کو جواب دے رہا ہے ۔ کوئی جواب سے مطمئن ہو گیا اور کوئی مطمئن نہ ہو سکا۔ جو مطمئن نہ ہُوا اُس کے لئے آئندہ بھی موقع ہے کہ وہ اپنے اشکال پیش کرے اور جواب حاصل کرے ۔ مینارِ پاکستان سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ قائد اتنا طاقتور ہے کہ اس کے پاس وفادار کارکنوں کا ایک لشکر ہے مگر اتنا کمزور کہ کوئی سا لشکری بھی اسے روک کر اس کا محاسبہ کر لے! اور یہ لشکری بھی عجیب ہے کہ ایک جانب دیدہ و دل فرش راہ کر رہا ہے اور دوسری جانب سالار کو ٹوک رہا ہے! ہاں تو تاریخ کے سینے میں جو اسلام محفوظ ہے وہ اپنی اصلی صورت میں جب دھرتی کے سینے پر عمل پیرا تھا تو چشمِ فلک نے بارہا یہی مناظر دیکھے تھے ۔ مینارِ پاکستان خوشی سے جھوم اٹھا کہ اس نے تاریخ کو اپنے آپ کو دہراتے ہوئے دیکھ لیا ہے!۔

اجتماع کے پروگراموں میں وقفے بھی ہوتے ۔ لوگ اپنے اپنے کیمپوں کی طرف لپکتے ۔ اذان ہوتی تو نماز کے پنڈال کا رخ کرتے ۔ فرصت ملتی تو سٹالوں پر کتابیں ، رسالے ، کیسٹ اور دیگر اشیاء دیکھتے اور حسبِ خواہش و حسبِ استطاعت خریداری کرتے ۔ کتابوں کا ایک بازار تھا مگر کوئی فحش تحریر ، مخربِ اخلاق کتاب ، غیر سنجیدہ مجلّہ کہیں نظر نہ آیا۔ لوگوں کی گفتگوؤں کا محور تقریر کے حوالے سے ، کتب و رسائل کے تناظر میں ’پاکستان کی منزل ۔ اسلامی انقلاب‘ ہی رہا ۔

پروگراموں میں درسِ قرآن و حدیث بھی ہوئے ، سیاسی ، معاشی ، تعلیمی ، معاشرتی ، عالمی موضوعات پر تقاریر بھی کی گئیں، مگر کوئی بھی موضوع ایسا نہ تھا جس پر گفتگو کرنے والے نے اپنی تقریر میں قرآن و سنّت کے حوالے نہ دیئے ہوں ۔ پورا ماحول قرآن کی روشنی سے منوّر اور حدیث کی خوشبو سے معطر رہا۔ پاکستان سے باہر کے مہمانوں نے بھی خطابات سے نوازا اور جہاں مجمع کو ایمان افروز پیغام دیئے وہاں اس بات کا بھی اعتراف کیا کہ اس منظم ، پر شکوہ، عظیم الشان اور کثیر التعداد اجتماعِ عام نے خود ان کو ولولۂ تازہ بخشا ہے ۔ مینارِ پاکستان نے بڑے بڑے ہجوم تو کئی بار دیکھے تھے مگر تعداد اور نظم و ضبط کے لحاظ سے اتنا بڑا مجمع کبھی اس سے قبل وہ نہ دیکھ سکا تھا ۔

شاہی مسجد کے مینار بھی مینارِ پاکستان کی خوشیوں میں شریک تھے ۔ اورنگ زیبؒ نے جس محبت اور لگن کے ساتھ اس عظیم الشان مسجد کو تعمیر کروایا تھا اس کی یادیں مسجد کے در و دیوار اور سقف و بام کے رگ و پے میں اب تک زندہ ہیں ۔ اورنگ زیبؒ ایک مجاہد تھا ، فاتح تھا ، درویش تھا اور عابد و زاہد تھا۔ اس کے دم قدم سے اسلام دشمن خوف زدہ تھے اور اہلِ حق غالب و سربلند ۔ اس نے آنکھیں موندیں تو فتح و نصرت نے بھی آنکھیں پھیر لیں ۔ آج پھر ضرورت ہے کہ جذبۂ جہاد و درویشی کے امتزاج سے تجدیدِ عہد کر کے ایک کارواں وادیٔ عشق و شوق میں اترے ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے اس کارواں کو اپنے سائے میں اترتے اور تین دن تک یہاں قیام کرتے دیکھا۔ دن کی روشنی میں اور رات کی خاموشی میں ، صبح کی خنک پر سکون گھڑیوں میں اور دوپہر کے چمکتے سورج کی تمازت میں ، نماز میں سجدہ ریز حالت میں اور جلسہ گاہ میں پر جوش نعروں کی گونج میں ، ذکر و تسبیح میں مشغول اور دور دراز سے آئے ہوئے برادرانِ اسلام سے بغل گیر ، میناروں نے انہیں ہر حال میں خدا خوف و خدا یاد پایا ۔ شاہی مسجد کے میناروں نے مینارِ پاکستان سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا "شاید اقبالؒ کی روح کو اب قرار آجائے۔ ایک عالمِ نَو پیدا ہونے کا سامان نظر آرہا ہے" ؎

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا ، وہ عالمِ پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ!

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیے ہیں انداز خسروانہ!

مینارِ پاکستان نے اس بات کی تصدیق کی اور مجمع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبالؒ ہی کی زبانی اپنے

جذبات واحساسات کی یوں ترجمانی کرنے لگا ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کُشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دلِ بے نیاز
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

۱۰ نومبر نمازِ جمعہ کے بعد اختتامی دعا کے ساتھ میرِ کارواں اپنے لشکریوں کو رخصت کر رہا ہے۔ ہر زبان پر دُعا، دل میں جذبۂ عمل، آنکھوں میں اشک اور حافظے میں حَسین یادیں ہیں۔ الوداع کا منظر کتنا عجیب ہے۔ سورج مغرب میں غروب ہونے کو ہے۔ قافلے جا رہے ہیں۔ مینارِ پاکستان باچشمِ تر انہیں الوداع کہہ رہا ہے۔ وہ پُوچھنا چاہتا ہے کہ اے مہمانانِ عزیز پھر کب آؤ گے؟ مگر چپ ہے کہ مہمانانِ عزیز آپس میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے ہیں۔ گلوگیر آوازیں پتہ دیتی ہیں کہ یہ جُدائی ان پر بھی شاق ہے مگر ان کا میدانِ عمل بھی تو ان کا منتظر ہے۔ یہاں سے انہوں نے جو کچھ پایا ہے اب اسے جا کر میدان عمل میں استعمال کرنا ہے۔ ہر جانب الوداع کی آوازیں اور الفراق کا منظر ہے۔ دو تین روز پہلے یہی قافلے ہر سمت سے مینارِ پاکستان کی جانب اُمنڈے چلے آ رہے تھے، آج یہ مینارِ پاکستان سے مختلف سمتوں میں رواں دواں ہیں۔ مینارِ پاکستان بھی بس صرف اتنا کہہ سکا "الوداع الوداع اور قافلے رواں دواں رہے"۔

اجتماع میں دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمائندگی تھی۔ ہر مقرر کی تقریر کا لُبِّ لباب یہ تھا کہ "اللہ کی رضا ہمارا مقصود ہے"۔ میرِ کارواں نے بارہا اس بات کا اظہار کیا کہ یہ اجتماع عالمِ اسلام کا نمائندہ اجتماع ہے اور ہمارے درمیان قومیتوں کے ناموں پر قائم ہونے والی سرحدیں استعمار کی قائم کردہ ہیں۔ ہم ملّتِ واحدہ ہیں، ہمارا مقصود رضائے الٰہی اور ہمارے قائد محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرِ کارواں دنیا بھر سے آئے ہوئے مہمانوں کی رفاقت میں مینارِ پاکستان کے گیٹ پر آیا تو مینارِ پاکستان اور شاہی مسجد کے مینار بیک وقت پکار اٹھے۔ شاہی مسجد کے میناروں نے کہا "اقبالؒ نے جو دعوت دی تھی وہ حسرت نہیں رہی، اب حقیقت بن گئی ہے۔ اقبالؒ کو خوش خبری اور مبارک ہو"۔

تو ابھی رہگزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر!
مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر!
جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر!

مینارِ پاکستان نے بھی اقبالؒ کو مبارکباد دی اور اس کے خوابوں کی تعبیر سامنے آنے پر شادمانی کا اظہار کرتے ہوئے میرِ کارواں کو الوداعی نظروں سے دیکھا اور کہا یہ میرِ کارواں اور اس کے تمام لشکری ختم الرسلؐ کی رہنمائی و قیادت میں وادیٔ شوق کا سفر طے کرنے کا جو عزم رکھتے ہیں وہ بھی قابلِ صد مبارکباد ہے۔ اقبالؒ نے سچ کہا تھا ؎

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

اور مَیں نے مینارِ پاکستان کو اطمینان دلایا کہ تم آئندہ بھی ایسے مناظر بار بار دیکھو گے!

پروگرامِ اجتماعِ عام

۸/۹/۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ

مینارِ پاکستان لاہور

۸ نومبر بروز بدھ

۱۲ بجے تک ــــ آمد

۸ بجے صبح تا ۳ بجے شام ــــ رجسٹریشن

۱۲ تا ۳۰-۱۲ ــــ طعام

۱-۳۰ ــــ نمازِ ظہر

۳-۱۵ ــــ نمازِ عصر

پہلا اجلاس ۳-۳۰ تا ۵-۰۰ بجے شام صدارت: امیرِ جماعت

۳-۳۰ تا ۳-۴۵ تلاوتِ قرآن مع ترجمہ ــــ (الانفال آیات ۲۰ - ۲۹)

۳-۴۵ تا ۴-۰۵ اِفتتاحی خطاب ــــ امیرِ جماعت

۴-۰۵ تا ۴-۳۵ رپورٹ جماعتِ اسلامی پاکستان ــــ قیمِ جماعت

۴-۳۵ تا ۴-۵۵ ہدایات و اعلانات ــــ ناظمِ اجتماع

دُوسرا اجلاس ۵-۴۵ تا ۷-۱۵ بجے شام صدارت: محترم میاں طفیل محمد

۵-۴۵ تا ۶-۲۵ انقلابی کردار: ایمان، جہاد اور دعوت ــــ خرم مُراد

۲۵ـــ۶ تا ۰۵ـــ۷ انقلابی جماعت : رُحَمَآءُ بَیْنَھُم ـــــ سید منور حسن

۰۵ـــ۷ تا ۱۵ـــ۷ صدارتی کلمات

۴۵ـــ۷ نمازِ عشاء ۱۵ـــ۸ تا ۱۵ـــ۹ طعام

۰۰ـــ۱۰ تا ۰۰ـــ۱۲ (۱) اجتماعِ ارکان

(۲) متوازی پروگرام: ویڈیو فلمیں، مشاعرہ، ادبی اجتماعات

۹ ر نومبر بروز جمعرات

۳۰ـــ۵ نمازِ فجر

۴۵ـــ۵ تا ۵۵ـــ۵ تذکیر بالحدیث ـــــ مولانا فتح محمد

۰۰ـــ۶ تا ۰۰ـــ۹ وقفہ برائے تیاری ناشتہ اور روابط

تیسرا اجلاس ۰۰ـ۹ تا ۴۵ـ۱۰ بجے صبح

۰۰ـــ۹ تا ۳۰ـــ۹ درسِ قرآن (سارعوا .... للمتقین) ـ حافظ محمد ادریس

۳۰ـــ۹ تا ۴۰ـــ۱۰ کلیدی خطاب ـــــ امیرِ جماعت

۴۵ـــ۱۰ تا ۱۵ـــ۱۱ وقفہ

چوتھا اجلاس ۱۵ـ۱۱ تا ۰۰ـ۱ بجے صدارت : پروفیسر غفور احمد

۱۵ـــ۱۱ تا ۳۵ـــ۱۱ نوجوان : اسلامی انقلاب کا ہراول دستہ ـ لیاقت بلوچ

۳۵ـــ۱۱ تا ۵۵ـــ۱۱ اسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار ـ نعیم صدیقی

۵۵ـــ۱۱ تا ۴۰ـــ۱۲ ہم ملک میں کیا معاشی تبدیلیاں لائیں گے؟ پروفیسر خورشید احمد

۴۰ـــ۱۲ تا ۵۵ـــ۱۲ صدارتی کلمات ـــــ اعلانات

۰۰ـــ۱ تا ۰۰ـــ۳ وقفہ نمازِ ظہر، طعام، روابط

۳۰ـــ۳ نمازِ عصر

پانچواں اجلاس ۰۰ـ۴ تا ۰۰ـ۵ بجے صدارت: مولانا جان محمد عباسی

۰۰ـــ۴ تا ۴۵ـــ۴ پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا کردار ـ چودھری رحمت الٰہی

۴۵ـــ۴ تا ۰۰ـــ۵ صدارتی کلمات

۰۰ـــ۵ تا ۰۰ـــ۸ وقفہ برائے نمازِ مغرب، طعام

۳۰ـــ۷ نمازِ عشاء

چھٹا اجلاس ۸-۱۵ تا ۱۱-۰۰ بجے — صدارت: امیرِ جماعت

جلسۂ عام

محترم امیرِ جماعت، مولانا جان محمد عباسی، پروفیسر غفور احمد
و دیگر قائدین

۱۰ر نومبر بروز جمعہ

۵-۳۰ — نمازِ فجر

۵-۴۵ — تذکیر بالحدیث ــــــــ مولانا عبدالحق بلوچ

۶-۰۰ تا ۹-۰۰ — وقفہ برائے تیاری، ناشتہ اور روابط

ساتواں اجلاس ۹-۰۰ تا ۱۲-۰۰ بجے — صدارت: امیرِ جماعت

۹-۰۰ تا ۹-۳۰ — درسِ قرآن (قل ان کان آباؤکم... الفاسقین) ـ مولانا گوہر رحمٰن

۹-۳۰ تا ۱۲-۰۰ — مذاکرہ ــــ عالمی اسلامی تحریک

اس موضوع پر اپنی تحریکات کے حوالے سے، توقع ہے کہ امیرِ جماعتِ اسلامی بنگلہ دیش، امیرِ جماعتِ اسلامی ہند، مرشدِ عام الاخوان المسلمون، نجم الدین اربکان (ترکی) ــــ شیخ راشد الغنوشی (تیونس)، استاذ محفوظ النحناح (الجزائر) اور انگلستان و امریکہ میں تحریکی حلقوں کے سربراہ اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے۔

اعلانات

۱۲-۰۰ تا ۱-۰۰ — وقفہ تیاری جمعہ

آٹھواں اجلاس ۱-۰۰ تا ۲-۳۵ بجے

۱-۰۰ تا ۱-۴۵ — خطبۂ جمعہ (اختتامی خطاب) ــــ امیرِ جماعت

۱-۴۵ تا ۲-۱۵ — نمازِ جمعہ

اور دعا

طعام و روانگی

اِفتتاحی خطاب

قاضی حُسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثناء کے بعد!

میرے عزیز بھائیو، محترم بہنو، السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اتنی کثیر تعداد میں اس شہر میں پھر اکٹھا کر دیا، جس شہر میں آج سے ۴۸ برس قبل مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ۷۵ افراد نے یہ بیڑا اٹھایا تھا کہ وہ اُمّتِ مُسلمہ کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر سے یاد دلائیں گے، اُمّتِ مُسلمہ کا شیرازہ پھر سے مجتمع کریں گے ، اور انہیں پھر سے اسی کام پر لگادیں گے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو بھیجا ہے۔ ۷۵ افراد کے اخلاص اور ان کی پیہم اور مسلسل کوششوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج پاکستان کی گلی گلی، کوچے کوچے، شہر شہر، قریہ قریہ کے نمائندے یہاں موجود ہیں۔ بہنیں بھی آئی ہیں، بیٹیاں بھی آئی ہیں ، بزرگ بھی آئے ہیں، نوجوان بھی آئے ہیں، بچے بھی آئے ہیں اور پوری قوم کی نمائندگی کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں اس اجتماع میں موجود ہیں۔

برادرانِ عزیز، اور محترم خواتین! مینارِ پاکستان وہ مقام ہے جہاں قراردادِ پاکستان منظور ہوئی، جہاں اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ امّتِ مسلمہ کو ایک مرکز اور محور عطا کرنے کیلیے ، اور مسلمانوں کو اسلامی طریقِ زندگی اور اسلامی عقیدے کی بنیاد پر اپنی زندگی کو استوار کرنے کیلیے، ایک ملک بنایا جائے گا۔ اُسی مینارِ پاکستان کے سائے میں ہم اس وقت جمع ہیں۔

ہم اس شہر میں جمع ہیں، اور اس مقام پر جمع ہیں، جہاں ہم سے چند سو گز کے فاصلے پر سیّد علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آخری آرام گاہ ہے۔ وہ اس شہر میں معرفت ، علم اور

توحید کا خزانہ تقسیم کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔

شاہی مسجد ہمارے سامنے ہے۔ ہم اس کے سائے میں اور اس کی دیوار کے قریب یہ اجتماع منعقد کر رہے ہیں اور شاہی مسجد کی تعمیر اس بادشاہ نے کی تھی جس کے بارے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؎

درمیانِ کارزارِ کفر و دیں ترکشِ ما را خدنگِ آخریں

یعنی کفر و اسلام کی جنگ میں ہمارے ترکش کا آخری تیر تھا۔

قریب ہی علامہ اقبالؒ کی آرام گاہ ہے، جنہوں نے اس وقت امید کی شمع روشن کی جب ہند و پاک کے مسلمانوں پر تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور امتِ مسلمہ کی عظیم الشان عمارت ملبے کے ایک ڈھیر میں تبدیل ہو گئی تھی ۔ ہم اس شہر میں جمع ہیں، جہاں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں، جنہوں نے مایوسی اور تاریکی کے دور میں کمرِ ہمّت باندھ لی ، اور لوگوں کو پکارا کہ آؤ ، امتِ مسلمہ کی اس گری ہوئی عمارت کو نئے سرے سے تعمیر کریں! انہوں نے خود اینٹیں اٹھائیں، اور لوگوں کو بھی امتِ مسلمہ کی تعمیرِ نو کے لیے جمع ہونے کے لئے پکارا اور اس مقصد کے لئے ایک جماعت کی بنیاد رکھی۔

آج ہم بہت بڑی تعداد میں اس وقت یہاں جمع ہیں۔ ہم یہ عزم کرنے اور یہ عہد کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہم انشاء اللہ اس پاکستان کو وہی پاکستان بنائیں گے جس مقصد کے لیے یہ بنا تھا۔ ہم اس پاکستان میں اللہ کی شریعت نافذ کر کے رہیں گے۔ ہم اس پاکستان میں انشاء اللہ فساق اور فجار کی حکمرانی قائم نہیں رہنے دیں گے۔ ہم بے دینی ، ظلم ، فحاشی اور بے حیائی کے اس دور کو ختم کر دیں گے ۔

ہمارے ان اجتماعات کے مقاصد کیا ہیں؟

ایک دوسرے سے روشنی حاصل کرنا، آپس میں مشورہ کرنا، ایک دوسرے کے تجربات سے فائدہ اٹھانا، ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرنا، یکجہتی کا اظہار کرنا، اس اجتماع کا مقصد ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم اس لیے اکٹھے ہوئے ہیں کہ ہم ایسے معاشرے کی عملی مثال قائم کریں جو معاشرہ ہم اس ملک میں بنانا چاہتے ہیں۔ ہم نے ایک چھوٹے پیمانے پر یہاں ایک بستی آباد کی ہے، ایک شہر آباد کیا ہے۔ اس شہر ، اس بستی کی طرف ساری قوم کو ہم نے بلایا ہے۔ ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم پورے ملک کو اس طرح تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس طرح ہم نے اس بستی کو تعمیر کیا ہے ۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے اس اجتماع کو اسلامی طرزِ معاشرت کا حقیقی نمونہ بنا دیں ۔

اسلامی طرزِ معاشرت کا سب سے بنیادی وصف یہ ہے کہ اس کے ہر فرد کے دل میں خشیتِ الٰہیٰ ہو۔ جب دل میں اللہ کی یاد ہو، تو اس کی جھلک نشست و برخاست میں بھی نظر آتی ہے ۔ اس کی جھلک لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں بھی نظر آتی ہے۔ اس لیے ہمارا یہ اجتماع اور یہاں کا معاشرہ ایثار و قربانی اور محبت کا اجتماع ہونا چاہیے ۔

یہاں نظم و ضبط اور ڈسپلن بھی بہت ضروری ہے، سمع و طاعت، نظم و ضبط اور ڈسپلن کا نمونہ ہمیں پیش کرنا ہے۔ ہمیں صفائی اور نفاست کا نمونہ بھی پیش کرنا ہے۔ صفائی ایمان کا حصہ ہے، مگر اس کو مسلمان بھول گئے ہیں کہ صفائی بھی ہمارے ایمان کا کوئی حصہ ہے۔

میں جماعت کے تمام ذمہ داران کو یہ یاد دلاتا ہوں کہ وہ اس اجتماع میں ایک منظّم قوت کی حیثیت سے موجود ہیں ۔ یہ اجتماع کوئی بھیڑ نہیں ہے، یہ ایک منظّم جماعت کا اجتماع ہے۔ اس جماعت کا ایک امیر ہے، مرکزی ٹیم ہے، شوریٰ ہے، صوبائی اور ضلعی امراء ہیں، مقامی اور تحصیل کے امراء ہیں اور حلقوں کے ناظمین ہیں۔ یہ تمام لوگ یہ سمجھ لیں کہ وہ اپنے اپنے کام سے فارغ نہیں ہو گئے ہیں۔ وہ اس اجتماع کے اندر بھی اپنی اپنی ذمہ داری سنبھالے رکھیں۔ اپنے لوگوں کے ساتھ رہیں۔ امیرِ صوبہ صوبے میں رہے، امیرِ ضلع اپنے ضلع میں، امیرِ شہر اپنے شہر میں اور ناظمِ حلقہ اپنے حلقے میں، اپنے اپنے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں اور ان کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں۔

جس طرح آپ محنت کر کے سارے ملک سے لوگوں کو اکٹھا کر کے لائے ہیں، اسی طرح لاہور شہر کے کارکنوں نے محنت کر کے پورے شہر کو آپ کے استقبال کیلیے تیار کیا ہے، اور سجایا ہے۔ ناظمِ اجتماع لیاقت بلوچ صاحب اور ان کے ساتھی کارکنوں نے ڈیڑھ مہینے سے مسلسل محنت کی ہے، اور بیس دن سے تو وہ یہاں سے ہٹے نہیں ہیں، بلکہ اس مینارِ پاکستان میں کیمپ لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔ یہ ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے کہ آج آپ یہ سارے انتظامات دیکھ رہے ہیں ۔ اگر یہاں کوئی ہڑبونگ مچے تو یہ انتظامات درہم برہم ہو سکتے ہیں ۔ اگر منتظمین کی طرف سے سہولتیں مہیا کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہو تو اپنے نظم و ضبط سے آپ خود ہی اس خامی کو دور کر لیں ۔

برادرانِ عزیز اور محترم خواتین! ہم یہاں عبادت کیلئے آئے ہیں، ہم یہاں اللہ کی بندگی کا نمونہ پیش کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ہم کسی کے مہمان نہیں ہیں، ہم میں سے ہر ایک یہاں میزبان ہے۔ یہاں کے انتظامات میں کمی اور خامی ہو سکتی ہے، آپ جس طرح کے کھانے پینے، رہائش اور آرام کی سہولتوں کے عادی ہیں، ظاہر ہے کہ اس عارضی جگہ میں ، کھلے آسمان کے نیچے اس خیمہ بستی

میں ہم آپ کو وہ سہولتیں فراہم نہیں کر سکتے ۔ یہ تو اللہ کا احسان ہے کہ موسم بہت اچھا ہو گیا ہے ، ورنہ موسم خراب بھی ہو سکتا ہے اور آندھی بھی آسکتی ہے ۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اگر آپ میں سے ہر ایک یہ سمجھ لے کہ وہ ایک میزبان ہے تو انشاءاللہ یہ نظام بھی درست رہے گا، اور آپ کو کسی سے کوئی گلہ شکوہ بھی نہیں ہو گا۔

لہٰذا میں تمام ذمہ داران سے گزارش کروں گا کہ وہ پوری تندہی اور مستعدی سے اپنے فرائض سنبھالیں ۔ ہڑبونگ مچانے کی کسی کو اجازت نہ دیں ۔ سب لوگ وقت پر نماز پڑھنے کیلئے آئیں، نماز باجماعت میں شریک ہوں، سب لوگ ٹھیک وقت پر پروگرام میں پہنچیں ، اور ٹھیک وقت پر تمام پروگرام شروع ہونے چاہئیں ۔ وقت پر کھانا تقسیم ہونا چاہیے اور وقت پر ختم ہونا چاہیے، لیکن یہ سارے کام جو ناظمین بھی کریں وہ اپنے ساتھیوں کو ڈسپلن کا عادی بنانے کی کوشش کریں اور ان سے میری گزارش ہے کہ وہ یہ کام کریں تو محبت کو ذریعہ بنائیں۔ درشتی اور سختی سے کام نہ لیں۔ محبت بہت بڑی قوت ہے۔ محبت سے بات سمجھانے میں بہت خیر ہے، اس کے نتیجے میں مسلمانوں کے دل آپس میں جڑتے ہیں ۔ نرمی کے ساتھ، شیریں گفتاری کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کیجئے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیجئے۔

برادرانِ عزیز اور محترم خواتین! ہم جن حالات میں یہ اجتماع منعقد کر رہے ہیں وہ آپ کو معلوم ہیں ۔ افغانستان میں مجاہدین روسیوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی جنگی طاقت کو اپنی قوت سے اپنے ملک سے باہر نکال کر پھینک دیا گیا، لیکن ساری دنیا ، روس، امریکہ ، یورپ ، یہود اور بھارت یہ سازش کر رہے ہیں کہ مجاہدین کو ان کی فتح کے ثمرات سے محروم کر دیں۔ بد قسمتی سے مجاہدین کا آپس میں وہ اتفاق نہیں، جو ہونا چاہیے ۔ ہمیں اس بارے میں مجاہدین کے رہنماؤں سے شکوہ ہے۔ ۱۵ لاکھ کی تعداد میں افغان شہید ہو چکے ہیں اس کے ساتھ مجاہدین نے ، سارے افغانوں نے، اور ان کے ساتھ پاکستان کے مسلمانوں نے، جتنی بڑی قربانی دی، ساری دنیا کے مسلمان ان کے ساتھ یہاں آکر جس طرح جہاد میں شریک ہوئے ، اس کا تقاضا یہ تھا کہ مجاہدین رہنما اپنے اوپر کسی کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ دیتے۔ ساری دنیا کے کفار ، ساری دنیا کے اشرار اکٹھے ہیں کہ ان کو آپس میں ملنے نہ دیں، ان کے درمیان تفرقہ برپا کر دیں ، ان کے درمیان نفاق ڈال دیں، لیکن ہم ان سے یہ درخواست کرتے ہیں، بلکہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی صفوں کو درست کریں اور اغیار کی سازشوں کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

ادھر ہمارے ملک میں بھی ایک ایسی حکومت مسلط ہے، جس کی پشت پر ہندو ، سوویٹ لابی ہے۔ یہودی ، روسی اور بھارتی لابی نے اس حکومت کو برسرِ اقتدار لانے کیلئے کام کیا ہے۔ اس لیے اس حکومت سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ یہ مجاہدین کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرے گی۔ یہ مجاہدین کا اپنا فرض ہے کہ وہ اپنی صفیں درست کریں، اور اپنے گھر کے معاملات کی اصلاح کریں۔

ہم ایسے وقت میں جمع ہوئے ہیں جب فلسطین میں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے۔ "انتفاضہ المبارکہ" کے نام سے ایک زبردست تحریک وجود میں آچکی ہے، جن کا نعرہ اللہ اکبر ہے ، اور جن کا مرکز اللہ کا گھر ہے اور جن کے بچے بھی اس تحریک میں شامل ہیں۔

ہم ایک ایسے وقت میں جمع ہوئے ہیں کہ کشمیر کے مسلمان بھی اپنی آزادی کیلئے خود اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں۔ ہم ایک ایسے وقت میں جمع ہوئے ہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو قتل کیا جارہا ہے اور ان کی نسل کشی کی جارہی ہے ۔

فلسطین اور کشمیر کے مسلمان ہمیں پکار رہے ہیں، افغانستان میں مجاہدین کو مدد پہنچانے کی ضرورت ہے، لیکن ایسے موقع پر ہماری حکومت رقص و موسیقی اور جوئے میں پوری قوم کو مبتلا کرنا چاہتی ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے وہ فحاشی پھیلا رہی ہے۔ ہم اکٹھے ہوئے ہیں، تاکہ ہم اس ملک کی باگ دوڑ ان لوگوں سے واپس لینے کا عزم و عہد کریں، ہم اس ملک کے اندر اسلامی انقلاب برپا کریں، تاکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے ایک مرکز اور ایک محور مہیا کر سکیں۔

پاکستان اسی لیے بنا تھا، اور اسی مقصد کی تکمیل کے لیے درحقیقت ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس اجتماع کو اپنے مقاصد حاصل کرنے میں کامیابی دے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم جہاد فی سبیل اللہ کا عزم لے کر یہاں سے جائیں ۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم یہ چند دن اللہ کی یاد میں، اس کی عبادت میں گزاریں ۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم پاکستان کے عوام کو روشنی دکھا سکیں، اور ان کے روشن مستقبل کیلئے قربانی دے سکیں۔

میں آخر میں آپ حضرات کو خوش آمدید کہتا ہوں، اور آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس اجتماع کے ایک ایک لمحہ کو قیمتی سمجھیں ، کوئی وقت ضائع نہ کریں، وقت کی پابندی کریں ، ٹھیک وقت کے مطابق اپنے پروگرام شروع کریں۔ مستعدی اور چستی دکھائیں اور یہ ثابت کردیں کہ آپ مجاہدینِ فی سبیلِ اللہ ہیں۔ ایک بات میں یہ بھی عرض کروں گا کہ آدمی چاہتا ہے کہ وہ اپنے جذبات کا اظہار کرے۔ اس کے لیے ہم نے کچھ نعرے تجویز کیے ہیں۔ وہ نعرے آپ کو بتا بھی

دیے جائیں گے ۔ مختلف جگہوں پر ، جلسے اور جلوسوں میں، طرح طرح کے جو نعرے لگائے جاتے ہیں، یہاں ان کا موقع نہیں ہے۔ آپ کو ایسے نعرے سکھائے جائیں گے جن سے عزمِ جہاد بھی ٹپکتا ہو، جن میں یادِ الٰہی بھی ہو اور جن میں اللہ کی کبریائی بیان کی گئی ہو۔ اس لیے آپ سے گزارش کروں گا کہ جب تک آپ کو باقاعدہ نعرے سکھائے نہ جائیں ، اور یہاں سے بتائے نہ جائیں، جگہ جگہ سے مختلف لوگ اپنی طرف سے کوئی نعرے نہ لگائیں۔ آپ یہاں نعرے لگانے کیلئے درحقیقت اکٹھے بھی نہیں ہوئے ۔ آپ کا یہ اجتماعِ عام دعوتی اور تربیتی اجتماع ہے۔ آپ سب عبادت کیلئے اور سیکھنے کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں ۔ انشاءاللہ نعروں کیلئے آپ کو اور دوسرے مواقع ملیں گے۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المؤمنین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قافلۂ حق کی چھ سالہ رُودادِ سفر

چودھری محمد اسلم سلیمی
قیّم جماعتِ اسلامی پاکستان

(رپورٹ جماعت اسلامی پاکستان یکم اپریل ۱۹۸۳ء تا ۳۰ جون ۱۹۸۹ء کے اہم پہلو)

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس ذات باری تعالیٰ نے ایک طویل عرصے کے بعد اتنے عظیم الشان پیمانے پر پھر ہمیں کل پاکستان اجتماع عام میں جمع ہونے کا موقعہ مرحمت فرمایا ہے، تاکہ تین دن تک ہم سب ایک ساتھ رہیں اور ہمارے اندر باہمی محبت اور ہم آہنگی میں اضافہ ہو، ہم اپنے اصحابِ امر کو قریب سے دیکھیں اور ان کا آزادانہ محاسبہ بھی کر سکیں اور ہمارے یہ اصحابِ امر پورے ملک میں پھیلے ہوئے اپنے راہِ حق کے جان نثار ساتھیوں سے براہِ راست واقف ہوں، پھر مستقبل میں کام کا نقشہ ہمارے سامنے آئے، اور ہم میں سے ہر شخص اپنے گھر واپس پہنچ کر اپنے میدانِ عمل میں پوری یکسوئی، تندہی، جانفشانی اور جذبۂ جہاد کے ساتھ، ایک ولولۂ تازہ اور ایک ناقابلِ تسخیر جذبۂ عمل لے کر اپنے لائحہ عمل اور منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں لگ جائے، اور ہم ۱۸۶۰ کلومیٹر طویل اور ۸۸۵ کلومیٹر عریض قریباً آٹھ لاکھ مربع کلومیٹر رقبے کے اس خطّۂ زمین پر اللہ کے دین کو قائم کر کے اسلامی انقلاب برپا کرنے کی کامیاب سعی کریں۔

محترم امیر جماعت! قابلِ احترام بہنو اور مکرم و محترم بھائیو، عزیز نوجوانو!

آپ جانتے ہیں کہ جماعتِ اسلامی محدود معنی میں نہ ایک سیاسی جماعت ہے اور نہ محض مذہبی جماعت، بلکہ یہ ایک ہمہ گیر دینی تحریک ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو اللہ کے رنگ میں رنگنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے۔ اس بنا پر جماعتِ اسلامی کی سرگرمیوں کا دائرہ بھی بڑا وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ جماعت ہر شعبۂ زندگی میں اور معاشرے

کے ہر طبقے میں جن میں کسان ، مزدور ، علماء ، وکلاء، اساتذہ ، طلبہ ، تاجر ، انجنیئر ، ملازمین اور خواتین سب شامل ہیں ، کام کر رہی ہے ۔ ان سب طبقات میں جماعت کے ہزاروں مخلص و مجاہد کارکن ، مرد اور خواتین اپنی تمام قوتیں محض اللہ کی رضاجوئی کے لیے جماعت کے ہمہ گیر کام کو آگے بڑھانے کے لیے کھپا رہے ہیں ۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ان ہزاروں کارکنوں کی سوا دو ہزار سے زائد دنوں کی کارکردگی کی رپورٹ تیس منٹ کے اندر بیان کرنا ایک مشکل کام ہے ۔ اس لیے یہ طے کیا گیا کہ سوا چھ سالہ کارکردگی کی ایک جامع رپورٹ تو حسبِ سابق تیار کر کے شائع کر دی جائے اور اس کے صرف نمایاں پہلو اس وقت بیان کر دیے جائیں ۔ میں اپنی گزارشات کو چار موضوعات میں تقسیم کر کے پیش کر رہا ہوں ۔

موضوعات:

۱ ۔ تنظیمِ جماعت
۲ ۔ دعوت و تبلیغ کا کام
۳ ۔ ملک کی عمومی و سیاسی صورتحال اور جماعت کا کردار
۴ ۔ جہادِ افغانستان اور مہاجرین کی امداد
(۔ بیرون ملک کام ، دورے اور جماعت کے اثرات
(۔ برادر تنظیموں کے بارے میں معلومات اور حالات

جو وقت کی کمی کی وجہ سے شامل نہیں کئے جا سکے ۔ شائع شدہ رپورٹ میں انشاءاللہ آ جائیں گے ۔

(۱) تنظیمِ جماعت اور تنظیمی قوت

۔ عرصہ رپورٹ میں ارکان میں ۳۷ فی صد اضافہ ہوا ہے اور ان کی تعداد ۴۴۳۰ سے بڑھ کر اب ۶۰۴۴ ہو گئی ہے ۔ ان میں ۳۲۱ خواتین ہیں ، جن کی تعداد میں سو فیصد اضافہ ہوا ہے ۔ ۱۹۸۳ء میں ان کی تعداد ۱۶۰ تھی ۔

۔ مقامی جماعتیں ۵۲۹ سے بڑھ کر ۶۱۹ ہو گئی ہیں ، اور حلقہ ہائے جماعت کی تعداد ۲،۸۵۸ سے بڑھ کر اب ۳،۰۹۵ ہو گئی ہے ۔ ان میں خواتین کے ۵۵۴ حلقے بھی شامل ہیں ۔ ۱۹۸۳ء میں خواتین کے حلقوں کی تعداد ۳۱۷ تھی ۔

۔ فعال کارکنوں کی تعداد ۱۲،۴۲۶ سے بڑھ کر اب ۱۶،۳۶۴ ہو گئی ہے ۔ ان میں سے ۲،۱۳۱ خواتین فعال کارکن ہیں ۔

۔ مرد متفقین کی تعداد ، نئے فارم پُر کرانے کے بعد اب ۳۰،۵،۹۲،۷ ہے اور متفقات کی تعداد ۳۹،۸۹۴ ہے ۔ متفقین کے لئے نیا فارم ۱۹۸۶ میں مجلسِ عاملہ نے منظور کیا تھا ۔

۔ درالمطالعوں ، جماعتی اور ذاتی لائبریریوں کی مجموعی تعداد ۲،۲۶۹ سے بڑھ کر ۳،۸۰۱ ہو گئی ہے اور حلقۂ خواتین کے دارالمطالعوں کی تعداد ۱،۴۸۸ کو اس میں شامل کر کے کل تعداد ۵،۲۸۹ ہے ۔ ان مراکز سے اسلامی لٹریچر مطالعہ کے لیے دیا جاتا ہے ۔ ان مراکز کی تعداد میں اضافہ کی شرح ۷۷ فیصد ہے ۔ اور یہ بہت قابلِ قدر اضافہ ہے ۔

۔ قیّمِ جماعت کا تنظیمی دورہ

جماعت کی تنظیم کو مستحکم کرنے اور تنظیمی مسائل کو موقع پر حل کرنے کے لیے قیم جماعت قاضی حسین احمد صاحب نے ۱۹۸۳ء اور ۱۹۸۴ء میں ملک بھر کے تمام اضلاع کا مفصل تنظیمی دورہ کیا تھا۔ اب ۱۹۸۹ء میں اس خاکسار نے بھی جنوری سے ستمبر ۱۹۸۹ء تک چاروں صوبوں کے ۳۲ اضلاع کا تنظیمی دورہ کیا ہے ۔

۔ امرائے اضلاع کے تنظیمی اجتماعات

اسی مقصد کے لیے مرکز میں امرائے اضلاع کی دو (تنظیمی تربیت گاہیں) ۱۸ تا ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۴ء اور یکم تا ۳ جون ۱۹۸۹ء منعقد ہوئی ہیں ۔ پہلی میں ۲۵۰ ضلعی ذمہ داران حضرات شریک ہوئے اور دوسری میں ۱۵۵۔

۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ کے انتخابات

اس عرصہ میں مرکزی شوریٰ کے انتخابات دو بار ہوئے اور ارکانِ جماعت کی تعداد میں اضافہ کے پیشِ نظر منتخب ارکانِ شوریٰ کی تعداد ۵۰ سے بڑھا کر ۶۰ کر دی گئی اور مارچ ۱۹۸۵ء میں ساٹھ منتخب ارکان پر مشتمل نئی مرکزی مجلسِ شوریٰ کا انتخاب ہوا ۔ اسی طرح ۱۹۸۸ء میں پھر مجلسِ شوریٰ کا انتخاب کرایا گیا جس کی میعاد ۱۹۹۱ء میں ختم ہوگی ۔

۔ انتخاب امیرِ جماعت

۱۹۸۷ء میں امیرِ جماعت کے منصب کے لیے انتخاب کرایا گیا۔ محترم میاں طفیل محمد صاحب نے پندرہ سالہ امارت کے بعد ۱۹۸۷ء میں اپنی صحت کی کمزوری کی وجہ سے آئندہ مدت کے لیے انتخاب سے معذرت کرلی تھی ۔ اس انتخاب میں قاضی حسین احمد صاحب کو آئندہ پانچ سال کے لیے

امیرِ جماعت چُن لیا گیا۔ انہوں نے ٦ نومبر ۱۹۸۷ء کو حلفِ امارت اٹھایا اور اس منصب کی ذمہ داریاں سنبھالیں ۔

(۲) دعوت و تبلیغ کا کام

یکم اپریل ۱۹۸۳ء سے لے کر جون ۱۹۸۹ء کے عرصے میں گیارہ خصوصی مہمات ، توسیعِ دعوت ، تبلیغِ دین، نفاذِ شریعت اور رابطۂ عوام کے سلسلے میں چلائی گئیں ۔

پہلی مہم

پہلی مہم ۲۰ تا ۲٦ اکتوبر ۱۹۸۳ء ہفتۂ تبلیغ کے نام سے چلائی گئی ۔ اس مہم کا مقصد لوگوں میں دین کا صحیح فہم پیدا کر کے دین پر عمل کرنے اور تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دینے کا احساس اور شعور بیدار کرنا تھا۔ اس مہم کے دوران ۵۷ تبلیغی کیمپ منعقد کیے گئے ، ۱۱۷۲ وفود نے دعوت پہنچانے کا فریضہ انجام دیا ، بڑے شہروں میں دو ہزار خطاباتِ عام اور ۵۰۰ مجالس مذاکرہ / سیمینار منعقد ہوئے اور دو کتابچے ۲۰ ہزار کی تعداد میں شائع کیے گئے ۔

دوسری مہم

سہ روزہ تعلیم القرآن تھی جو ۲۲ تا ۲۴ مارچ ۱۹۸۴ء منائی گئی ۔ اس مہم کے دوران ۱۴۴ تبلیغی کیمپ منعقد ہوئے اور ۲،۴۸۷ وفود نے ۱۷ ہزار افراد تک دعوت پہنچائی ۔ "دعوتِ قرآن کا خلاصہ" کے نام سے مولانا مودودیؒ مرحوم کا کتابچہ پونے چار لاکھ کی تعداد میں شائع کیا گیا ۔

تیسری مہم

"اتحادِ ملّت" کے نام سے ۲٦ تا ۲۸ جولائی ۱۹۸۴ء منائی گئی اور اس میں عام لوگوں سے اپیل کی گئی کہ اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر اپنی صفوں میں قومی اتحاد اور اجتماعی قوت پیدا کریں ۔ اس مہم کی اہم بات یہ تھی کہ ملک بھر کے مختلف مکاتبِ فکر کے نمایاں اور نامور علمائے کرام کے دستخطوں سے اتحادِ ملّت کے لیے متفق علیہ امور و نکات پر مشتمل ایک اپیل ایک جاذب نظر پوسٹر کی شکل میں شائع کر کے ملک بھر میں پھیلائی گئی ۔ اتحادِ ملّت کے لیے مطالبے پر مشتمل ایک محضر نامے پر ۴،۴۵،۵۹۸ افراد کے دستخط کرائے گئے ۔

چوتھی مہم

نفاذِ شریعت کے سلسلے میں ۲۵ تا ۲۷ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو مہم چلائی گئی ۔ مولانا مودودیؒ کی تحریروں سے مرتب کردہ پمفلٹ "نفاذِ شریعت کیوں اور کیسے؟" کے عنوان سے ایک لاکھ کی تعداد میں اور امیرِ جماعت میاں طفیل محمد صاحب کا پمفلٹ "اسلامی نظام کیسے نافذ ہو؟" ۳۵ ہزار کی تعداد میں پھیلایا گیا ۔

پانچویں مہم

۱۹۸۵ء میں مجلس عاملہ کے فیصلے کے تحت ماہ جولائی اور اگست میں ایک خصوصی طویل مہم نفاذِ شریعت کے سلسلے میں چلائی گئی ۔ اس مہم کے دوران میں مرکزی مجلسِ عاملہ کی شریعت کی بالادستی کو عملاً قائم کرنے کے مطالبے پر مشتمل ایک قرارداد دو ورقے کی شکل میں چار لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کی گئی ۔ علاوہ ازیں سینکڑوں شریعت کانفرنسیں منعقد کی گئیں ۔

چھٹی مہم

ہفت روزہ نفاذِ شریعت مہم ۱۹۸۷ء

۲۰ سے ۲۷ مارچ ۱۹۸۷ء تک ملک بھر میں متحدہ شریعت محاذ میں شامل دینی جماعتوں کے تعاون سے مہم چلائی گئی ۔ یہ مہم بھی بہت کامیاب رہی ۔ اس کے دوران ۶۳،۰۰۰ پوسٹر ملک بھر میں چسپاں کیے گئے ۔ تمام بڑے شہروں میں بہت بڑے بڑے جلسے منعقد کیے گئے ۔ کئی شہروں میں مظاہرے کیے گئے ۔ شریعت بل کی منظوری کے مطالبے پر مشتمل قراردادیں منظور کی گئیں ۔ اخبارات میں مضامین لکھے گئے ۔ قاضی حسین احمد صاحب کا پمفلٹ "شریعت بل اور اس پر اعتراضات کا جائزہ" ۳۷،۰۰۰ کی تعداد میں شائع کیا گیا ۔ میاں طفیل محمد صاحب ، امیرِ جماعت ، پروفیسر خورشید احمد صاحب اور مولانا گوہر رحمان صاحب کے پمفلٹ بھی شائع کیے گئے اور تقسیم کیے گئے ۔

ساتویں مہم

رابطۂ عوام کی ہمہ گیر مہم

دسمبر ۱۹۸۵ء میں مارشل لاء اٹھا لیا گیا اور جماعتیں بحال ہو گئیں تو جماعت کو کھل کر کام

کرنے کا موقع مل گیا ۔ ۱۹۸۶ء کے سالانہ منصوبے میں رابطۂ عوام کا ایک جامع پروگرام طے کیا گیا۔ اس کے مطابق ۱۹۸۶ء کی پہلی سہ ماہی میں ملک کے چاروں صوبوں کے ۱۳ بڑے شہروں میں بہت بڑے بڑے جلسے منعقد کیے گئے اور جماعت کی دعوت اور ملکی حالات میں جماعت کا نقطۂ نظر پوری وضاحت کے ساتھ عام لوگوں تک پہنچایا گیا ۔ ان جلسوں کے ذریعہ ایک طرف جماعت کو ملک بھر میں باشعور عوام کی تائید حاصل ہوئی اور دوسری طرف ان سے جماعت کے کارکنوں کے اندر اعتماد اور کھل کر دعوتی کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

آٹھویں مہم

رابطۂ عوام کے سلسلے میں نو منتخب امیرِ جماعت قاضی حسین احمد صاحب نے ایک نیا تجربہ کیا۔ وہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۸ء کو راولپنڈی سے عوام ایکسپریس کے ذریعے جماعت کے کچھ دوسرے ذمہ داروں کے ساتھ کراچی کے لیے روانہ ہوئے ۔ اس زمانے میں کراچی میں لسانی فسادات ہو چکے تھے اور شہر کے کئی علاقوں میں کرفیو نافذ تھا ۔ اس سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے راولپنڈی اسٹیشن پر جماعت کے سینکڑوں کارکنوں سے اپنے خطاب میں انہوں نے کہا:

"میں خطۂ پوٹھوہار کے عوام کی طرف سے کراچی کے لوگوں کے لیے امن و محبت اور اخوت کا پیغام لے کر جا رہا ہوں انہوں نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ "انشاءاللہ کراچی جلد ہی امن و اخوت اور اسلام کا گہوارہ بن جائے گا"۔

اس سفر کے دوران میں امیرِ جماعت نے اٹھارہ ریلوے اسٹیشنوں پر ہزاروں لوگوں سے خطاب کیا اور جماعت کی دعوت پیش کی ۔

کراچی میں بہت شاندار استقبال ہوا۔ ہزاروں افراد ریلوے سٹیشن پر جمع تھے جن سے امیرِ جماعت نے خطاب کیا۔ اس کے بعد کراچی میں کئی اور مفید اجتماعاتِ معززین اور دیگر کامیاب پروگرام ہوئے ۔ اس مہم سے نہ صرف جماعت کے کارکنوں کے حوصلے بلند ہوئے بلکہ دوسری جماعتوں کے رہنماؤں نے بھی اسے بہت پسند کیا اور ملک کی یکجہتی کے لئے اسے بہت مفید کام قرار دیا ۔ کراچی میں مقیم تمام اہم سیاسی رہنماؤں اور نمایاں عُلمائے کرام کے ہاں جا کر محترم امیرِ جماعت نے ان سے ملاقاتیں کیں اور تبادلۂ خیالات کیا۔ اس مہم کا آخری پروگرام ایک عشائیہ تھا جس میں تقریباً تمام سیاسی جماعتوں کے ذمہ داروں ، نمایاں عُلماء و مشائخ اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے نمایاں اور بااثر حضرات نے شرکت کی ۔

نویں مہم

کاروانِ دعوت و محبت

۱۸ مارچ سے لے کر ۷ اپریل ۱۹۸۸ء تک پشاور سے کراچی اور پھر کراچی سے براستہ کوئٹہ واپس پشاور ۶،۸۵۳ کلومیٹر کے اس طویل پر مشقت اور منفرد پروگرام میں جماعت کی دعوت کو بہت بڑے پیمانے پر پھیلایا گیا اور جماعت کی قوت و شوکت کا بھی شاندار مظاہرہ ہوا۔ اس سفر میں ۲۲۵ ذمہ داران جماعت اور کارکنان مستقل طور پر امیر جماعت کے ساتھ رہے ۔ کارواں میں ۶۵ گاڑیاں شامل تھیں ۔ پورے ملک میں ۲۰۳ مقامات پر کارواں کا استقبال کیا گیا اور خطاب عام بھی ہوا ۔ ان کے علاوہ ۱۰۷ دوسرے مقامات پر صرف استقبال کا پروگرام ہوا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر تک ہزاروں کارکنان گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں پر ساتھ رہتے تھے اور اگلے پڑاؤ تک پہنچا کر واپس ہوتے تھے۔ کراچی میں اس کارواں کا پروگرام عروج پر تھا ۔ وہاں سے ۱۹۰ کارکنان شریک سفر ہوئے اور کوئٹہ تک ساتھ رہے ۔ اس کارواں کے ذریعے مجموعی طور پر بیس پچیس لاکھ افراد تک جماعت کی دعوت پہنچی ۔ اس کے نتیجے میں جماعت کے کارکنوں کے اندر توسیعِ دعوت کے لیے جذبۂ عمل پیدا ہوا۔

دسویں مہم

عشرۂ تعارفِ جماعت

یہ عشرہ ۱۱ سے ۲۰ ستمبر ۱۹۸۸ء تک پورے ملک میں منایا گیا۔ اس عشرے کے دوران جماعت کی دعوت زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائی گئی اور جماعت کی واضح علامات کو نمایاں کیا گیا ۔ یعنی اس کا جھنڈا ، بڑی تعداد میں مکانوں اور دکانوں پر لہرایا گیا، جماعت کے دفاتر کے بورڈ نمایاں کیے گئے اور کارکنوں کے بیج بڑی تعداد میں لگائے گئے ۔ مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت نے ۴۱،۶۰۰ جھنڈے تیار کرائے اور ضلعی جماعتوں کو فراہم کیے ۔ ہزاروں کی تعداد میں جھنڈے کئی دوسرے مقامات پر بھی تیار کرائے گئے ۔ جماعت کے نئے منشور کے اہم نکات پر مشتمل تیرہ فقرے اور نعرے ملک بھر میں بڑی تعداد میں دیواروں پر نمایاں طور پر لکھے گئے ۔

گیارھویں مہم

قافلۂ امن و اخوت

محترم امیرِ جماعت نے مرکزی مجلسِ عاملہ کے فیصلے کے تحت نظم صوبہ سندھ کے ذمہ داروں

کے ساتھ ماہ جون سے ستمبر ۱۹۸۹ء تک لسانی فسادات اور شدید بدامنی کے شکار صوبہ سندھ کے چاروں ڈویژنوں کا مفصل دورۂ امن و اخوت کے ایک قافلے کے ساتھ کیا ۔ ماہ جون ۱۹۸۹ء میں حیدرآباد ڈویژن کے تمام شہروں اور اہم قصبات کا دورہ کیا گیا ۔ ۲۰ ۔ ۲۵ مقامات پر امن کانفرنسوں سے خطاب کیا گیا ۔ ہر مقام پر قافلے میں شامل رہنماؤں اور سینکڑوں کارکنوں کے اعزاز میں علاقے کی بااثر شخصیتوں نے دعوتوں کا اہتمام کیا اور قافلے کو اپنے ہاں ٹھہرایا ۔

فلسطینی اور کشمیری عوام کے ساتھ اظہارِ یکجہتی

ان گیارہ مہمات کے علاوہ ۱۵ جنوری کو آزادی کی جدوجہد کرنے والے مقبوضہ فلسطین کے بہادر مسلمان بھائیوں کے ساتھ یکجہتی کا دن منایا گیا ۔ ۳۰ جون ۱۹۸۸ء کو یوم مسجدِ اقصیٰ منایا گیا ۔ اسی طرح کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کرنے والے کشمیری مسلمان بھائیوں کی اخلاقی حمایت کے لئے ۱۳ جولائی ۱۹۸۸ء کو یوم یکجہتی کشمیر منایا گیا۔ اور مسئلہ کشمیر کو پاکستان کا سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ قرار دیا گیا ۔

متحدہ شریعت محاذ کا قیام

جماعتِ اسلامی ، مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ، جمعیت علمائے اسلام (درخواستی گروپ) کے علاوہ بعض دوسرے دیوبندی علمائے کرام ، بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے نمایاں علماء اور تنظیموں نے پرائیویٹ شریعت بل کی منظوری کے لیے رائے عامہ کو ہموار کر کے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے جون ۱۹۸۶ء میں متحدہ شریعت محاذ قائم کر لیا ۔ مولانا عبد الحق مرحوم اکوڑہ خٹک اس کے صدر منتخب ہوئے اور قاضی حسین احمد صاحب قیمِ جماعت کو محاذ کا سیکرٹری جنرل چنا گیا۔ قاضی حسین احمد صاحب نے متحدہ شریعت محاذ کے مرکزی عہدیداروں کے ساتھ ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا اور محاذ کے بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کیا اور جلوسوں کی قیادت کی ۔ جماعت نے ملک بھر میں متحدہ شریعت محاذ کی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا اور پوری جماعت متحرک ہوگئی ۔ اس محاذ کی تشکیل کے نتیجے میں وہ کوششیں بارآور ہوئیں جو جماعت کافی عرصے سے ہم خیال دینی جماعتوں کے اتحاد کے سلسلے میں کر رہی تھی ۔

مراکزِ تعلیمِ قرآن کی نگرانی کے لئے خصوصی شعبہ

لیے ۱۹۸۳ء میں اس وقت تک کے قائم شدہ ۳،۴۸۶ حلقاتِ قرآنیہ کی نگرانی و رہنمائی کے لیے مرکز میں ایک مستقل شعبہ "حلقاتِ قرآنیہ" کے نام سے قائم کیا گیا ۔

بلوچستان میں دینی مدارس کی تعمیر

اسی طرح اسی سال (۱۹۸۳ء میں) صوبہ بلوچستان میں ادارہ دعوت و تبلیغ کے ذریعے چودہ دینی مدرسے تعمیر اور قائم کیے گئے ۔ مدارس کی عمارات کے ساتھ مساجد بھی تعمیر کی گئیں ۔

"خطبات" اور "اسلام کا نظامِ حیات" کی بڑے پیمانے پر اشاعت

مولانا مودودیؒ کی ان دو بنیادی کتابوں کو نوے نوے ہزار کی تعداد میں شائع کر کے ملک بھر میں کارکنوں کے ذریعے تقریباً لاگت پر فروخت کیا گیا۔ ۱۹۸۶ء کے چند مہینوں کے اندر اتنے بڑے پیمانے پر بنیادی دعوت پر مشتمل ان مفید کتب کی اشاعت کا یہ بہت اچھا اور کار آمد تجربہ ثابت ہوا ۔

۱۹۸۹ء کے منصوبۂ عمل میں طے شدہ کانفرنسیں

۱۹۸۹ء کے سالانہ منصوبے میں طے کیا گیا تھا کہ مرکز اور ذیلی سطحوں پر خواتین ، نوجوانوں ، مزدوروں ، ادیبوں اور علماء کی کانفرنسیں اور کنونشن منعقد کیے جائیں گے ۔ اس پر عملدرآمد کی صورت حال درج ذیل ہے:

۱ ۔ ادیبوں کا کنونشن منصورہ میں ۲۲ ، ۲۳ ، ۲۴ مارچ کو منعقد ہوا۔
جس میں ملک بھر سے تین سو حضرات نے شرکت کی ۔ چار نمایاں اہلِ قلم کو "سیّد مودودیؒ ادبی ایوارڈ" دیے گئے اور مرکز کے علاوہ چاروں صوبوں میں "ادارۂ علم و ادب پاکستان" کی تنظیم قائم ہو گئی ۔

۲ ۔ خواتین کا کل پاکستان کنونشن الحمرا لاہور کے وسیع ہال میں یکم، دو اپریل ۱۹۸۹ء کو منعقد ہوا ۔
جس میں ملک بھر سے قریباً دو ہزار خواتین نے دو دن تک تمام پروگراموں میں شرکت کی ۔ پروگرام ، حاضری اور اثرات کے لحاظ سے یہ نہایت کامیاب کنونشن تھا ۔

۳ ۔ کسان کنونشن ۵ ، ۶ اپریل کو منصورہ میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے منتخب مندوبین نے شرکت کی ۔ کسان بورڈ کے مرکزی اور صوبائی ذمہ داروں کے علاوہ محترم امیرِ جماعت اور نائب امراء نے بھی خطاب کیا ۔

۴ ۔ کل پاکستان علماء کنونشن ۱۳ ، ۱۴ ستمبر کو جمعیۃ اتحاد العلماء کے زیرِ اہتمام منصورہ میں منعقد ہوا۔ جس میں ملک بھر سے تقریباً چار ہزار علمائے کرام شریک ہوئے ۔ دوسرے مکاتبِ فکر کے نمایاں علمائے کرام نے بطور مہمانانِ خصوصی اور مختلف نشستوں کے صدر اور مندوبین کی حیثیت

سے شرکت کی ۔ اس کنونشن کا اہم پروگرام علمائے کرام کا عورت کی سربراہی کے خلاف ایک عظیم الشان اور باوقار جلوس بھی تھا ۔

۵ ۔ نوجوانوں کا کل پاکستان کنونشن ۲۸ ، ۲۹ ستمبر کو منصورہ میں منعقد ہوا ۔ جس میں ملک بھر سے منتخب مندوبین (ہر ضلع سے دس افراد) چھ سو کی تعداد میں شریک ہوئے ۔

۶ ۔ سالِ رواں کے منصوبے کی سب سے اہم شق اجتماعِ عام کے انعقاد کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج شروع ہوگیا ہے ۔

(۳) ملک کی عمومی و سیاسی صورتِ حال اور جماعت کا کردار

عرصہ زیر رپورٹ کا قریباً نصف حصہ یعنی چھ میں سے قریباً تین سال مارشل لاء نافذ رہا۔ مارشل لاء کے سایے میں ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی انتخابات کرائے گئے ۔ مارشل لاء اس حال میں رخصت ہوا کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کو غیر جماعتی انتخابات شروع ہونے سے پہلے ہی ایک ریفرنڈم کے ذریعے پانچ سال کے لیے صدر منتخب کر لیا گیا تھا اور اس سے پہلے ۱۹۸۳ء اور ۱۹۸۷ء میں دو مرتبہ غیر جماعتی بنیادوں پر بلدیاتی انتخابات کروا کر ایک نئی غیر سیاسی قیادت کو ابھارنے کی کوشش کی گئی تھی ۔ اس طرح سے مارشل لاء کے دوران میں مرحوم جنرل ضیاء الحق صاحب نے اپنی پسند کا ایک نیا غیر جماعتی نظام قائم کر دیا تھا ۔ لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے پہلے قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں ایک حکومتی گروپ قائم کرا دیا اور پھر مسلم لیگ کو سرکاری پارٹی کے طور پر منظم کیا گیا ۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد صدر صاحب نے اپنے ہی بنائے ہوئے نظام کی بساط خود ہی لپیٹ دی ۔ اس کے تین ماہ کے اندر ہی حادثۂ بہاولپور پیش آیا اور ملکی حالات اور سیاست کا رُخ ایک دم پلٹ گیا ۔ اسی کیفیت میں ۱۹۸۸ء کے انتخابات ہوئے ۔ اسی دوران میں اسلامی جمہوری اتحاد معرضِ وجود میں آیا ۔ ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتیجے میں مرکز ، سندھ اور صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی کی اور پنجاب میں اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت قائم ہوئی اور بلوچستان میں ایک مخلوط حکومت قائم ہوئی ۔

جماعت کا مستقل طریقِ کار

اوپر جن حالات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے ان سب حالات میں ہر مرحلے پر جماعت اپنے شورائی نظام کے مطابق مجلسِ عاملہ اور مجلسِ شوریٰ کے اجلاسوں میں غور و فکر کر کے فیصلے اور اقدامات کرتی رہی ۔ کیونکہ جماعتِ اسلامی اپنے دستور میں یہ مستقلاً طے کر چکی ہے کہ اقامتِ دین کا نصب

العین تبلیغ و تلقین کے ذریعے رائے عامہ کو منظم اور متحرک کر کے آئینی اور جمہوری ذرائع سے حاصل کیا جائے گا، لہٰذا، اس مستقل طریقِ کار کے لازمی نتیجہ کی وجہ سے، قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک ملک کے نظام کے بارے میں جماعت کا مؤقف اور موجودہ نظام کی تبدیلی کے لئے طریقِ کار بھی ایک ہی رہا ہے۔ چنانچہ اس پورے عرصہ میں جماعتِ اسلامی نے مسلسل جدوجہد کی ہے کہ شریعت کو ملک کا بالاتر قانون بنایا جائے، ملک کے دستور کا تقدس قائم رہے، شہریوں کو بنیادی حقوق حاصل ہوں، ملک کے معاملات چلانے میں ان کی رائے کو بالادستی حاصل ہو اور حکومت کے اختیارات ان کے منتخب کردہ نمائندوں کو حاصل رہیں۔ جب بھی ملک میں کوئی نظام ان اصولوں کو پامال کر کے قائم ہوا، جماعت نے اس کی مزاحمت کی، لیکن اپنے پیشِ نظر اصلاح اور انقلاب کے لئے ہمیشہ آئینی اور جمہوری ذرائع ہی اختیار کیے۔

۱۹۸۲ء میں جماعت نے قوم کے سامنے جو سات نکاتی "میثاقِ ملّی" پیش کیا تھا وہ اسی مؤقف پر مبنی تھا اور ۱۹۸۳ء میں اجتماعِ ارکان نے جو قرارداد پاس کی تھی اس میں بھی واضح الفاظ میں کہہ دیا گیا تھا کہ "شریعت کے نفاذ، عوامی نمائندوں کی حکومت، اور عوام کو صحت مند سیاسی عمل کی آزادی دیے بغیر کوئی حکومت نہ اسلامی ہو سکتی ہے، اور نہ ہی ملک کو سیاسی استحکام نصیب ہو سکتا ہے"۔

ملک میں عام انتخابات کا اعلان اور اس پر جماعت کا موقف

۱۲ اگست ۱۹۸۳ء کو صدرِ مملکت نے ملک کے آئندہ سیاسی نظام کے بارے میں ایک مبہم سا اعلان کیا کہ پہلے بلدیاتی انتخابات ہوں گے، پھر ۱۸ ماہ کے اندر یعنی مارچ، اپریل ۱۹۸۵ء تک عام انتخابات کرائے جائیں گے۔

جماعت کی مرکزی مجلسِ عاملہ نے اپنے ہنگامی اجلاس منعقدہ ۱۵ اگست ۱۹۸۳ء میں صدر کے اس اعلان پر اپنی قرارداد میں پھر مطالبہ کیا کہ شریعت کو وضاحت کے ساتھ ملک کے تمام قوانین و ضوابط سے بالاتر قانون تسلیم کیا جائے، اور ۱۹۷۳ء کا دستور بحال کر کے ملک کی باگ ڈور قوم کے منتخب نمائندوں کے سپرد کر دی جائے۔ نیز جماعت نے اس قرارداد کے ذریعے نظامِ اسلامی اور نظریۂ پاکستان کی حامی قوتوں کو اتحاد کی دعوت بھی دی۔

ریفرنڈم کا اعلان اور اس سلسلے میں جماعت کا موقف

صدرِ مملکت نے یکم دسمبر ۱۹۸۴ء کو اچانک یہ اعلان کر دیا کہ وہ ۱۹ دسمبر کو ملک میں ریفرنڈم

کرائیں گے ۔ ۹ ، ۱۰ دسمبر کو مرکزی مجلسِ شوریٰ نے اس اعلان پر اصولی تنبیہہ کرتے ہوئے کہا کہ "اس اعلان کا سب سے تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس نے ۱۹۷۳ء کے متفق علیہ دستور میں بنیادی تبدیلیوں کا راستہ کھول دیا ہے ۔ صدر صاحب کے لیے صحیح راستہ یہ تھا کہ وہ اپنے ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء کے اعلان کے مطابق بلاتاخیر قومی و صوبائی اسمبلیوں اور سینیٹ کے انتخابات کراتے اور اپنے اعلان اور وعدے کے مطابق پارلیمنٹ سے صدر کا انتخاب کراتے ۔ انہوں نے ملکی قوانین کو قرآن و سنّت سے ہم آہنگ کرنے کے عمل کو استصوابی مسئلہ بنا دیا ہے حالانکہ یہ مسئلہ اس ملک میں کبھی پہلے مختلف فیہ تھا نہ آج ہے"۔

اس کے باوجود چونکہ جماعت ، تشدّد اور توڑ پھوڑ کی بجائے آئینی اور جمہوری حدود میں اپنی جدوجہد جاری رکھنا چاہتی تھی ، ملک کے اندرونی اور بیرونی حالات بھی کسی محاذ آرائی کے متحمّل نہ ہو سکتے تھے اور صدرِ مملکت نے جماعتِ اسلامی کی پیش کردہ شرائط بھی منظور کر لی تھیں ، اسلئے مرکزی مجلسِ شوریٰ نے استصواب میں مثبت رائے دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد جس طرح وہ اس سے پہلے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیتی رہی تھی اس نے ۱۹۸۵ء کے انتخابات میں بھی حصہ لیا ۔

بلدیاتی انتخابات اور ۱۹۸۵ء کے ملکی انتخابات

۱۹۸۳ء اور ۱۹۸۷ء کے بلدیاتی انتخابات، اور ۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی ملکی انتخابات کے مجموعی نتائج اجمالی طور پر پیش خدمت ہیں:

۱۹۸۳ء کے بلدیاتی انتخابات میں ۱۹۷۹ء کے انتخابات کی نسبت ہمیں کچھ زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

۱۹۸۳ء میں ڈسٹرکٹ کونسلوں میں ۱۴۵، میونسپل کمیٹیوں اور کارپوریشنوں میں ۲۷۳، ٹاؤن کمیٹیوں میں ۱۶۹ اور یونین کونسلوں میں ۶۲۴ ممبران منتخب ہوئے۔ اسی طرح ۱۹۸۷ء میں ۹۳ ڈسٹرکٹ کونسلر، ۱۹۱ میونسپل کونسلر، ۷۹ ٹاؤن کمیٹی کے ممبران اور ۳۱۸ (ماسوا پنجاب) یونین کونسلر منتخب ہوئے۔ یونین کونسلوں کے منتخب ارکان کی اس تعداد میں پنجاب کے اعداد و شمار شامل نہیں کیونکہ وہ مل نہیں سکے۔

۱۹۸۳ء کے بلدیاتی انتخابات کے بعد کراچی میں جماعت کے جناب عبدالستار افغانی صاحب دوسری مرتبہ کراچی کارپوریشن کے میئر منتخب ہو گئے تھے۔ ۱۹۸۷ء میں ضلع دیر میں جماعت کے صاحبزادہ محمد یعقوب صاحب ڈسٹرکٹ کونسل کے چیئرمین منتخب ہو گئے تھے۔

۱۹۸۵ء کے غیر جماعتی ملکی انتخابات

قومی اسمبلی میں پنجاب سے ۳۷ امیدواروں میں سے چار کامیاب ہوئے۔
سرحد سے ۱۳ امیدواروں میں سے چار کامیاب ہوئے۔
سندھ سے ۱۵ امیدواروں میں سے دو کامیاب ہوئے اور،
بلوچستان سے ۴ میں سے ایک کامیاب ہوا۔
صوبائی اسمبلیوں میں
پنجاب میں تین حضرات کامیاب ہوئے
سندھ میں چھ
سرحد میں پانچ اور
صوبہ بلوچستان میں ایک، کل ۱۵ ممبران منتخب ہوئے۔

ان نتائج سے یہ بات سامنے آئی کہ جماعت کے قدم کچھ آگے بڑھے ہیں۔ جماعت کے جو نمائندے کامیاب نہیں ہو سکے ان میں سے قومی اسمبلی کے بیس امیدوار اپنے حلقوں میں دوسرے نمبر پر رہے۔ ان میں سے بارہ حضرات کو بیس ہزار سے زائد ووٹ ملے۔ تیسرے نمبر پر آنے والے تین امیدواروں کو بھی بیس ہزار سے زائد ووٹ ملے۔

سینیٹ کے انتخاب کے لیے صوبہ سرحد سے قاضی حسین احمد صاحب، سندھ سے پروفیسر خورشید احمد صاحب اور پنجاب سے رانا اللہ داد خاں صاحب کو کھڑا کیا گیا۔ اوّل الذکر دونوں حضرات کامیاب ہو گئے۔ بلوچستان سے جناب عبدالرحیم میرداد خیل صاحب لیبر لیڈر کی حیثیت سے سینیٹ کے رکن منتخب ہو گئے۔

جماعت کی پارلیمانی پالیسی اور ارکانِ پارلیمنٹ کی کارکردگی

۱۹۸۵ء کے انتخابات کے بعد مرکزی مجلسِ شوریٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت کی پارلیمانی پارٹی قومی اسمبلی میں بھی اور صوبائی اسمبلیوں میں بھی تعمیری حزبِ اختلاف کی حیثیت سے کام کرے گی اور جماعت کو مرکز یا صوبوں میں کسی جگہ حکومت کے اندر شامل نہیں ہونا چاہیئے۔

ہمارے ارکانِ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی نے مہنگائی، رشوت، بدامنی، بدعنوانیوں اور دیگر معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کے سلسلے میں کھل کر اظہار خیال کیا اور بحیثیت مجموعی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

۱۹۸۶ء میں تشدّد اور تخریبی کاروائیوں میں اضافہ اور سانحۂ کراچی

۱۹۸۶ء کے دوران میں ملک و قوم کے لیے انتہائی دردناک اور پر آشوب واقعات و حالات کا ایک نیا دور شروع ہوگیا۔ ایک طرف افغان جہاد کی حمایت کے جرم میں پورا ملک تخریب کاری اور دھماکوں کی آماجگاہ بنا دیا گیا۔ دوسری طرف لسانی اور قومی عصبیتوں اور نفرتوں کو ہوا دی گئی۔ کراچی اور حیدر آباد میں ایک لسانی تنظیم مہاجر قومیت کی بنیاد پر اور مہاجروں کے حقوق کے حصول کو نصب العین قرار دے کر سرگرم عمل ہوگئی اور کچھ دوسری قومیتوں کی عصبیت کی بنیاد پر سندھ میں مقیم پختونوں اور پنجابیوں نے ایک الگ تنظیم قائم کرلی۔ ان دونوں تنظیموں کے کارکنوں کے درمیان مسلح تصادم ہونے لگے۔

اربابِ اقتدار جنہوں نے ہمیشہ تحریکِ اسلامی اور حزبِ اختلاف کو دبانے کے لیے قوم کے لئے ضرر رساں ذرائع بھی اختیار کرنے سے گریز نہیں کیا تھا، ان فتنوں کی سرپرستی کرتے رہے۔

۱۴، دسمبر ۱۹۸۶ء کو کراچی میں بد ترین لسانی فسادات بھڑک اٹھے۔ ابتدائی اطلاعات کے مطابق چالیس افراد جاں بحق ہوگئے، دو صد سے زائد زخمی ہوگئے اور کئی مکانات جلا دیے گئے۔ مرکزی شوریٰ کا اجلاس اسی دن شروع ہوا تھا۔ محترم امیر جماعت نے اجلاس کو مختصر کر دیا اور چاروں صوبوں سے ۱۷ ارکان پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی وفد، امیرِ جماعت کی قیادت میں کراچی چلا گیا۔ اس وفد کے ارکان نے کئی وفود کی صورت میں فساد زدہ علاقوں کا پانچ روز تک دورہ کیا۔ پختونوں، پنجابیوں اور مہاجروں کے رہائشی علاقوں میں مختلف وفود کی شکل میں جا کر ان سے الگ الگ اپیل کی کہ وہ دشمن کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ نہ بنیں اور اسلامی اخوّت اور بھائی چارے کے جذبے کو مجروح نہ ہونے دیں۔ بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی جان و مال کا احترام کریں۔ جماعت کے رہنماؤں کا یہ پانچ روزہ دورہ بہت کامیاب رہا اور مفید ثابت ہوا۔

۱۹۸۷ء اور ۱۹۸۸ء کے پر آشوب حالات

جماعتِ اسلامی کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کی غرض سے ۱۹۸۷ء کے آغاز میں سندھ کی صوبائی حکومت نے کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن کے میئر اور کونسلروں کو گرفتار کر لیا اور ملک کے سب سے بڑے بلدیاتی ادارے کو بالکل غیر قانونی طور پر برطرف کر دیا۔ اس طرح جماعت کے ساتھ حکومت کی طرف سے جو محاذ آرائی جاری تھی، وہ شدّت اختیار کر گئی۔

۱۹۸۸ء میں حکومتِ پاکستان نے جنیوا معاہدے پر دستخط کر دیے۔ راولپنڈی، اسلام آباد

میں اوجھڑی کیمپ کے اندوہناک سانحہ کے نتیجے میں وسیع علاقے میں تباہی ہوئی ۔ ساٹھ افراد جاں بحق ہو گئے اور ایک ہزار کے قریب زخمی ہوئے ۔ اسکے تھوڑے ہی عرصے بعد ۲۹ مئی ۱۹۸۸ء کو صدر مملکت نے اچانک اپنے بنائے ہوئے نظام کی بساط لپیٹ دی ۔ قومی اسمبلی کو توڑ دیا اور مرکزی کابینہ کو برطرف کر دیا۔ اس اقدام کے نتیجے میں حکمران مسلم لیگ دو دھڑوں میں بٹ گئی ۔

۱۷ ۔ اگست ۱۹۸۸ء کو ایک خطرناک سازش کے تحت صدر مملکت اور پاکستانی فوج کی اعلیٰ قیادت کو ایک فضائی حادثے کے ذریعے ختم کر دیا گیا ۔ دستور کے تحت سینٹ کے چیئرمین کو قائم مقام صدر بنا دیا گیا۔

ان حالات میں جماعت کا کردار

صدر کے ۲۹ مئی کے اقدام کو مجلسِ عاملہ نے ایک سنگین صورتِ حال قرار دیا اور ملک کی دینی اور قومی سیاسی جماعتوں کے مابین باہمی رابطے بحال کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ آپس کی دوریاں کم ہوں اور ملک کو اس صورتحال سے کامیابی کے ساتھ نکالنے اور ملک کی سلامتی کے تحفّظ کے لیے زیادہ سے زیادہ اتفاق رائے اور اشتراک کی راہ ہموار ہو سکے ۔

مرکزی مجلسِ عاملہ کے فیصلے کے تحت قومی مفاہمت کو بروئے کار لانے کے لیے پروفیسر غفور احمد صاحب ، مولانا جان محمد عباسی صاحب ، لیاقت بلوچ صاحب اور سیّد منور حسن صاحب نے کئی قومی رہنماؤں سے کھلے دل سے ہر سیاسی مسئلے پر بات چیت کی ۔ اور ماہ جون میں ہونے والے مجلسِ شوریٰ کے اجلاس میں اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں ۔

مجلسِ شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۰ تا ۱۳ جون ۱۹۸۸ء میں مجلس عاملہ کے فیصلے کی توثیق کرتے ہوئے طے کیا گیا کہ تمام قومی جماعتوں سے مفاہمت ہونی چاہیے اور دینی جماعتوں سے اتحاد کرنے کی کوشش کی جائے ۔

جولائی ۱۹۸۸ء کے آخر میں جب سابق صدر مرحوم نے غیر جماعتی انتخابات کرانے کا اعلان کیا ، تو مجلسِ عاملہ نے ملک کی تمام دینی اور سیاسی جماعتوں سے اپیل کی کہ وہ جماعتی بنیادوں پر انتخاب کرانے کے مطالبے کی منظوری کے سلسلے میں رائے عامہ کو منظم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، تاکہ پاکستان اور اس کے نظریے کی حفاظت کا حق ادا کیا جا سکے اور ملک کے مظلوم عوام بدامنی ، لسانی تعصبّات ، معاشی بدحالی اور آمریت سے نجات حاصل کر کے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے جمہوریت ، ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

اس کے بعد ۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کو مرکزی مجلس عاملہ نے تمام دینی و سیاسی جماعتوں کو اتحاد کی دعوت دی اور اس مقصد کے لیے ایک پانچ نکاتی پروگرام مرتب کیا اور فیصلہ کیا کہ جماعت ان نکات کی بنیاد پر دوسری جماعتوں سے اتحاد کرنے کے لیے ان کے رہنماؤں سے رابطے کرے گی اور ایک وسیع تر اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرے گی ، چنانچہ جماعت کے مرکزی رہنماؤں نے تمام سیاسی پارٹیوں اور دینی جماعتوں کے ذمہ دار حضرات کے ساتھ ملاقاتوں کا ایک سلسلہ شروع کیا ۔ ان ملاقاتوں کی مفصل رپورٹ مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ ۱۸ تا ۲۰ ستمبر ۱۹۸۸ء میں پیش کی گئی ۔ اس اجلاس میں سیر حاصل بحث کے بعد امیرِ جماعت کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ مجلسِ شوریٰ میں ہونے والی بحث کی روشنی میں جماعت کے طے کردہ پانچ نکاتی پروگرام کی بنیاد پر دینی و سیاسی جماعتوں کے اتحاد میں شامل ہونے کا حتمی فیصلہ کر لیں ۔

بالآخر جماعت نے مجلسِ عاملہ کے طے کردہ نکات پر اور مجلسِ شوریٰ کی طے کردہ پالیسی کے مطابق دس اکتوبر ۱۹۸۸ء کو اسلامی جمہوری اتحاد میں شرکت کر لی اور ۱۶ نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخابات میں اتحاد کے پلیٹ فارم سے حصہ لینے کا فیصلہ کر لیا ۔

نومبر ۱۹۸۸ء کے انتخابات کے نتائج

ان انتخابات میں قومی اسمبلی میں جماعت کے ۲۶ امیدواروں کو اتحاد کا ٹکٹ ملا جن میں سے ۷ کامیاب ہوئے اور جماعت کے امیدواروں نے ۳۱۲، ۱۰، ۸ ووٹ حاصل کیے ۔ بعد میں جماعت کی ایک رکن خاتون بھی قومی اسمبلی کی خواتین کے لئے مخصوص نشستوں پر ممبر منتخب ہوگئیں ۔

صوبائی اسمبلیوں کے لیے جماعت کے ۴۴ امیدواروں کو ٹکٹ ملا اور ان میں سے سرحد میں ۶ اور پنجاب میں ۵ امیدوار کامیاب ہوئے ۔ سرحد اسمبلی میں بھی خواتین کے لئے مخصوص نشستوں میں سے ایک پر ہماری ایک خاتون منتخب ہوئیں ۔

۱۲ نومبر ۱۹۸۸ء کو مجلسِ عاملہ نے سیاسی صورتِ حال اور انتخابات کے نتائج کا جائزہ لینے کے بعد ، اسلامی جمہوری اتحاد کے قیام کو بحیثیتِ مجموعی خوش آئند قرار دیا، اور مستقبل میں اسے قائم رکھنے بلکہ مزید مضبوط بنانے کی حمایت کی ۔

مجلسِ عاملہ کی رائے میں اسلامی جمہوری اتحاد کا وجود اپنی کچھ کمزوریوں کے باوجود مفید ثابت ہوا اور مجلس نے اسے قائم رکھنے اور اسے آئندہ سیاسی پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرنے کا اور اس کے ذریعے عوامی رابطے کا کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ اتحاد کی تنظیم کو صوبوں اور اضلاع تک قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا ۔ مجلسِ عاملہ کے اجلاس میں لیاقت بلوچ صاحب کی سربراہی میں جماعت

کا شعبۂ پارلیمانی امور قائم کر دیا گیا۔

(۴) افغان مہاجرین کے لیے امدادی سرگرمیاں اور جہادِ افغانستان کی تائید و حمایت

جماعتِ اسلامی نے اس دور میں بھی افغان جہاد کی تائید اور اس میں شرکت کا بھرپور کام کیا۔ عرصہ زیر رپورٹ میں افغان مہاجرین کی امداد کا وہ تمام کام جاری رہا جس کا آغاز مارچ ۱۹۷۹ء میں جماعت نے کیا تھا۔ چترال (صوبہ سرحد) سے لے کر دالبندین (بلوچستان) تک چودہ سو میل لمبی پاک افغان سرحد کے ساتھ خیمہ بستیوں میں مقیم ۳۵ لاکھ افغان مہاجرین کی امداد کی جاتی رہی۔ علاج معالجے کے لیے حسبِ سابق پشاور، لاہور اور کوئٹہ میں قائم چاروں ہسپتال اور سات موبائل یونٹ کام کرتے رہے۔ اسی طرح پشتو اور دری (افغان فارسی زبان) میں نئی کتب اور بعض اسلامی کتب کے تراجم پر مشتمل اسلامی لٹریچر کی تیاری اور تقسیم کا کام بھی ہوتا رہا۔ کیمپوں میں افغان بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کھولے گئے مکتب اور مدرسے حسبِ سابق جاری رہے اور مجاہدین کی فکری و نظری تربیت کے لیے قائم شدہ تربیت گاہ کے پروگرام ہوتے رہے۔

ان سب کاموں کے علاوہ عرصۂ زیر رپورٹ میں افغان جہاد کی تائید و حمایت کے سلسلے میں پاکستان کی رائے عامہ کو متحرک و منظم کرنے کی سعی و جہد بھی جاری رہی، چنانچہ امیر جماعت قاضی حسین احمد صاحب کی اپیل پر ۲۷ دسمبر ۱۹۸۷ء کو پورے ملک میں یومِ عزم پورے جوش و خروش کے ساتھ منایا گیا۔ مرکز سے دو پوسٹر اور چار قسم کے سٹکر شائع کر کے ملک بھر میں لگائے گئے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بڑے بڑے جلوس نکالے گئے اور جلسے کیے گئے جن میں جماعت کے ذمہ داروں کے علاوہ بعض مقامات پر دوسری جماعتوں کے ذمہ داروں نے بھی خطاب کیا۔ اس مہم کی خاص بات یہ تھی کہ ملک کے نامور اور نمایاں دو ہزار دانشوروں، ادیبوں اور ایڈیٹروں کے دستخطوں کے ساتھ ایک میمورنڈم اسلام آباد میں روسی سفارتخانے میں دیا گیا جس میں روسی فوجوں کے افغانستان سے فوری انخلاء اور پاکستان کے شہروں میں دھماکے بند کرانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس مہم کے نتائج بہت حوصلہ افزا رہے۔

ہفتۂ فتحِ مبین ۲۴ فروری تا ۳ مارچ ۱۹۸۹ء

افغان مجاہدین کے جذبۂ جہاد، پندرہ لاکھ جانوں کی قربانی پیش کرنے، ان کے شوقِ شہادت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی نصرت کی بنا پر ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء کو قادرِ مطلق نے بیسویں صدی کا معجزہ دکھایا کہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب جدید ترین اسلحہ سے لیس روسی فوج کا آخری دستہ ناکام و نامراد

اس حال میں دریائے آمو کو پار کر گیا کہ ایک روسی جرنیل کے اپنے الفاظ کے مطابق اس نے شرم کے مارے واپس مڑ کر افغان سرزمین پر اچٹتی نگاہ بھی نہ ڈالی۔

اس اہم موقعہ پر محترم امیرِ جماعت کی ہدایت پر ۲۴ فروری سے مارچ ۱۹۸۹ء تک پورے ملک میں پورے جوش و خروش سے ہفتۂ فتحِ مبین منایا گیا۔ بڑے بڑے شہروں اور قصبات میں عام جلسے منعقد کئے گئے۔ جلوس بھی نکالے گئے۔ جہاد کانفرنسیں منعقد کی گئیں اور مذاکروں کا اہتمام کیا گیا۔ علاوہ ازیں ملک بھر میں افغان مجاہدین کی فتح و نصرت کے شکرانے کے طور پر ہزاروں مساکین کو کھانا کھلایا گیا۔

محترم امیرِ جماعت کا دورۂ جلال آباد و قندھار

افغان جہاد سے عملاً رابطہ بھی جاری رہا۔ اس سلسلہ میں محترم امیرِ جماعت نے افغان مجاہدین کی دعوت پر ۲۶ تا ۲۹ مئی ۱۹۸۹ء جلال آباد محاذ کا چار روزہ دورہ کیا۔ انہوں نے اگلے مورچوں پر جا کر مجاہدین کی ہمت افزائی کی۔ افغان عبوری حکومت کے وزیر مولانا دین محمد صاحب کے جلال آباد کے نواح میں ہیڈ کوارٹر میں جا کر ان سے تبادلۂ خیالات کیا اور کئی کمانڈروں سے ملاقاتیں کیں۔ ستمبر کے آخری ہفتے میں امیرِ جماعت نے قندھار شہر کے قریبی علاقے کا دورہ کیا۔ اس علاقے مین جہاد میں مصروف مخلف تنظیموں کے کمانڈروں سے ملاقاتیں کیں اور ولایتِ قندھار کے قاضی صاحب سے بھی ملاقات کی۔

یہ ہے ایک مختصر جائزہ ان کوششوں کا جو گذشتہ چھ سالوں میں آپ سب لوگ، یعنی جماعتِ اسلامی کے ارکان اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت و نصرت اور اقامت کے لیے انجام دے سکے ہیں۔ رضائے الٰہی کے حصول کے لیے، اُس جنّتِ ابدی کے حقدار بننے کے لیے جس کی وُسعت میں زمین و آسمان سماجائیں اور اُس جنّتِ ارضی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے لیے، جو قیامِ دین اور نظامِ عدل و قسط کے اجراء سے وجود میں آئے گی، ہمارے لیے دو چیزیں ناگزیر ہیں۔ ایک ہے شکرِ پروردگار اور دوسرے صبح و شام استغفار۔

ہمارے ایمان کمزور ہیں اور ہمارے اعمال ناقص، اور ہماری کوششیں جاہدوا فی اللہ حق جہادہ سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں، لیکن جتنا کچھ بھی کرنے کی توفیق مالکِ حقیقی نے عنایت کر دی وہ بھی سراسر اس کا احسان ہے۔ آئیے ہم بارگاہِ الٰہیٰ میں نذرانۂ شُکر پیش کریں، اس کی قبولیت کی دعا کریں اور صدائے حمد بلند کریں۔ اللہ اکبر ولِلہ الحمد ۔۔ اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً سبحان اللہ بکرۃ واصیلاً۔

دوسری طرف ہم خوب جانتے ہیں کہ جو عظیم الشان نعمتیں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہیں ان کا حق ادا کرنے سے ہم قاصر رہے ہیں، جو اُس کا حق ہمارے اوپر تھا اور جو کچھ ہمارے بس میں تھا، اگر ہم دل و جان سے اس کا کام کرتے، اس کی مناسبت سے دیکھا جائے تو ہمارا نامۂ اعمال لغزشوں اور خطاؤں، گناہوں اور کوتاہیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ ان سب کو اپنی وسیع مغفرت و رحمت سے ڈھانپ دے گا اور ہمیں دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچالے گا۔ (ربنا لاتواخذنا ان نسینا اواخطأنا۔۔)

اقول قولی ہٰذا، واستغفراللہ لی ولکم ولسائرالمسلمین انّہ لغفور رحیم

اِنقلابی کردار: ایمان، جہاد اور دعوت

خرم مراد

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

محترم امیرِ جماعت، قائدین تحریکاتِ اسلامی، میرے بھائیو اور بہنو!

ہمارا آج کا یہ وسیع و عظیم اجتماع ایک انتہائی مبارک اجتماع ہے ۔ اس لئے کہ ہم کو جمع کرنے والی چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام ہے ۔ اُسی کے نام نے ہم کو ایک جماعت میں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیا، اسی کے نام پر ہم گھروں سے نکلے، اسی کے نام پر ہم نے یہاں یہ بستی آباد کی ۔ یہ اجتماع مبارک ہے اور خیر و برکت کا حامل ہے اس لئے کہ یہ اللہ کے نام پر جمع ہوا ہے، اور یہ نام ساری برکتوں کا سرچشمہ ہے، اس لیے کہ یہ رب ذوالجلال والاکرام کا نام ہے ۔ تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ۔

خدا کا جو نبی آیا وہ ایمان کی پکار بلند کرتا ہوا آیا، وہ اللہ کا نام لیتا ہوا آیا، اس نے اٰمِنُوا بِرَبِّکُم کی آواز دی ۔ ہر زمانہ میں اور ہر جگہ ، جس جس نے اس صدا پر لبیک کہا وہ ایک ازلی اور ابدی ایمانی قافلہ کا حصہ بنتے گئے ۔ ہمارا آج کا اجتماع اس لحاظ سے بھی انتہائی مبارک اجتماع ہے کہ یہ اسی ایمانی قافلے کا ایک حصہ ہے ۔ اس قافلے کا شروع کا سرا وقت کی اس گھڑی میں ہے جب سارے انسانوں نے اپنے رب سے بندگی کا عہد کیا تھا۔ جب اس نے پوچھا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُم" ، تو سب نے کہا تھا، "بلیٰ" ۔ اور اس قافلے کا آخری سرا وقت کی اس گھڑی میں ہے جب زندگی کی ساری آرزو اور جستجو آخرت میں یوں ظاہر ہوگی :

وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اس ایمان کی دعوت ہر زماں میں ایک رہی ہے، اس ایمان کی دعوت ہر مکان میں ایک رہی ہے ۔ ابھی آپ نے اسی اسٹیج پر وہ روح پرور منظر دیکھا جب دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے لوگ، جنہوں نے "اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ" کی پکار پر "اٰمَنَّا" کہا ہے، وہ سب یہاں آکر ایک جان دو قالب بن گئے ۔ اِس ایمانی قافلہ کے قائد، آدم علیہ السلام سے لے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک، خدا کے برگزیدہ اور اس کے بھیجے ہوئے بندے رہے ہیں ۔ یہ اجتماع مبارک ہے کہ یہ اسی قافلے کا ایک حصہ ہے ۔ یہ مبارک اجتماع جو آج یہاں پاکستان کے گوشے گوشے سے کھنچ کر جمع ہوا ہے، اپنے رب کے نام پر جمع ہوا ہے، اور اپنے رب کے نام کو، اس کے کلمہ کو، اس کے دین کو بلند کرنے کے لیے جمع ہوا ہے ۔

میرے بھائیو اور بہنو، میں دل کی ایک بات بھی یہاں پر کہتا چلوں ۔ اگر آپ تھوڑی دیر کے لیے زمانے کے فاصلوں کو سمیٹ دیں، شہر کی فصیلوں کو گرا دیں، اپنی نگاہیں پھیر کر پیچھے کی طرف دیکھیں، تو آج سے ۴۸ سال پہلے کا وہ منظر آپ دیکھ سکتے ہیں جب ۷۵ آدمی کھڑے ہو کر اپنے عہدِ ایمان کی تجدید کر رہے تھے۔ کوئی گڑگڑا رہا تھا، کوئی گریہ و زاری کر رہا تھا، لیکن سب اپنے رب سے عہدِ وفا تازہ کر رہے تھے ۔ ہم سب نہ صرف انبیاءِ کرامؑ کی اس دعوتِ ایمان کے وارث ہیں، جو "اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ" کی صدا میں دی گئی تھی، بلکہ ہم خود اپنے اِس قافلے کے آغاز میں تجدیدِ ایمان کی اس روایت کے بھی وارث ہیں جس پر اس کی بنیاد رکھی گئی ۔ یہ اسی ایمان کی تاثیر ہے، اسی ایمان کی قوّت ہے، کہ ۷۵ آدمیوں کا وہ چھوٹا سا گروہ آج کروڑوں انسانوں پر مشتمل ہے ۔ یہاں سے چند میل دور اسلامیہ پارک کے ایک چھوٹے سے مکان میں جو انسان جمع ہوئے تھے، وہ آج ایک سیلِ رواں بن چکے ہیں جو دنیا کے ایک گوشے سے لے کر دوسرے گوشے تک بہہ رہا ہے ۔ یہ سب ایمان کا کرشمہ ہے، وہ ایمان جس کی صدا ہر نبی اور رسول نے بلند کی ۔

آج کا یہ اجتماع اس لیے بھی مبارک ہے کہ اس کی منزل اسلامی انقلاب ہے ۔ اسلامی انقلاب ہمارے دلوں میں، اسلامی انقلاب ہمارے گھروں میں، اسلامی انقلاب ہمارے ملک میں، اور اسلامی انقلاب بالآخر ساری دنیا میں ۔ یہ انقلاب ایمان ہی کی تفسیر ہے ۔ ایمان جو کچھ کہتا ہے، وہی اسلامی انقلاب ہے ۔ ایمان زندگی میں مکمل تبدیلی لاتا ہے ۔ ایمان سے انسان کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے ۔ اس کے سوچنے کا انداز بدل جاتا ہے، اس کے اخلاق بدل جاتے ہیں، اس کے اعمال بدل جاتے ہیں، گویا کہ زمین بدل جاتی ہے، آسمان بدل جاتا ہے ۔ ہمارا یہ اسلامی انقلاب، ایمان کے تقاضوں سے تِنکا برابر کم نہیں، اور نہ تِنکا برابر زیادہ ہے ۔ اسی اسلامی انقلاب کا نام ہم بلند کرتے

ہیں، اسی انقلاب کے عزم کے ساتھ جمع ہوئے ہیں ۔

اسلامی انقلاب کا عزم دراصل عہدِ ایمان وفا کرنے کا عزم ہے ۔ یہ عزم اللہ کے نام پر مرنے کا، اللہ کے نام پر جینے کا، اللہ کے نام کے ساتھ جڑ جانے کا عزم ہے۔

یہ اللہ کا نام بھی کیسا بابرکت نام ہے! جب پہلی وحی آئی، تو یہ حکم لائی کہ اپنا رشتہ صرف اُسی کے نام کے ساتھ جوڑو، ساری زندگی کا تعلق اسی کے ساتھ قائم کرو ۔ پھر ہدایت کے بعد ہدایت آئی کہ راتوں کو کھڑے ہو تو اس کا نام لو، سب سے کٹ کر اس کے نام کو یاد رکھو، صبح شام اس کا نام لیا کرو، اٹھو، بیٹھو، لیٹو، اس کا نام لو ۔ انسان کے لیے، اپنے دل کی دنیا کے لیے، اپنے گھر کی دنیا کے لیے، اپنے ملک کے لیے، اگر خیر و برکت ہے تو اس کے نام میں ہے جس پر ایمان کی پکار ہے، جو رب ہے، جس نے پیدا کیا ۔ وہ ایمان جو علم کو، زندگی کو، ہر چیز کو رب ذوالجلال والاکرام کے اس نام کے ساتھ جوڑتا ہے جو برکت ہی برکت ہے ۔

میرے بھائیو اور بہنو! عمل کی دنیا میں ایمان کی تعبیر جہاد ہی ہے ۔ قرآن نے بتایا ہے کہ جب بعض لوگوں نے یہ سنا کہ ایمان لاؤ، تو وہ بول اٹھے کہ ہم ایمان لائے، پھر یہ نہیں بتایا گیا، یہ بیان نہیں کیا گیا، کہ اس ایمان کی تعبیر اور تفسیر کیا ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی انداز میں ایمان کے معنی کھول دیے ۔ ایمان لانے والوں کے عمل کی زبان میں، نہ کہ الفاظ میں ۔ فرمایا، ایمان لانے والے وہ تھے جنہوں نے ہر چیز کو میرے لیے چھوڑ دیا، جو صرف مجھے اپنا رب کہنے کے جرم میں اپنے گھروں سے نکالے گئے، جن کے اوپر میری راہ چلتے ایذاؤں اور تکالیف کے پہاڑ توڑ دیئے گئے، جو باطل کے آگے سینہ سپر ہو گئے، اور جنہوں نے بالآخر عہدِ ایمان کی وفا میں اپنی جان کی نذر پیش کر دی ۔ یہ ہے ایمان کی حقیقت، ایمان کا راستہ، جو قرآن مجید نے کھول کر بیان کر دیا ہے ۔

ایمان اور جہاد کا ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ لازم اور ملزوم کا رشتہ ہے۔ ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا، کوئی ان کو الگ نہیں کر سکتا۔ یہ ممکن نہیں کہ آدمی مومن ہو اور وہ مجاہد نہ ہو ۔ قرآن نے اس بات کو یوں بیان کر دیا، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات : ۱۵)

مومن تو وہ ہیں جو صحیح معنوں میں ایمان لائے۔ جن کو راہِ ایمان میں نہ شک ہو نہ شبہ، نہ تردد ہو نہ ہچکچاہٹ ۔ سارے کانٹے نکل گئے، یکسو ہو گئے ۔ جنہوں نے اپنے عہدِ ایمان کو وفا کیا، سب کچھ اللہ کے حوالے کر دیا، اس کی راہ میں مال لگا دیا، جان لگا دی، سب کچھ لگا کر جہاد کیا ۔ اولئک ھم الصادقون ۔ پس یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں ۔

اللہ کو اپنا رب ماننا صرف ایک بات زبان سے کہہ دینے کا نام نہیں ۔ یہ اتنا آسان نہیں، لیکن کوئی بہت مشکل یا ناممکن کام بھی نہیں ۔ اللہ کا نام لینے، اللہ کو رب ماننے کے بعد اس پر جمنا ضروری ہو جاتا ہے ۔ استقامت کی راہ پکڑنا ہوتی ہے ۔ استقامت کے لفظ میں ہی ایمان کی ساری حقیقت پوشیدہ ہے ۔ ایمان ایک دعوتِ انقلاب ہے، خود ایک انقلاب ہے ۔ جو ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان پر جم جائیں، انہی کے اوپر خدا کے فرشتے اترتے ہیں ۔ جو اللہ کا نام لیں اور کہیں کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، ان کا فرض ہے کہ وہ اِس نام کے لیے کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہو کر اس کا اعلان کریں ۔ "اِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"۔

یہ ایمان اور یہ جہاد ہی وہ دو چیزیں ہیں جن سے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار ہوتی ہے ۔ جو زندگی ایمان کے نور سے منوّر ہوگی، جو زندگی جہاد کی راہ پر گامزن ہوگی، وہی زندگی اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار ہوگی ۔ ایمان کا چراغ آپ اپنے دل کی محراب میں روشن کر دیں، یہاں تک کہ آپ کی پوری زندگی منوّر ہو جائے ۔ اپنے دل میں ایمان کا شعلہ اس طرح سجائیں کہ وہ ستارے کی طرح چمک کر ساری دنیا کو زندگی کی نئی راہیں دکھائے ۔ ایمان کا بیج اپنے دل کی کھیتی میں ڈالیں، آرزو اور جستجو، اعمالِ صالحہ اور اخلاقِ حسنہ، کے پانی سے اس کی آبیاری کریں، تو وہ تن آور درخت نمودار ہو گا جس کے پھل ساری انسانیت سدا کھاتی رہے گی ۔

بھائیو اور بہنو، اس ایمان کی روشنی اپنے دل میں سجائیے، اس کو ستارے کی طرح چمکائیے، اس کو دنیا کا، اپنے ملک کا، اپنی قوم کا، اپنی زندگی کا، رہبر بنائیے۔

جاننے کی ضرورت ہمیں اس بات کی ہے کہ اگر انقلابی کردار ایمان اور جہاد سے بنتا ہے، وہ انقلابی کردار جس کے بغیر ہم اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار نہیں ہو سکتے ، تو پھر ایمان کیا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے ۔ ایمان کی حقیقت جاننا اور سمجھنا ہو تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے ۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا صرف ایک جملہ ایمان کی ساری حقیقت آشکار کر دیتا ہے ۔ فرمایا، اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ "میں نے اپنی شخصیت کا، اپنی زندگی کا، رخ ہر طرف سے کاٹ کر صرف اس کی طرف کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے"۔ گویا میں سب سے کٹ کر صرف اس سے جڑ گیا ہوں، وہی میرا مقصود و منزل بن گیا ہے ۔ اور میں اس میں کسی کو شریک نہیں کرتا ۔ گویا نہ رخ کسی اور کی طرف کرتا ہوں، نہ مقصود و منزل کسی اور کو بناتا ہوں، نہ شخصیت اور زندگی کے حصے بخرے کرتا ہوں کہ ایک کا رخ کسی طرف ہو، دوسرے کا قبلہ کچھ اور ہو ۔

جب آپ نے اپنا رخ، اپنے چہرے کا رخ، اپنی زندگی کا رخ اللہ کی طرف کر لیا، اور صرف اسی کی طرف کر لیا، تو آپ نے ایمان کے معنی پا لیے ۔ اس کے بعد اللہ ہی زندگی کا مقصد ہے، وہی قبلہ ہے، وہی مطلوب ہے، اسی کی طرف چلنا ہے، اسی کی طرف دوڑنا ہے ۔

اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے نماز کو دیکھیے ۔ جب آپ نماز پڑھتے ہیں، اگر آپ کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہو تو آپ کی نماز صحیح نہیں ہوتی ۔ اسی طرح زندگی کا رخ اللہ کی طرف نہ ہو بلکہ کسی اور طرف ہو جائے، اس کا مقصود اللہ نہ ہو کوئی اور ہو جائے، اللہ کی رضا نہ ہو بلکہ دنیا یا کسی اور کی رضا ہو جائے، وہ زندگی ایمان کی زندگی نہیں بن سکتی ۔ وہ بغیر قبلہ کا رخ کیے نماز کی طرح باطل ہے، مقبول نہیں ۔

ایمان اس کا نام بھی ہے کہ آپ اپنی پوری زندگی کا سودا صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ چکا لیں، اس قیمت کے عوض کہ وہ آپ کو اپنی رضا و خوشنودی اور جنت سے سرفراز فرمائے گا ۔ ان لوگوں میں سے ہو جائیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ"۔ یعنی بعض لوگوں ہیں جو اپنے آپ کو فروخت کر دیتے ہیں، اللہ کی رضا کے حصول کے لیے۔ جب آپ اپنے آپ کو ہر طرف سے کاٹ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ دیں اور صرف اسی کے ہو رہیں، جب آپ کا مقصود اور مطلوب صرف اللہ تعالیٰ کی رضا بن جائے اور آپ کی نگاہیں اُس جنت کے اوپر جم جائیں جس کی وسعت میں زمین اور آسمان سما جائیں، تو یہی وہ ایمان ہے جو آپ کو، آپ کی تحریک کو، آپ کی جماعت کو، اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار کر سکتا ہے ۔

یہ ایمان آپ کو کتنا حاصل ہے؟ یہ میرے کہنے کی بات نہیں، آپ کے اپنے جانچنے اور دیکھنے کی بات ہے ۔ اپنے گریبان کے اندر منہ ڈال کر ، اپنے دل کے اندر جھانک کر دیکھیے، اس کا رخ کس طرف ہے اور وہاں کون کون حکومت کر رہا ہے، آپ کی نگاہیں کن مقاصد پر جمی ہوئی ہیں ۔ ہر کام اللہ کے لیے خالص کر لیجیے ، اسی کے مخلص بن جائیے، ہر چیز اللہ کے لیے کر دیجیے، اسی کے بن جائیے ۔ اس کے بعد آپ ایمان کی حقیقت پائیں گے، ایمان آپ کے لیے ایک لذیذ شے بن جائے گا ۔

آپ نے ایمان کی یہ حقیقت پالی، تو پھر آپکو سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گی ۔ ایمان کی یہی تعبیر ہے جو قرآن پاک میں بیان کر دی گئی ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ"۔ وہ لوگ جو ایمان لانے والے ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے

محبت کرتے ہیں ۔ محبت سے زیادہ سچی، محبت سے زیادہ حسین، اور محبت سے زیادہ دلکش کوئی تعبیر ایمان کی ہو نہیں سکتی ۔ محبت کا رشتہ دل کا رشتہ ہے، محبت کا رشتہ قربت کا رشتہ ہے، محبت کا رشتہ عمل کا رشتہ ہے، محبت کا رشتہ یاد کا رشتہ ہے ۔ محبت کا مسکن دل ہوتا ہے ۔ جو محبوب ہوتا ہے اس کی یاد دل میں بستی ہے ۔ جو محبوب ہوتا ہے اس سے ملاقات کی تمنّا دل کو بے کل رکھتی ہے۔ جو محبوب ہوتا ہے اس کی خاطر دل سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے ۔ جو محبوب ہوتا ہے اس کے کوچہ میں جانے کے لیے دل بے قرار رہتا ہے۔ اور دن رات اس کی طرف چلنے کے بعد بھی دل نہ تھکتا ہے نہ سیر ہوتا ہے۔ محبوب کے سامنے حاضر ہوتا ہے تو دل بھی حاضر ہوتا ہے، اور محبوب کا اشارہ ہوتا ہے دل اپنا سب کچھ لا کے حاضر کر دیتا ہے۔ اپنا مال بھی، اپنی زندگی بھی، اپنے رشتے بھی، اپنے تعلقات بھی، اور جب ضرورت ہو تو اپنی جان بھی ۔ یہی محبت انقلابی ایمان کی تعبیر ہے، یہی محبت انقلابی ایمان کی مظہر ہے ۔ یہی محبت انقلابی ایمان کا لازمی تقاضہ ہے ۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ محبت تو اللہ کے برگزیدہ بندوں کا مقام ہے۔ وہ غلط سمجھتے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ مومن ہے ہی وہ جو اللہ سے محبت کرے، اور سب سے بڑھ کر اسی سے محبت کرے ۔

محبت کے بعد، جس ایمان سے انقلابی کردار بنتا ہے، وہ وفاداری اور اطاعت کے عہد کا نام ہے ۔ ایمان صرف زبان سے اقرار کا نام نہیں ہے، ایمان اللہ تعالیٰ سے معاہدے کا نام ہے ۔ "اِنَّ اللہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ"۔ گویا ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے آپ کے جسم و جان اور مال خرید لیے ہیں ۔ ہر چیز آپ نے اس کو بیچ دی ہے ۔ اب کوئی چیز آپ کی نہ رہی ۔ نہ ہاتھ پاؤں آپ کے رہے نہ آنکھ اور کان، نہ دل و دماغ آپ کے رہے، نہ گھر بار اور کاروبار، سب اللہ کے ہو گئے ۔

آپ نے تجدیدِ ایمان کر لی، آپ راہِ حق پر آ گئے، آپ نے اسلامی انقلاب کا جھنڈا ہاتھ میں اٹھا لیا، آپ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر دیا، آپ اللہ کی کبریائی کے لیے کھڑے ہو گئے، لیکن اگر آپ کا حال یہ ہو کہ آپ نے اپنا مال بھی اس سے بچایا، کہیں اور لگایا یا سینت کر رکھا، اپنے وقت کو بھی اس سے بچایا، اپنی توجہات کو بھی بچایا، اپنے تعلقات کو بھی بچایا، تو پھر یہ ایمان وفائے عہد نہیں، نقضِ عہد ہے ۔ یہ ایمان انقلابی ایمان نہیں جو آپ کو اسلامی انقلاب کی منزل سے ہمکنار کر دے ۔

سب سے بڑھ کر، انقلابی کردار کے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں کہیں ظلم کی آمیزش نہ

ہو ۔ ظلم کے معنی کیا ہیں؟ ظلم کے معنی یہ ہیں جو کچھ صرف اللہ کا ہونا چاہیئے آپ کسی اور کا کر دیں، یا اس میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا حصہ لگا دیں کسی اور کو شریک کر لیں ۔ ایک قسم کے شریک تو وہ ہوتے ہیں جو نظروں سے دیکھے جا سکتے ہیں ۔ یہ پتھر ہو سکتے ہیں، درخت ہو سکتے ہیں، چاند تارے ہو سکتے ہیں، اپنے جیسے انسان بھی ہو سکتے ہیں ۔ لیکن بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں جو نظر نہیں آتیں، مگر جو چھپ چھپ کے آپ کے دلوں میں وہ جگہ پا لیتی ہیں جو خدا کی جگہ ہے، آستینوں کے بت بن جاتی ہیں ۔

عبد اللہ بن عباسؓ کے الفاظ میں وہ شرک بڑا خطرناک ہے جو ایک کالی چیونٹی کی طرح سیاہ چٹان کے اوپر رینگتا ہے اور کوئی اس کو نہیں پہچانتا ۔ اس کو دیکھنا بھی مشکل، اس سے ہوشیار رہنا بھی مشکل، اس سے بچنا بھی مشکل ۔ اپنی خواہشِ نفس، اپنی پسند ناپسند، اپنی شہرت، اپنا جذبۂ انتقام، اپنی عصبیت، اپنی انا، ان میں سے جو بھی اللہ کے ساتھ، اللہ سے زیادہ یا اللہ کے برابر، محبت و اطاعت اور وفاداری کا مرکز بن جائے، وہی اللہ کا ہمسر اور اس کا شریک ہے ۔ ان کو اپنا معبود بنانا، یہ وہ چیز ہے جس سے ایمان کو پاک ہونا چاہیئے ۔ جس کو ایسا خالص ایمان حاصل ہو، اس سے ہی اللہ تعالیٰ اس انقلاب کا وعدہ فرماتا ہے کہ وہ زمین میں ان کو خلافت عطا کرے گا، "لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ـــ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا" یعنی جن کی بندگی اللہ کے لیے اس طرح خالص ہو کہ اس میں شرک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو ۔

میرے بھائیو اور بہنو، سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب ایمان اس طرح دلوں کے اندر راسخ ہو جائے تو انقلابی کردار بنتا ہے، جب انقلابی کردار بنتا ہے تو پھر آپ کا ہر کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونا چاہیئے۔ چھوٹے سے چھوٹا کام ہو یا بڑے سے بڑا۔ جان دینی ہو تو صرف اللہ کے لیے ہو، اور ایک منٹ کے لیے اجتماع میں بیٹھنا ہو تو وہ بھی صرف اسی کے لیے ہو ۔ زبان سے نعرہ لگانا ہو تو اسی لیے ہو، اور ہاتھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ہو تو وہ بھی اسی لیے ہو کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو، اللہ تعالیٰ خوش ہو ۔

اگر صرف اللہ کی رضا ہی مطلوب ہو جائے، تو ان کو جو اسلامی انقلاب کی راہ پر گامزن ہوں اور یہ سمجھتے ہوں کہ انقلابی کردار ایمان اور جہاد پر مشتمل ہے، یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے، کہ اللہ کی رضا کوئی ایسا کام کر کے ہرگز بھی حاصل نہیں ہو سکتی جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو، جس سے اس کا غضب بھڑکتا ہو ۔ یہ شیطان کے وسوسے ہوتے ہیں، شیطان کے دھوکے ہوتے ہیں، کہ تم نے فلاں کام نہ کیا تو تم کامیاب نہیں ہو گے انقلاب نہیں آئے گا، اور تم لوگوں میں مقبول نہیں ہو

گے تو تحریک کیسے آگے بڑھے گی ۔ لیکن یہ بات گرہ میں باندھ لیجئیے، اچھی طرح اپنے دل پر لکھ لیجئیے کہ جس کام یا بات سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہو وہ کر کے اس کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی، اور جس کام کو کر کے اس کی رضا حاصل نہ ہو اس کام سے اسلامی انقلاب کی راہ ہموار نہیں ہو سکتی ۔ اس بات پر یقین حاصل ہو جائے تو صحیح فکر اور سلامت روی یقینی ہو سکتی ہے، توکّل اور صبر کا وہ خزانہ حاصل ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں ۔

آخری بات یہ ہے کہ اگر انقلابی ایمان کا نور آپ کے دل کی روشنی بن جائے، دل اس کے لیے کھل جائے، آپ اس روشنی میں زندگی کی راہ چلیں تو پھر کیفیت یہ ہوتی ہے کہ دنیا سے دل کا تعلق کٹ جاتا ہے ۔ دنیا سے تعلق کٹ جانے کے معنی یہ ہرگز نہیں ہیں کہ آدمی گوشہ گیر ہو جاتا ہے، ترکِ دنیا کر کے کسی غار یا صحرا میں جا کر بیٹھ جاتا ہے ۔ نہیں، وہ خوب جانتا ہے کہ یہی دنیا ہے جس کے ذریعے اس کو اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے ۔ اس دنیا میں اس کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنے سے ہی وہ آخرت میں اللہ سے ملاقات کے وقت سرخرو ہو سکتا ہے۔ بس یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ دنیا آپ کا مسکن نہیں، یہ دنیا آپ کی منزل نہیں، یہ دنیا آپ کا مقصود نہیں، یہ دنیا آپ کی محبوب نہیں ۔ محبوب و مطلوب تو بس وہی کچھ ہے جو موت کے بعد ہے ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَمَنْ یَّشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ" "جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے نور پا لیتا ہے "۔ جس کے دل میں ایمان کا نور داخل ہو جائے، اس میں فراخی پیدا ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا، یا رسول اللہؐ، اس کی علامت بیان فرمائیے ۔ ارشاد ہوا ، آخرت کی طرف میلان ہو، دنیا سے بے رغبتی اور یکسوئی ہو، موت سے پیشتر اس کی ، یعنی ، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری ہو ۔ یہی بات ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور انداز میں یوں بیان فرمائی، "وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ"۔ یعنی اللہ سے ملاقات اس طرح محبوب ہو جائے، اللہ سے ملاقات کا شوق اس طرح دل میں اتر جائے کہ دنیا کی حاجتیں، دنیا کی چاہتیں، دنیا کی تمنائیں، دنیا کے مطالبات، ان سب کی جڑ کٹ جائے ۔

ایمان انقلابی کردار کو ایسی تازگی عطا کرتا ہے جو لازوال ہے ۔ آپ اللہ کی رضا کے طلبگار ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے معنی اس کی جنت ہے، وہ جنت جس کی وسعت میں زمین اور آسمان سما جائیں ۔ اگر آپ کا مقصود اور مطلوب واقعی وہ جنت ہے جس کی وسعت میں زمین اور آسمان سما جائیں، تو میں آپ سے کہوں گا کہ آپ کے ایمان کو، اور اس پر قائم انقلابی کردار کو، کم سے کم اتنا سدابہار، اتنا سرسبز اور اتنا ابدی تو ہونا چاہیے ، جتنی جنت سرسبز ہے، جتنی جنت سدابہار

ہے، جنتی جنت ابدی ہے، جو ایمان آج ہے اور کل نہ ہو، جو ایمان گردشِ زمانہ سے سرد پڑ جائے، باطل سے شکست کھا جائے، آزمائشوں میں ترغیب و خوف کا شکار ہو جائے، آخری سانس تک سلامت نہ رہے، جو ایمان دنیا کی ایک لہر میں بہہ جائے، وہ ایمان اُس جنت میں کیسے لے جا سکتا ہے، جو ابدی ہے ۔ انسان کی فطرت ایسی ضرور ہے کہ حالات کے لحاظ سے ایمان پر کیفیات کے مختلف ادوار آ سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کو وہ ایمان مطلوب ہے جو ہر اتار کے بعد اور زیادہ اوپر اٹھ جائے، ہر خزاں کے بعد اور زیادہ رنگ لائے اور مہکے، جو آخری سانس تک جانِ زندگی بنا رہے ۔

جس نے اپنا پورا رُخ صرف اللہ کی طرف کر لیا، اور اس بات کو جان لیا اور مان لیا کہ ساری قوتوں کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے ، ماشاء اللہ ولا قوۃ الا باللہ، وہی سب سے بڑا ہے، اللہ اکبر، تو آپ بتائیے کہ اس کے بعد کائنات کے اندر کون سی دولت ہے جس کا لالچ ایمان کو متزلزل کر دے، یا کون سے قوت ایسی ہے جس سے خوف اور ڈر ایمان کو کمزور کر دے یا ضائع کر دے ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کون سی قوت ایسی ہے، جس سے آپ امیدیں باندھیں، کون سی قوت ایسی ہے جس کا آپ آسرا اور سہارا لیں ۔ کوئی آسرا نہ ہو، کوئی سہارا نہ ہو، کوئی اسباب نہ ہوں، بڑی سے بڑی قوت آپ کی مخالف ہو، لیکن اگر آپ نے رب سے ایمان سے رشتہ جوڑ لیا، اپنے دل میں ایمان کا چراغ جلا لیا، اپنی کھیتی میں ایمان کا بیج ڈال دیا، تو اب آپ کے سامنے کوئی قوت، قوت نہیں ہے ۔ سارے سہارے ٹوٹ جائیں تو اس کا ایک سہارا تو ہے، کوئی قوت ساتھ نہ دے تو اس کی قوت تو ساتھ ہے ۔ اس کے سہارے اور اس کی قوت سے بڑا کوئی سہارا اور کوئی قوت نہیں ہے ۔

جب ایمان اس مقام پر پہنچ جائے تو وہ ایک ایسا لباس نہیں ہو سکتا جسے آپ جب چاہیں اوڑھیں اور جب چاہیں اتار دیں ۔ بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ ایمان کی مٹھاس، ایمان کی حلاوت، آپ کی زبان محسوس کرتی ہے، آپ کی روح اس کا ذائقہ چکھتی ہے، آپ کا دل اس کے مزے لوٹتا ہے، آپ کی زندگی میں اس کی شیرینی کے اثرات دیکھے جا سکتے ہیں ۔

یہ وہ ایمانی کردار ہے، یہ وہ انقلابی کردار ہے، جس کو حاصل کر کے ہم اپنے اس قافلہ کو پاکستان میں، اور ساری دنیا میں اسلامی انقلاب کی منزل تک پہنچا سکتے ہیں ۔

میرے بھائیو اور بہنو، میں نے آپ سے کہا تھا کہ ایمان کی حقیقت، اس کی تعبیر، اس کی کسوٹی جہاد ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ایمان مقبول ہے جو جہاد کی راہ پکڑے ۔ آپ ایمان کی حقیقت پر غور کریں تو آپ خود اس نتیجہ تک پہنچ سکتے ہیں ۔

ایک ننھے سے بیج کو دیکھیے ۔ منوں مٹی کے نیچے دبا ہوا ہوتا ہے، لیکن وہ مٹی کا پہاڑ چیر کر باہر

نکلتا ہے۔ پہلے ننھی منّی کونپل نکلتی ہے، پھر وہ ایک مضبوط، توانااور تن آور درخت بن کر کھڑا ہوتا ہے ۔ اسی طرح ایمان کی یہ سرشت ہے، ایمان کی یہ فطرت ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیّت رکھی ہے، یہ استعداد رکھی ہے، کہ باہر نکلے ، ظاہر ہو اور توانا بن جائے ۔ مزاحمت کرے، مقابلہ کرے اور جو چیز بھی ایمان کا راستہ روکنے والی ہو اس کو راستہ سے ہٹا دے ۔ تو ایمان کا راستہ جہاد کا راستہ ہے ۔

اس امّت کی قوّت اور عروج کا راز ایمان اور جہاد کے رشتہ میں پوشیدہ تھا ۔ اس امّت پر زوال اس وقت آنا شروع ہوا جب ایمان اور جہاد کا رشتہ کٹ گیا، جب لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ایمان کا جہاد سے تعلق ناگزیر نہیں ہے ۔ آدمی بڑا اچھا مومن ہو سکتا ہے، بڑا باکمال ہو سکتا ہے، اس کے بغیر کہ وہ جہاد کرے ۔ حالانکہ قرآن کی ایک ایک آیت کھول کر یہ بات بیان کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی ایمان مقبول ہے، وہی مطلوب ہے، جس کا نتیجہ جہاد ہو ۔ بار بار فرمایا گیا، کہ جو ایمان لانے والے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد سے کوئی عذر نہیں پیش کرتے، کوئی بہانے نہیں بناتے، ہر وقت جان اور مال لیے جہاد کے لیے حاضر رہتے ہیں ۔

ایسا کیوں ہے؟ اس لیے کہ ایمان اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی ہو جائے ۔ اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک آپ پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی بنانے کے لیے جدوجہد نہ کریں اور کوشش نہ کریں ۔ جہاد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو جو کچھ بھی دیا ہے ——— آپ کا وقت، آپ کا جسم، آپ کی صلاحیتیں، آپ کا مال ——— ان میں سے ہر چیز اللہ کے لیے اور اللہ کے دین کے لیے وقف ہو جائے ۔ یہ سب کچھ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے، اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے، اس کے دین کو ظاہر کرنے کے لیے، اس کے کام میں لگ جائے ۔ جہاد نہ ہو تو ایمان صحیح معنوں میں انقلابی ایمان نہیں ہے ۔ جب ایمان اور جہاد جڑ جاتے ہیں اور ان کا تعلق کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے، زندگی اس تعلق کے محور پر گھومنے لگتی ہے، تو پھر وہ کردار وجود میں آتا ہے جو اسلامی انقلاب لا سکتا ہے ۔

ایمان اور جہاد کے درمیان جو چیز ربط قائم کرتی ہے وہ دعوت ہے ۔ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ لوگوں کو بلایا جائے اور وہ اللہ کی بندگی پر جمع ہو جائیں۔ جہاد بھی اسی وقت ہو سکتا ہے جب لوگ اس مقصد کے لیے جمع ہوں ۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو آزاد پیدا کیا ہے۔ اختیار کی آزادی دی ہے، اس بات کی آزادی دی ہے کہ ہم چاہیں تو اچھے عمل کریں اور چاہیں تو برے عمل کریں، اس بات کی آزادی دی ہے کہ ہم

چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا انکار کریں اور اس کی ناشکری کریں اور چاہیں تو اس کو مانیں اور شکر کا راستہ پکڑیں ۔ فرمایا، "اِنَّا ھَدَیۡنٰہُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوۡرًا" "ہم نے انسان کو راستہ دکھا دیا ہے ۔ وہ چاہے تو شکر کا راستہ اختیار کرے، اور چاہے تو ناشکری کا راستہ اختیار کرے ۔"

یہ سارے لوگ جو زمین پر بستے ہیں ان کو ایمان اور جہاد پر لانے کا راستہ دعوت کا راستہ ہے۔ دعوت و تبلیغ ہی رسالت کا راستہ ہے ۔ اللہ کا ہر رسول داعی بن کر آیا تاکہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ داعیاً الی اللہ ۔ وہ چراغ بن کے آیا تاکہ لوگوں کو روشنی دکھائے ۔ سراجاً منیراً ۔ بلانے کے لیے اور روشنی دکھانے کے لیے، وہ بشارت دینے والا بن کے آیا تاکہ لوگوں کے اندر امید کے چراغ جلائے ۔ وہ آگاہ کرنے والا بن کے آیا تاکہ دلوں پر خوف کے تازیانے لگائے ۔ بشیراً و نذیراً ۔

میرے بھائیو اور بہنو، ایمان اور جہاد کے درمیان دعوت ربط قائم کرتی ہے ۔ دعوت کے ذریعے ہی وہ جماعت وجود میں آسکتی ہے جو جہاد کرے، دعوت کے ذریعے ہی وہ جماعت ایسی قوت بن سکتی ہے جو دوسری قوتوں پر غالب آجائے ۔ دعوت کے ذریعے ہی وہ حرارت پیدا ہو سکتی ہے جو دلوں کو گرما دے ۔ دعوت کے ذریعے ہی انسان بدل سکتے ہیں، کھڑے ہو سکتے ہیں، اور متحرک ہو سکتے ہیں ۔ اور اس طرح متحرک ہو سکتے ہیں کہ اللہ کے دین کو غالب کر دیں ۔ انسان ایمان سے سرشار ہو کر اور جہاد کر کے اللہ کے دین کو غالب کر دیں، اس کے علاوہ دین کو غالب کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے ۔

اگر آپ اسلامی انقلاب کا عزم کر چکے ہیں اور اسلامی انقلاب کی منزل کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں، تو یہ خواب دعوت کے کام سے ہی پورا ہو سکتا ہے ۔ جتنے لوگ آپ کے ساتھ آتے جائیں گے، آپ کا قافلہ بڑھتا جائے گا ۔ اگر آج ۷۵ آدمی لاکھوں تک پہنچ چکے ہیں تو یہ کام دعوت ہی کے نتیجے میں ہوا ہے ۔ سید مودودیؒ کے الفاظ میں، انقلاب کی منزل اس وقت آئے گی جب صرف ملک میں ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر کم سے کم اربوں انسان ہماری دعوت سے واقف ہوں گے، کروڑوں انسان ہماری دعوت کو حق مان لیں گے، لاکھوں انسان ہماری اخلاقی اور عملی تائید کے لیے تیار ہوں گے، اور ایک کثیر تعداد ایسے سرفروشوں کی تیار ہو جائے گی جو ہر خطرہ، ہر نقصان اور ہر مصیبت برداشت کرنے اور اپنی جان و مال لٹانے کے لیے تیار ہوگی ۔ اس حالت تک پہنچنے سے پہلے اگر ہم آرزو کریں اور یہ خواب دیکھیں کہ اللہ کا دین غالب آجائے گا، تو یہ خواب پورا نہیں ہو سکتا ۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیں جس بات کی جواب دہی کرنا ہوگی، جس بات کے لیے وہ ہمیں ذمہ

دار ٹھہرائے گا، وہ سب سے بڑھ کر دعوت کی ذمہ داری ہے ۔ وہ آپ سے اس بات کے لیے جواب طلب نہیں کرے گا کہ آپ نے شریعت کیوں نہیں نافذ کر دی، وہ آپ سے یہ نہیں پوچھے گا کہ تم اس بات میں کیوں کامیاب نہیں ہوئے کہ اسلامی نظام قائم کر دیتے، لیکن وہ آپ سے یہ بات ضرور پوچھے گا کہ تمہارے پاس جو حق تھا، تمہارے پاس جو شہادت تھی، تمہارے پاس جو کلمہ تھا، اسے تم نے اپنے گھر میں، اپنے محلہ میں، اپنے گاؤں میں، اپنے ملک میں، کہاں تک پہنچایا ۔ آج بھی اس ملک میں دس کروڑ کی آبادی کے ملک میں، پانچ کروڑ مردوں اور پانچ کروڑ عورتوں کے درمیان، کتنے ہیں جو آپ کی دعوت سے ناواقف ہیں، کتنے ہیں جنہوں نے آپ کا نام بھی نہیں سنا ہے!

اگر اس ملک میں انقلاب آنا ہے، تو اسی صورت میں آسکتا ہے کہ عام آدمی آپ کی دعوت کے لیے کھڑا ہو جائے، آبادی کا ایک بڑا حصہ آپ کے ساتھ آجائے ۔

اس مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کرنا ہوگی ۔ جو آتا تھا وہ آپ کا دروازہ اپنے لیے کھلا پاتا تھا، آپ کی رحمت کی آغوش ہر ایک کو سمیٹ لیتی تھی ۔ کمزور بھی آتے تھے، کچّے پکّے بھی آتے تھے، گناہ گار بھی آتے تھے ۔ جو ایمان میں کمزور ہوتے تھے وہ بھی آتے تھے، جن کے اعمال ناقص ہوتے تھے وہ بھی آتے تھے جن کی صلاحیتیں کم ہوتیں وہ بھی آتے تھے، جاہل بھی آتے تھے، بدو بھی آتے تھے، لیکن آپؐ نے ان سب کو جمع کیا، ایک قوّت بنائی، جہاد کی راہ پر کھڑا کر دیا، اور اسی طرح بالآخر اسلامی انقلاب رونما ہوا ۔

میرے بھائیو اور بہنو، دراصل انقلاب لانے کے لیے اس انقلابی کردار کی ضرورت ہے جو ایمان، جہاد اور دعوت سے بنتا ہے۔ ایمان، جہاد اور دعوت سے اس کردار کی بنیاد پڑے، اس کا نقشہ بنے، اس کی عمارت اٹھے، اس کی زینت کا سامان ہو، اس میں رنگ آئے ۔ ایک دفعہ اگر آپ نے اس بات کو سمجھ لیا، اپنے ایمان کو مضبوط کیا، ایسا ایمان جس میں آپ کا رخ صرف اللہ کی طرف ہو گیا، آپ کو اللہ سب سے زیادہ پیارا ہو گیا سب سے بڑھ کر آپ نے اس سے محبت کی، سب سے بڑھ کر آپ نے اس پر بھروسہ کیا، اسی سے امیدیں باندھیں، اسی سے ڈرے، اسی کے اجر کے طالب رہے، ساری قوتیں، ساری صلاحیتیں اسی کی راہ میں لگائیں، تو پھر آپ دیکھیں گے کہ اللہ کا وعدہ آپ کے ساتھ پورا ہو گا کہ ”اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ“۔ اگر تمہارے پاس ایمان ہو گا، ایمانی کردار ہو گا، تو تم زمین میں غالب ہو گے ۔ اللہ کا یہ وعدہ بھی پورا ہو گا کہ اگر تم نے میری بندگی اس طرح کی کہ اس میں کوئی شریک نہ ہو تو میں زمین کی خلافت تمہیں عطا کروں گا ۔

زمین کی خلافت بھی آپ کی منتظر ہے، زمین میں غلبہ بھی آپ کا منتظر ہے ۔ لیکن یہ منتظر ہے اس کردار کا جو ایمان، جہاد اور دعوت سے آراستہ ہو اور انہیں ہتھیاروں کو لے کر آگے بڑھے ۔

میرے بھائیو اور بہنو، آج اس عظیم اجتماعِ عام کے آغاز میں اسی ایمان کی بات دل کے اندر تازہ کرنے کی ضرورت ہے، اسی جہاد کے جذبے کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے، اور اسی لیے بالکل آغاز میں، میں نے یہ چند باتیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ میرے اور آپ کے دونوں کے لیے نافع کرے ۔

وَ آخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

اِنقلابی جماعت
رُحَمَآءُ بَینَھُم

سیّد منوّر حسن

امیر جماعتِ اسلامی کراچی

محترم امیرِ جماعت ، قاضی حسین احمد صاحب ، معزّز صدرِ مجلس میاں طفیل محمد صاحب ، ذمّہ دارانِ جماعت ، مہمانانِ گرامی ، میرے بزرگو ، دوستو ، راہِ حق کے ساتھیو اور میری معزّز بہنو!

موضوع زیرِ بحث ، یوں تو واضح اور متعیّن ہے ، تاہم "انقلاب" رخ اور حالات کے بدل دینے کا ، موڑ دینے اور پلٹ دینے کا ، بلکہ الٹ پلٹ کر دینے اور تلپٹ کر دینے کا نام ہے ۔

یہ کام جس بھرپور صلاحیّت ، اہلیت اور قوّتِ کار کا متقاضی ہے اسکا متحمّل کوئی فرد تنہا نہیں ہو سکتا ، یوں بھی فرد کا لایا ہوا "انقلاب" ، اس کے مزاج کی چھاپ لے کر ابھرتا ہے ، اسکی سوچ کا آئینہ دار ہوتا ہے ، اسکے نقطۂ نظر اور فکر و خیال کا اسیر ہوتا ہے ۔ ایسا انقلاب فرد سے شروع ہو کر فرد ہی پر ختم بھی ہو جاتا ہے ۔

ہم جس "انقلاب" کے داعی ہیں ، وہ نظریہ کا اور عقیدہ کا انقلاب ہے ۔ اللہ سے لو لگانے اور اسی کا ہو رہنے کا انقلاب ہے ۔ یہ انقلاب فکر و نظر کا ، قلب و جگر کا ، سوچ و عمل کا اور روح و بدن کا انقلاب ہے ۔

یہ انقلاب ایک منظّم جماعت کا خُوگر ، منتظر اور ایک مضبوط گروہ کا مرہونِ منت ہے ۔

ایسی جماعت جو ایمان کے بل پر اٹھے ، اصولوں پر تشکیل پائے ، باہمی مشاورت سے چلے ، رضائے الٰہی جس کا نصب العین قرار پائے ، جِدو جُہد جسکے رگ و پے میں سرایت کیے ہو ، قال اللہ اور قال رسول اللہ جس کی میزان ٹھہرے ۔

جماعت ——— تربیت و تزکیہ جس کی گھٹی میں پڑا ہو ، جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت جس کی منزل کا پتہ دیتے ہوں ، جو معرکوں کی خوگر اور غلبۂ حق جس کا مقدر ہو ، جس کے روز و شب ، "تیز ترک گامزن ، منزلِ ما دور نیست" کا پیغام دیتے اور ،

"شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے

یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے" کا مژدہ جانفزا سناتے ہوں ۔

لہٰذا ، حقیقی "انقلابی جماعت" ، صرف "اسلامی جماعت" ہی ہو سکتی ہے ۔

جو انسان کی فطری ضرورتوں اور طبعی تقاضوں کا لحاظ رکھ سکے ، انسانی صلاحیتوں کے جلا اور نشو و نما کا اہتمام کر سکے ، وصولیٔ حق اور ادائیگیٔ فرض میں توازن قائم کر سکے ۔

ایسی جماعت ، جو معاشرے میں قائم اور رائج نظام سے اعلان برأت کرے ، لگے بندھے طور طریقوں ، رسوم و رواج کو تاراج کرے ، جمے جمائے تمدّن کے فرسودہ ، بے خدا ڈھانچہ کو نابود کرے ۔

جو بندگانِ خدا کو بندگیٔ رب کی طرف بلائے ، جہاد اور شہادت کی طرف انہیں ہنکائے ، ربِّ حقیقی کا دستِ نگر ——— اور ——— اسکی حمد و ثنا کا پیکر بنائے ، جو اخروی زندگی کو اصل ——— حیاتِ جاوداں ——— اور حقیقی بنائے ، سمجھائے ، جو اللہ کی کتاب سے انہیں جوڑے ، سارے طلسم توڑ دے اور سنّتِ نبوی صلے اللہ علیہ و سلم کا تابع بنائے ، جو اعلانِ بغاوت کرے ۔

سارے جھوٹے خداؤں سے رشتہ ناطہ توڑنے کی بات کرے ، خدائے واحد کو رب مان لینے ، اسی کا ہو رہنے ——— اور ——— اپنا سب کچھ اسی کی راہ میں لٹا دینے کی جوت جگائے ۔

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ" (سورۃ التوبہ : ۱۱۰) کا سبق دہرائے ۔

جو بیچ چوراہے کھڑے ہو کر ، بھرے بازار ، ڈنکے کی چوٹ ، بلا خوفِ تردید ، ہر ملامت کو انگیز کرتے ہوئے پکار دے کہ ،

یہ بھری پڑی دنیا میری ہے ، کل کائنات میرے رب کی ہے اور مَیں اس کا خلیفہ ہوں ۔

یہ تمدّن بھی میرا ہے ، تاریخ کی تعبیر بھی میری ہے ، اور بساطِ سیاست بھی میری ہے ،

حکومت اور عدالت بھی میری ہے ۔

یہ اللہ کے رنگ میں سب کو رنگ دینے کی جماعت ، صبغۃ اللہ جسے کہیں ۔

حضرات !

معاشرہ گیا گزرا ہو جاتا ہے ، زنگ آلود ، داغدار ہو جاتا ہے ، گراوٹ و انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے ، ذلت و نکبت سے دوچار ہو جاتا ہے ، پستیوں کی گہرائیوں میں گر جاتا اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے ——— "انقلابی جماعت" اخلاق اور اسکی قدروں کو دیوالیہ پن کی دلدل سے نکال کر ، تکریم ، تعظیم اور قبولیت کا آہنگ دیتی ہے ، نقطۂ نظر ، فکر و نظر اور سوچ کو بلندیوں کی اوج ثریا پر پہنچاتی ہے ۔ عجز و انکسار ، عدل و احسان اور مروت و ایثار کو عام کرتی ہے ۔ فرد کو انفرادیت اور خود پسندی سے دستبردار ہونے ، اجتماعیت کو اپنانے اور "پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ" کے عنوانات سجانے کا درس دیتی ہے اور "موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں" کا ذہن اور سانچہ فراہم کرتی ہے ۔

معاشرہ کو روگ لگ جاتے ہیں ، جو گھن کی طرح اسے کھاتے ہیں ، روگی معاشرہ ، بیمار ، تہی دست و تہی دامن معاشرہ اندر سے کھوکھلا ، لٹا پٹا معاشرہ ، اجڑا اجڑا سا ، ویران معاشرہ ——— "انقلابی جماعت" اس معاشرہ کیلئے "کاروانِ دعوت و محبت" بھی ہے ، "قافلۂ امن و اخوت" بھی ہے ، جب لوگ نفرتوں میں ڈوبے ہوں ، یہ ان کیلیے محبت کے گیت گاتی ہے ، جب لوگ اندھیروں میں بھٹک رہے ہوں ، یہ انہیں روشنیوں اور اجالوں کی طرف لاتی ہے ، جب لوگ غلاظت کے ڈھیر کو اپنا مسکن بنا چکے ہوں ، یہ انہیں پاکیزگی اور صفائی کا شعور دلاتی ہے ، جب لوگ باہم دست و گریباں ہو رہے ہوں ، نسلی ، قبائلی ، لسانی وحدتوں میں سمٹ رہے ہوں ، سکڑ رہے ہوں ، اور " اذ کنتم اعداءً " ... "تم ایک دوسرے کے دشمن تھے" "و کنتم علی شفا حفرۃ من النار ..." "تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے" کی تفسیر بن رہے ہوں ، "انقلابی جماعت" ، انہیں شیر و شکر کرتی ، باہم بغلگیر کراتی ، اور بلندیوں کی طرف لے جاتی ہے ، آفاقی بناتی ، ہمتیں بڑھاتی ، ولولے جگاتی اور ایمان کی خوشبو مہکاتی ہے اور "ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند" ان میں شامل کراتی ہے اور :

ایک ہوں مُسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

کا مژدۂ جانفزا سناتی ہے ۔

جب لوگ سب کچھ بھول چکے ہوں ، کچھ اپنی بھی خبر نہ آتی ہو کا مصداق بن چکے ہوں "نسواللہ فانسھم انفسھم "(سورۃ الحشر: ۱۹) کا عنوان ہو چکے ہوں "انقلابی جماعت" کا فرض ہے کہ انہیں اللہ سے ڈرائے ، اپنے رب کی طرف لوٹائے اور " اتقواللہ ... والتنظر نفس ما قدمت لغد ... واتقواللہ " کا درس یاد دلائے ، انہیں ان کی شناخت بتائے ، خود اپنے آپ ہی سے انہیں متعارف کرائے ، ان کی حقیقت سے انہیں روشناس کرائے ، گم گردہ راہ کو راہ دکھائے ، مشعلِ راہ بن جائے اور اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنے والوں کو خُودکشی و خود سوزی کے اس لایعنی ، عبث مشغلہ سے نجات دلائے ۔

ہم اس انقلاب کی اور انقلابی جماعت کی بات کرتے ہیں ، اسی کو اپنی تمناؤں کا مرکز اور آرزوؤں کا محور سمجھتے ہیں ، اسی کو رگ و پے میں سرایت کرتا دیکھتے ہیں اور ہر سانس میں اسی انقلاب کی آواز سنتے ہیں اور دل کی ہر دھڑکن سے اسکی گواہی دیتے ہیں ، جسکے "رہبر و رہنما ، مصطفٰے ، مصطفٰے ۔ خاتم الانبیاءؐ ، مصطفٰے مصطفٰے ، رحمتِؐ دو جہاں ، مصطفٰے مصطفٰے صلی اللہ علیہ و سلم" قرار پاتے ہیں :

"اِنَّا ارسلنک شاہداً وَّمبشراً وَّنذیرا ، وداعیاً الی اللہ باذنہٖ وسراجاً منیراً" ۔

(سورۃ الاحزاب : ۴۵)

ترجمہ :

"اے نبیؐ! ہم نے تمہیں بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر ، اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر" ۔

اور جس کے کارکن ، محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ..."(سورۃ الفتح : ۲۸)

اپنے اصولوں پر کاربند ، عقیدہ پر مرمٹنے والے ، ایمان پر آنچ نہ آنے دینے والے ، نظریہ کے سانچے میں ڈھلے ، اللہ کے باغیوں کیلیے لوہے کے چنے اور رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد کے بنے ، باہم بڑے مربوط ہیں ۔ ایک دوسرے کیلیے رحیم و شفیق ہیں ۔ یہ بلند ہمّت لوگ ہیں ۔ یہ بلند قامت لوگ ہیں ، اولوالعزم انسان ہیں ۔ یہ استقامت و استقلال کے کوہِ گراں ہیں ، دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں یہ وہ طوفان ہیں ، جو غرض مندی خود غرضی اور مفاد پرستی سے بھری پڑی اس دنیا میں بے غرضی بے لوثی اور ، ایثار بیشی کی سچی تصویر بنتے ہیں ۔ جو یقین محکم ، عمل پیہم کا درس دیتے ، محبت کو فاتحِ عالم قرار دیتے ہیں ، اور یوں جہادِ زندگانی میں مردوں کی ان شمشیروں کا

کلیدی خطاب

قاضی حُسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثناء کے بعد !

محترم قائدین جماعتِ اسلامی پاکستان، برادرانِ اسلام، خواتینِ اسلام،

سب سے پہلے میں ان حالات کا کچھ ذکر کروں گا، جن حالات میں جماعتِ اسلامی کی تشکیل ہوئی تھی ۔

آج سے اڑتالیس برس قبل، ۱۹۴۱ء میں حالات ایسے نہیں تھے جیسے اب آپ کو نظر آرہے ہیں۔ آج مسلمان انحطاط میں مبتلا ہیں ۔ آج بھی وہ پسماندگی اور ذلت کا شکار ہیں ، لیکن آج سے پچاس سال قبل کی دنیا اس سے بھی زیادہ مسلمانوں کے لیے تاریک تھی، کہیں بھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آرہی تھی ۔ ترکی کی خلافت کے خاتمے کے بعد برِ صغیر ہندو پاک کے مسلمانوں نے خلافت کے احیاء اور اس کی بحالی کے لیے ایک تحریک چلائی، لیکن وہ تحریک ناکامی سے دوچار ہوئی ۔ اس کے بعد مسلمانوں کو کوئی راستہ نظر نہیں آرہا تھا، سراسیمگی کی ایک کیفیت ان پر طاری تھی ۔ مسلمانوں کی ماضی کی عظیم الشان عمارت ڈھیر ہو چکی تھی ۔ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک ساری دنیا کی امامت کرنے کے بعد اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے صرف چار چھوٹے چھوٹے ممالک تھے ۔ جو ایک حد تک آزاد تھے ۔ سعودی عرب، یمن، ترکی، افغانستان ۔ یہ استعماری طاقتوں کے براہِ راست تسلّط کی نگرانی میں تھے، لیکن باقی سارا عالمِ اسلام جو اس وقت آپ کو نظر آ رہا ہے، ان کی غلامی کے بندھنوں میں بندھا ہوا تھا۔

اس وقت کچھ لوگوں نے راستہ دکھایا، کہ نئے سرے سے اُمّتِ مسلمہ کی تعمیر اُس نقشے پر کرنی

سوز و ساز جگاتے ہیں ۔

میرے دوستو اور بزرگو ، یوں تو مسلم معاشرے میں جیسی بھی اسکی تاریخ ہے ، جہاں تک ہماری نگاہ جاتی ہے ، ماضی کے جھروکوں میں ہم جھانکیں ، تاریخ سے اپنے اس رشتے کو استوار کریں ، ہمیں ایسے افراد ہمیشہ ملتے رہے ہیں ۔ قد آور شخصیتیں دکھائی دیتی ہیں نیک اور بلند آہنگ شخصیتیں ہر زمانے میں موجود رہی ہیں ۔ شاذ و نادر نہیں ، خال خال نہیں ، خوب خوب رہی ہیں اور درس و تدریس ہوتا رہا ، وعظ و نصیحت کیا جاتا رہا ۔ پند و نصائح میں کوئی کمی کبھی نہ ہوئی ۔ دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا رہا ، لیکن پچھلی صدیوں کے ملّی انحطاط ، نے صدیوں کی غلامی نے ، اور تقسیم در تقسیم کے مراحل اور عمل نے ، ملّت کی خوابیدگی نے ایسی "انقلابی جماعت" سے معاشرہ کو خالی رکھا ۔ ملّت کو دور رکھا اس نعمت سے بہرہ ور نہ ہونے دیا ۔ اس بیج کو برگ و بار نہ لانے دیا اور یوں شجر سایہ دار سے پوری ملّت کو محروم رکھا ۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی غلامی ہے ۔ ایمان کے بعد بھی اللہ کے علاوہ بہت سے خدا لوگوں نے بنا رکھے ہیں بہت سے بت اپنے سینوں کے اندر سجا رکھے ہیں ۔ لہٰذا انقلابی جماعت کا احیاء اور "محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم" اس دور کی نشاۃ ثانیہ ہے اور یہ ایمان کا تقاضا بھی ہے ، یہ دین کا مطالبہ بھی ہے ، نوشتۂ دیوار بھی ہے ، اور معاشرہ اس کا طلبگار بھی ہے ۔

چنانچہ جب جماعتِ انقلابی اور ، انقلاب آفریں ہوگی تو اس سے منسلک افراد بھی انقلابی صفت ہوں گے اور رُحماء بینھم کا مصداق نظر آئیں گے ایسے لوگ بکھرے بکھرے منتشر سے نہیں بلکہ باہم مربوط ہوتے ہیں ۔ یہ اکھڑے اکھڑے سے نہیں ، سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور بڑے مضبوط ہوتے ہیں ۔ یہ نفرتوں میں ڈوبے ہوئے نہیں ، اخوت و محبت کے سفیر ہوتے ہیں ، یہ خشک اور پھیکے سے نہیں ۔ مودّت اور مواسات کے اسیر ہوتے ہیں ۔ یہ خود اپنے آپ میں گم نہیں ، ایثار اور قربانی کے حریص ہوتے ہیں ، اخلاقِ کریمانہ ان کی شان ، عفو و درگزر ان کی پہچان ، گفتار میں ، کردار میں اللہ کی برہان ہوتے ہیں ۔

ان میں کا ہر انقلابی ریشم کی طرح نرم ، شہد کی طرح شیریں ، ملیے تو گداز ، سنیے تو کانوں میں رَس گھلنے کا احساس ، یہ کٹے ہوئے نہیں ، آپس میں جڑے ہوئے باہم دیگر مربوط ہوتے ہیں خوب خوب جڑے ہوئے ۔ یہ دور دور فاصلوں میں بٹے ہوئے نہیں بلکہ اپنائیت کے رشتے میں بندھے ہوئے ، تسبیح کے دانے کی طرح باہم پروئے ہوئے ۔ انکے درمیان اگر فاصلے حائل ، تب بھی دل ساتھ دھڑکتے ہیں ۔ یہ حالات کی سنگینی پر ایک ساتھ کڑھتے ہیں ۔ یہ ہواؤں کا رخ بدلنے

کے لیے ایک ساتھ اٹھتے ہیں ۔ قدم بقدم جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہیں ”رحماء بینھم“ اپنے رب سے کیے ہوئے عہد و پیماں کو سچ کر دکھاتے ہیں اور اسی کا ہو رہنے کا درس دیتے ہوئے دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں ۔ اور اپنے رب سے ملاقات کے منتظر یہ شیدائی اپنے رب سے جا ملتے ہیں ۔

”رحماء بینھم“ ان کی شان جسم واحد کی طرح یکجان ، ایک دوسرے پہ مہربان ، مونس اور بڑے غمخوار ، دکھ درد میں ایک دوسرے کے حصہ دار ۔

جس طرح انسانی جسم کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو دُوسرا اس سے اغماض نہیں برتتا ، نظر انداز نہیں کرتا ، پیر میں کانٹا بھی چبھے تو آنکھ ہے کہ ٹپ ٹپ روتی ہے ، آنسو بہاتی ، شور و واویلا مچاتی ہے ، حالانکہ آنکھ اور پیر کا فاصلہ تو دیکھئے خود کانٹا جسم کے حصے کیلیے باعث تکلیف ہوتا ہے ۔ لیکن پورا جسم انکاری ہے کہ میں چلوں گا نہیں ، اپنی جگہ سے ہلوں گا نہیں ، منزل کی جانب بڑھوں گا نہیں ، جب تک کانٹا نہ نکلے ، یہاں سے اٹھوں گا نہیں ۔

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دُوسرے مسلمان کا بھائی ہے ، اس کا مونس اور غمخوار ہے ، اس کا خیر خواہ ہے اور یوں بھی سچی بات تو یہ ہے کہ کون کسی کو کچھ دے سکتا ہے ۔ دینے والی ذات تو ایک ہی ہے ، کون کسی کا دکھ بانٹ سکتا ہے ، کون کسی کا غم ہلکا کر سکتا ہے ، لیکن ہمدردی کے دو میٹھے بول بولنے سے بوجھ اتر جاتا ہے ۔ انسان ہلکا ہو جاتا ہے ۔ غم کو اپنے آپ سے بہت دور پاتا ہے اور میٹھے ہی دو بول ہوتے ہیں جو خوشیوں کو دوبالا کرنے والے ہوتے ہیں ، اکیلے اور تنہا کوئی بھی مسرّت کا لطف نہیں اٹھا پاتا ہے ۔ اس لطف کو دوبالا کرنے کیلیے بھی انسان کو انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی ساتھ دے ، خوشیاں بڑھائے اس میں اضافہ کرے ۔

رحماء بینھم کا یہ کیا ہی ایمان افروز واقعہ کہ جب جاں کنی کی حالت تھی ، جنگ کے زخمی پڑے تھے تو ان میں سے ایک نے پانی کیلیے پکارا ، مشکیزہ لیے جب پکار کو سننے والا اس جانب بڑھا اور پہنچا اور پانی اس کے آگے کیا تو قریب سے ایک اور نے آواز دی ، وہ آواز بھی پانی کے لیے تھی ۔ یہ زخمی بھی سسک رہا تھا ، اس نے کہا نہیں پہلے اس کو پانی پلاؤ ، تو جب اسکے پاس پہنچے ، ابھی مشکیزہ آگے ہی کیا تھا کہ تیسرے کی آواز آئی کہ پانی ۔ اور اس نے کہا کہ اسکو جا کر پلاؤ اور جب وہاں پر پہنچے تو وہ دم توڑ چکا تھا ۔ جب واپس دوسرے کے پاس آئے تو وہ اپنے رب کے پاس جا چکا تھا اور جب واپس پہلے کے پاس پہنچے تو وہ بھی رحماء بینھم کا درس دے چکا تھا ۔ اور رخصت ہوتے ہوئے یہ پیغام دے گیا تھا کہ انقلابی جماعت کی یہی پہچان ہے کسی جماعت کو انقلابی اور جاندار بنانے کیلیے یہی

کردار درکار ہے ۔

یہاں میرے دوستو میں اپنے دوستوں کے درمیان ، بھائیوں اور بزرگوں کے درمیان ، بہنوں کے درمیان ، کھڑا ہوں ۔ بھلا سوچئے اگر یہاں آپس کی بدگمانیاں ہوں ، کھچاؤ اور تناؤ ہو بس اک ظاہری سا رکھ رکھاؤ ہو وہاں انقلابی جماعت ہو انقلابی کارکن ہوں ، ہرگز نہیں ، وہاں انقلابی کارکن کیسے مل سکتا ہے ۔ انقلاب کا سماں ممکن ہی نہیں ہے ۔ وہاں رب کی رضا اور جنت کا حصول ناممکنات میں سے ہے ۔

رحماء بینھم اس میں بڑی وسعت ہے ۔ عام مسلمانوں سے وابستگی کی بات ہے ، انکو جانتے ، سمجھنے اور اپنانے کی بات ہے کہ ان سے قربت اختیار کی جائے ۔ جب ہم نمازیں لوگوں کے ساتھ پڑھتے ہیں ، چاہے وہ دیوبندی ہوں ، چاہے بریلوی ہوں ، چاہے اہلحدیث ہوں ، جب حج ہم انکے ساتھ کرتے ہیں تو خواہ عربی ہو یا عجمی ہو یا ترک و تاتاری ہو ، تو پورا دین اور سارا انقلاب ان کے بغیر کیسے ممکن ہے ؟ اگر انقلاب آئے گا تو انہیں کے ذریعے سے ہوگا ۔ جس کے ساتھ حج کیا جاتا ہے ، جن کے ساتھ نمازیں پڑھی جاتی ہیں ، اس لیے میرے دوستو رحماء بینھم ان سب کیلیے ہے ۔

معاشرے میں میرے دوستو بہت سی جماعتیں ہیں ، بہت سے گروہ ہیں ۔ خالص دینی بھی ہیں ، ملی جلی بھی ہیں ۔ وہ بھی ہیں جو بر سرِ زمین کم اور زیرِ زمین زیادہ ہیں ۔ لال، پیلی ، ہری ، نیلی ، رنگ برنگی جماعتیں ، اودے اودے نیلے نیلے ، پیلے پیلے ، پیراہن سبھی بساط بھر کام کر رہی ہیں ۔ عوام تک پہنچ رہی ہیں ۔ ان کے معاملات میں دلچسپی لے رہی ہیں ۔ اصلاح کیلیے کوشاں اور سرگرداں ، انکی خیر خواہی کے لیے کوشاں ہیں ۔ انہی عوام تک رسائی ، دعوت کا فہم اور ان تک پذیرائی ، تبدیلی اور انقلاب کی اکائی بس یہی ہمیں بھی مطلوب ہے ۔ لہٰذا ان سے وابستہ رہنا ان کو اپنا سمجھنا ، احسان کا رویہ اپنانا ایک کی عزّت اور توقیر کرنا ، ان کے کام آنا ، انکی خوشی میں ، انکی غمی میں ان سب کے ساتھ شریک رہنا ، انکے غموں کو بانٹنا اور ہلکا کرنا یہ سب دعوت کے کام ہیں ۔ رحماء بینھم ان سب کا عنوان اور شاہ کلید ہے ۔

جب ایسا ہوگا تب ہی پذیرائی ہوگی ۔ ایک ساتھ چلنے کی بات ہوگی ۔ انقلاب ، انقلاب ، اسلامی انقلاب کی لے بڑھ سکے گی ۔ پھر یہ صرف مینارِ پاکستان نہیں ، ہر ملک ، ہر بستی کے اندر ، کہ ہر ملک ملکِ ماست ۔ کہ ملکِ خدائے ماست ۔ ہر ہر زمین اور ہر چپّے پر انقلاب اور یہی صدا لگائی جائے گی ۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہمارے اوپر ہتھیار اٹھائے ، وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ جو مسلمان پر تلوار چلائے ، وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں حسد نہ کرو ، بغض اور عداوت نہ رکھو ، ایک دوسرے کی جڑ نہ کاٹو ، آپس میں منہ پھیر کر نہ بیٹھو ۔ اے خدا کے بندو بھائی بھائی بن کر رہو ۔ رہبر و رہنما کا حکم ہم کو یہ پہنچا کہ آپس میں سگے بھائیوں جیسی محبت اور پاسداری برتو ۔ جہالت کی بری عادتیں ترک کرو ۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان ، مال ، عزّت و آبرو ، سب حرام ہیں ۔ آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایکدوسرے کا خون نہ بہاؤ ، رشتہ داروں کے حق ادا کرو ، اور آپؐ نے فرمایا کہ جس نے یہ سب مان لیا جنت اس کا ٹھکانا ہوا ۔ جنت اسکی آخری قیام گاہ قرار پائی ۔ یہ ساری بنیادیں ہیں رحماء بینھم کی ۔ رحماء بینھم کی عظیم الشان مثالیں ہیں میرے دوستو ، کس کس واقعہ کا تذکرہ کروں ۔ ایک موقع وہ تھا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مکے سے مدینے پہنچتے ہیں ۔ مکے سے لُٹے پِٹے قافلے مہاجرین مکہؓ مدینے پہنچتے ہیں ، تو اس حال میں پہنچتے ہیں کہ عزیز و رشتہ دار پیچھے رہ گئے ہیں ۔ اپنے معاش کو اقتصادی ڈھانچے اور نظام کو مکے میں چھوڑ کر چلے ہیں ، اس حال میں وہاں پر پہنچے ہیں ، کھانے اور پینے کو کچھ میسر نہیں ہے ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات فرمائی ، ان کو بھائی بھائی بنا دیا ۔ ایک دوسرے کا غم خوار بنا دیا ، لوگ ایک دوسرے کے مال میں ، اسباب میں شریک ہو گئے اور پھر انہیں بازار کا راستہ دکھا دیا ۔ اور جو معاشی مسئلہ درپیش تھا ، جو سماجی مسئلہ درپیش تھا ، جو معاشرتی اقدار خطرے میں پڑیں تھیں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ناخن تدبیر نے سارے معاملات کو طے کرا دیا ، لیکن نہیں ، اس سے بھی ذرا آگے چلیے ، رحماء بینھم کی عظیم الشان مثال تو وہ ہے ، جب صلح حدیبیہ کے موقع پر یہ افواہ سنی گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے ہیں ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا تو اپنے ساتھیوں کو پکارا "بایعوا علی الموت" موت کے اوپر بیعت کرنے کیلیے آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے پکارا اور لوگوں سے کہا کہ ، جمع ہو جائیں ، لوگ چل پڑے ۔ آپ کی طرف ، اور دوڑ پڑے آپ کی پکار پر ، لبیک کہنے کیلیے اپنی جگہ سے آگے بڑھے ۔ اور اپنے ایک ساتھی کے خون کا قصاص لینے کیلیے چودہ سو مہاجرین اور انصار لبیک کہتے ہوئے بیعت کیلیے ٹوٹ پڑے اور آگے بڑھے رحماء بینھم کی عظیم الشان مثال ہے ۔ اس لیے اللہ تبارک و تعالےٰ نے بھی فرمایا کہ

"لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" (الفتح : ۱۸)

اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا ، جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ۔ اللہ جس سے خوش ہو جائے ، اس کو پھر اور کیا چاہیے اور ہم میں سے کون ہے ، جو اللہ کی خوشی نہیں

چاہتا ۔ اللہ کی رضا نہیں چاہتا ۔ ہم میں سے کون ہے ۔ ہم تو یہاں چل کر ہی اسی لیے آئے ہیں ، کہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں ، اس کو خوش رکھنا چاہتے ہیں ، اس کو خوش کرنا چاہتے ہیں ، لہٰذا اللہ تبارک و تعالٰے جس عمل کے بارے میں یہ اعلان خود کر دے ہمیشہ کیلیے ، تاقیامت لوگ اس کی تلاوت کرتے رہیں ۔ خود یہ اعلان کر دے کہ کس عمل کے نتیجے میں وہ مومنوں سے خوش ہوگیا ، وہ عمل ایسا ہے کہ اسکو اپنایا جائے ۔

انقلابی جماعت، میرے دوستو! دعوت کے مرحلے سے گزرتی ہے ۔ اپنی صفوں کو منظم کرتی ہے ۔ تزکیہ اور تربیت کے مراحل طے کرتی ہے "تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر" کی گھاٹیاں پار کرتی ہے ۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑتی ہے ، شکستہ دلوں کو تسکین فراہم کرتی ہے ۔ روٹھے ہوؤں کو مناتی ہے ، گمراہ اور بد راہ ہو جانے والوں کو راہِ راست دکھاتی ہے ۔ بندگیٔ نفس کی راہ پر بگٹٹ دوڑ جانے والوں کو روکتی اور انہیں سمجھاتی ہے ، ان میں الفت اور ملاطفت پیدا کرتی ہے ، ان میں محبت اور یگانگت جگاتی ہے ، خوئے دلنوازی اور اپنائیت کے دیپ جلاتی ہے ۔ اور پھر "بے خطر آتشِ نمرود" میں کود پڑنے کا حوصلہ اور ایمان پرور عزم دیتی ہے اور "پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی" اس کا احساس انہیں دلاتی ہے ۔ حاضر و موجود سے بیزار کرتی ، زندگی کچھ اور بھی دشوار کرتی اور پکار دیتی ہے کہ:

نہ تو زمیں کیلیے ہے نہ آسماں کیلیے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کیلیے

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

صدارتی خطاب

میاں طفیل محمد
سابق امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثناء کے بعد،

محترم امیر جماعتِ اسلامی پاکستان اور دیگر قائدین جماعت اور میرے محترم بھائیو، بزرگو، اور عزیزو، اور میری محترم بہنو اور بیٹیو!

حقیقت یہ ہے کہ میرے لیے یہ انتہائی خوشی کا مقام بھی ہے اور اس پر میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کروں، وہ کم ہے کہ مَیں اپنی زندگی میں اپنی پوری جماعت کے تقریباً تمام بھائیوں اور بہنوں اور بیٹیوں اور بیٹوں سب کو ایک جگہ اس طرح سے جمع دیکھ رہا ہوں اور ان سے چند باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے جس کا غالباً مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو موقع نہیں ملا۔ وہ ۱۹۷۴ء میں منصورہ میں صرف ارکان کے ایک مختصر سے اجتماع سے مل سکے تھے۔

آج اس جگہ پر جہاں مَیں اس وقت کھڑا ہوں، یہ وہی جگہ ہے جہاں آج سے پچاس برس پہلے مارچ ۱۹۴۰ء میں قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے اور ان کے سامنے پورے ہندوستان کے مسلمانوں کا کم و بیش انتہائی بڑا اجتماع تھا۔ شیرِ بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد ملک کے مطالبے پر مشتمل قراردادِ پاکستان کا مسودہ لوگوں کے سامنے پیش کیا اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور مختلف علاقوں سے آئے ہوئے بڑے بڑے لیڈروں اور رہنماؤں نے ان کی تائید فرمائی تھی۔

پوری مسلمان قوم کے نمائندوں اور اجتماع گاہ کے لاکھوں شرکاء نے اس بات کا فیصلہ کیا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اس سے کم آزادی کے کسی فارمولے کو قبول نہیں کر سکتے کہ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں مسلمانوں کی حکومت ہو۔ اور جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہو وہاں غیر مسلموں کی حکومت قائم کی جائے ۔

اس تاریخی قرارداد کے بعد قائدِ تحریکِ اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفیر قمرالدین خان صاحب کے ذریعے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں یہ گزارش پہنچائی کہ ایک اسلامی ریاست کے حصول کا یہ جو فیصلہ کیا گیا ہے، اس کو حاصل کرنے کیلئے جس طرح کی تنظیم سے کام لیا جا رہا ہے۔ اس سے یہ تو ممکن ہو سکتا ہے کہ ملک حاصل ہو جائے، لیکن یہ ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس ملک کو ایک اسلامی ریاست میں تبدیل کیا جا سکے، بلکہ مجھے تو اس بات کا بھی شبہ ہے کہ آیا ایسی تنظیم اس ملک کو بھی باقی رکھ سکے گی یا نہیں۔ اس کے جواب میں اسی وقت قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمایا تھا کہ چونکہ وقت بہت کم ہے، میرے لیے یہ دونوں کام ایک وقت میں کرنا ممکن نہیں ہیں ، اس لیے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس اسلامی ریاست کے لیے کارکن تیار کریں اور مجھے ایک اسلامی ریاست حاصل کرنے کا کام کرنے دیں، چنانچہ اسی جذبے کے تحت قراردادِ پاکستان کے منظور ہونے کے چند ماہ بعد ہی جماعتِ اسلامی وجود میں آئی ۔ وہ تحریکِ پاکستان کے دوران میں اپنا کام کرتی رہی۔ اس طرح یہ دونوں کام ہوتے رہے۔ تاریخ گواہ ہے اور جماعتِ اسلامی کا لٹریچر اس بات کا گواہ ہے کہ پاکستان کی تحریک پر جتنے بھی اعتراضات دشمنوں نے کیے، انکا مؤثر جواب کسی نے اگر دیا تو وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ ساری باتیں "ترجمان القرآن" کی فائلوں میں بھی موجود ہیں اور ان کی کتاب "تحریکِ آزادی ہند اور مسلمان" میں بھی آج تک اسی طرح سے موجود ہیں۔ اس کے مطالعے سے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کانگریس کا مقابلہ کس طرح سے کیا۔ پاکستان کے قیام کے خلاف جتنے بھی اعتراضات کیے گئے، ان کا مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کامیابی سے دفاع کیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد قائداعظمؒ جب تک زندہ رہے، وہ مولانا مودودیؒ سے یہ کام لیتے رہے کہ وہ قوم کو بتائیں کہ اسلامی ریاست کیا ہے؟ اسلامی نظام کیا ہے؟ پاکستان میں اسلامی قانون کو نافذ کرنے کیلیے کیا کیا عملی تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں ۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی ریڈیو پاکستان پر تقریباً ایک سال تک تقاریر نشر ہوتی رہی ہیں۔

مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے کو منوانے کے لیے باقاعدہ مہم کا آغاز کیا۔ گزشتہ ۴۲ سال میں نفاذِ اسلام کے لیے جماعتِ اسلامی کی جدوجہد پوری قوم

کے سامنے ہے۔ اخبارات کی فائلیں، جماعتِ اسلامی کی شائع کردہ رودادیں اور دیگر لٹریچر میں اس جدوجہد کی پوری تاریخ موجود ہے۔

میں اس وقت پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ یہ جماعتِ اسلامی ہی کی جُہد مسلسل کا نتیجہ ہے کہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کیلیے جو کچھ کرنے کی ضرورت تھی قانونی ، آئینی اور دستوری لحاظ سے قانون سازی کیلیے جتنے بھی انتظامات کرنے کی ضرورت تھی، وہ سب کام پاکستان کی پارلیمنٹ کے ایوانوں کے اندر مکمل طور پر موجود ہیں۔ قانونی طور پر مزید کسی کارروائی کی ضرورت نہیں۔ کسی نئی قانون سازی کی ضرورت نہیں، کسی نئے بل کی ضرورت نہیں۔ پاکستان کے اسلامی ریاست بننے میں، شریعت کے نفاذ میں، اسلامی نظامِ تعلیم کے نافذ ہونے میں، مزدوروں کے اسلامی حقوق ، عوام کو بنیادی حقوق، عورتوں ، مردوں اور غریبوں کے حقوق ، زمینداری، سرمایہ داری، سود ، بے حیائی ، اور فحاشی کا تدارک سب کچھ دستور اور قانون کے اندر موجود ہے۔ اگر ضیاء الحق مرحوم کی حکومت اور جونیجو صاحب کی حکومت اس بات کو چاہتی تو آج پاکستان مکمل طور پر ایک اسلامی ریاست بن سکتا تھا۔ آج بھی بن سکتا ہے۔ اب پاکستان کے عوام کو اگر کوئی کام کرنا ہے، اگر کوئی انقلاب برپا کرنا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ اس حکومت کو بدلنے کا اور ایسے لوگوں کو برسرِ اقتدار لانے کا انتظام کریں جو خدا پر ایمان رکھتے ہوں، آخرت کی جوابدہی کیلئے فکر مند ہوں اور ان کو اس بات کا احساس ہو کہ ان کو مر کر خدا کے سامنے بھی پیش ہونا ہے۔ ان کے اعمال نامے تیار ہو رہے ہیں، اسی طرح سے کہ جس طرح کہ آج اس وقت آپ کے اجتماع کی ویڈیو فلم تیار ہو رہی ہے۔ بینظیر کی ویڈیو فلم بھی تیار ہو رہی ہے اور نواز شریف کی بھی تیار ہو رہی ہے، جنرل مرزا اسلم بیگ کی اور غلام اسحاق خان کی بھی فلم تیار ہو رہی ہے۔ ہر شخص کو اس بات کیلئے تیار رہنا چاہیے کہ کسی وقت بھی یہ ہو سکتا ہے کہ آج ہی رات سونے کے بعد ان میں سے کوئی کل صبح نہ اٹھے اور خدا کے سامنے پیش ہونے کا لمحہ آجائے۔ اس لیے آپ حضرات جو یہ کہتے ہیں کہ "پاکستان کی منزل کیا، اسلامی انقلاب، اسلامی انقلاب"، تو یہ انقلاب لانے کا طریقہ وہی ہے جو مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا تھا، جو جماعتِ اسلامی کے دستور میں لکھا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جس طرح مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اور جماعتِ اسلامی نے محنت کر کے ایک ایک شخص ، ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت کے دروازے پر دستک دے کر اس کا تعلق خدا کے ساتھ جوڑنے کی دعوت دے کر ان کو جماعتِ اسلامی کے ساتھ وابستہ کرنے کی کوشش کی ۔ اس بات کو سمجھ لیجئے کہ انقلاب نہ توپ سے آتا ہے ، نہ تلوار سے آتا ہے، نہ مال و دولت کے بل پر آتا ہے اور نہ انقلاب کے نعرے لگانے سے آتا ہے۔ انقلاب اگر آتا ہے تو انسانوں کے ذہن و دل بدلنے سے آتا ہے۔ انسان کے

اندر کی حالت بدلنے سے آتا ہے، چاہے آپ کے پاس تھوڑی سی طاقت کیوں نہ ہو، کم سے کم افراد آپ کے ساتھ کیوں نہ ہوں، لیکن افراد وہ ہوں، ایسے مرد اور ایسی عورتیں اور نوجوان ہوں جو اسلام کے صحیح معنوں میں سپاہی اور کارکن ہوں۔ جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے ۔ آخرت یاد آئے، جن کو دیکھ کر انسان سمجھے کہ اسلام کس قسم کے نوجوان چاہتا ہے، کس قسم کی عورتیں چاہتا ہے، کس قسم کے مرد چاہتا ہے، کس قسم کے پروفیسر چاہتا ہے اور کس قسم کے علماء کو چاہتا ہے، کس قسم کے مزدور اور فرض شناس کارکن چاہتا ہے، کس قسم کے ایماندار اور دیانتدار جج اور مجسٹریٹ چاہتا ہے۔

جب جس ملک کے اندر حال یہ ہو کہ اصحابِ اقتدار کے نزدیک لوگوں کی قابلیتیں ، صلاحیتیں ، کردار ، دیانتداری و شرافت معیار نہیں بلکہ ان سب چیزوں کو نظرانداز کر کے صرف یہ دیکھتے ہیں کہ یہ کتنا بڑا بدمعاش اور غنڈہ ہے ۔ اس نے کتنی چوریاں اور ڈاکے ڈالے ہیں، اس نے کوڑے کتنے کھائے ہیں، اس معیار کی بنیاد پر انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ گریڈ دے کر کسی کو سیکرٹری ، کسی کو مجسٹریٹ ، کسی کو اے سی اور کسی کو اعلیٰ پولیس افسر بنایا جا رہا ہے ۔ اس سے اس ملک کا اور اس قوم کا بیڑا غرق نہیں ہو گا تو اور کیا ہو گا۔

میں صدر غلام اسحاق سے اور جنرل مرزا اسلم سے اور دوسرے جرنیلوں سے اور اصحابِ اقتدار سے پوچھتا ہوں کہ کیا انہوں نے یہ حلف نہیں اٹھایا ہے کہ ہم اس دستور کے پابند ہیں، اس دستور کے وفادار ہیں، انہوں نے بے نظیر اور پیپلز پارٹی کی وفاداری کا حلف نہیں اٹھایا ہے، وہ یہ نہیں دیکھتے کہ کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ کیا بے ایمانیاں ہو رہی ہیں۔ کس طرح سے قانون توڑا جا رہا ہے۔ کس طرح سے فیڈرل کمیشن کو اور دوسرے پبلک سروس کمیشن اٹھا کر پھینک دیے ہیں اور پلیسمنٹ بیورو بنا کر یہ کہا گیا ہے کہ اس کے آرڈر کو وزیر اعظم کا آرڈر سمجھا جائے اور جن کے بارے میں وزیر اعظم لکھیں، یہ بیورو اُن کو اسامیوں پر بھرتی کرتا چلا جائے۔ اخبارات میں یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ ۷۰ ہزار سماج دشمن افراد کو حکومت کے ایوانوں کے اندر داخل کیا جا چکا ہے۔ ایسے لوگ پاکستان کا کیا بنائیں گے۔ یہ اس حکومت کو کیا چلائیں گے۔ یہ بدقماش عناصر چوریاں کروائیں گے یا چوریوں کو روکیں گے؟ یہ ڈاکے ڈلوائیں گے یا ڈاکوؤں کو روکیں گے ؟ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ ڈاکوؤں کے ساتھ پولیس والے بھی پکڑے جا رہے ہیں۔ حکومت نے جو ڈکیتی فورس سندھ کے اندر بنائی ہے، اس فورس کے اہلکار ڈاکوؤں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ چند روز قبل جو ڈاکو مارے گئے ہیں ان کے اندر ایک پولیس کا آدمی بھی مارا گیا ہے۔ یہ ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کر رہا تھا بلکہ وہ ڈاکوؤں میں شامل تھا۔ اس لیے میں صدر غلام اسحاق خان سے ، جنرل مرزا اسلم سے اور

جمہوریت کے علمبرداروں سے یہ کہتا ہوں کہ ہمیں ایسی جمہوریت نہیں چاہیئے جس کا دعویٰ وہ اور بے نظیر کرتی ہیں۔ ہم تو ایسی جمہوریت چاہتے ہیں جس میں ملک میں امن قائم ہو، عوام کو انصاف ملے، شرافت، دین داری اور پاکیزگی قائم ہو۔

اس لیے آپ سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ جماعتِ اسلامی نے جو طریقہ آپ کیلئے اختیار کیا ہے، وہ جماعتِ اسلامی کے دستور کی دفعہ ۶ میں درج ہے، یہ کہ ہم تبلیغ و تلقین سے، لوگوں کی اصلاح کر کے، لوگوں کو سمجھا کر، لوگوں کا کردار بدل کر ان کے نظریات بدل کر، انقلاب برپا کریں گے۔ تبلیغ سے آپ کو کوئی نہیں روکتا ہے، آپ لوگوں کے خیالات بدل سکتے ہیں، آپ ملک کے حالات کو بدلنے کیلیے کوئی دوسرا قوت کا راستہ نہیں استعمال کر سکتے ۔ تلوار یا ڈنڈا استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرامؑ کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔ انبیاءؑ تلقین و تبلیغ کرتے کرتے چلے گئے، جن کی اگر قوم نے نہیں سنی تو کسی نبی نے یہ نہیں کیا کہ اگر انہیں دس آدمی مل گئے تو انہوں نے ڈنڈے لے کر اور نیزے لے کر لوگوں کو زبردستی اپنا ہم خیال بنا لیا ہو۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم طائف اور آس پاس کے علاقوں کے اندر ۱۳ برس تک اپنے کارکنوں پر پتھر برستے اور انہیں ڈنڈوں سے پٹتا دیکھتے رہے۔ کفار کے بے پناہ ظلم و ستم کو دیکھتے رہے اور یہ کہتے رہے "اے آلِ یاسر، صبر کرو، صبر کرو، صبر کرو۔" تمہارے لیے جنت ہے۔ خود حضور پاکؐ اُن کے تشدّد کا نشانہ بنائے گئے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر، حضرت یاسرؓ، حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے ساتھیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے گئے۔ لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب کچھ دیکھتے رہے۔ تبلیغ کرتے رہے، لیکن جب تبلیغ کے راستے بھی بند کر دیئے گئے اور دشمنوں نے کہا کہ اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی خاتمہ کرو۔ جب سب راستے بند ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ کر دیا کہ اب یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ پھر انہیں ایک اور جگہ مل گئی، جہاں اقتدار بھی مل گیا ۔ تب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی ۔

آپ کی قوم کے اندر، اگر آپ کا راستہ نہیں رکا ہے اور سارے راستے آپ کے لیے کھلے ہیں تو اپنی دعوت لوگوں تک پہنچانے کیلیے آپ تبلیغ کیجیے ، جلسے کیجئے ، جلوس نکالیے، کیمپ لگائیے ، لوگوں کو سمجھائیے ، لٹریچر پھیلائیے۔ لوگوں کے اوپر ایک ایک مرد اور ایک ایک عورت پر اتمامِ حجت کر لیجیے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو اپنی آنکھوں سے کہ کتنی مرتبہ تاریخ میں یہ ہو چکا ہے کہ تھوڑے سے لوگ جو ہیں، وہ بہت سارے لوگوں کے اوپر غالب آ گئے ہیں۔"

آپ کو معلوم ہے کہ تین سو تیرہ مسلمان بدر کے میدان میں تھے، جن میں سے شاید دس کے پاس تلواریں تھیں، چند ایک کے پاس نیزے ہوں گے، باقی لوگوں کے پاس کچھ ڈنڈے ہوں گے، لیکن انہوں نے اس وقت کے جدید ترین اسلحہ سے لیس ایک ہزار جنگجوؤں کے لشکر کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ ستر مار دیے اور ستر گرفتار کر لیے۔ باقی دم دبا کر بھاگ گئے۔ اسی طرح سے جس طرح افغانستان سے روس دم دبا کر بھاگا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: کہ "آپ کثرت تعداد کی فکر نہ کریں، آپ سونا تیار کریں"، آپ خالص لوگ تیار کریں، صاحبِ صلاحیت لوگوں کو جماعت کے اندر لانے کی کوشش کیجئے ۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے ۹ سال مسلسل محنت (۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۱ء) کی اور اللہ کے پیغام کو پھیلاتے رہے ۔ پورے ہندوستان سے صرف ۷۵ آدمیوں نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ جب پاکستان بنا تو ہمارے پاس ۶۲۵ آدمی سارے ہندوستان میں تھے، جن میں سے ۳۸۵ پاکستان کے حصے میں آئے اور ۲۴۰ ہندوستان میں رہ گئے ۔ ۳۸۵ کی یہ تعداد آج چھ ہزار سے اوپر ہو گئی ہے۔

ہم نے پاکستان کو چلانا ہے اور اسلامی نظام کی رہنمائی کرنی ہے تو اس لیے ہمیں اب بہت زیادہ جلدی نہیں کرنی چاہیے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کام کو جو آپ نے بڑے اخلاص کے ساتھ کیا ہے، اس میں بڑی برکت ڈالی ہے، اس سے میں آپ کو مایوس نہیں کرنا چاہتا ۔

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے کام میں اللہ تعالیٰ نے جتنی برکت ڈالی ہے، اتنی برکت شاید اس تاریخ میں دوسری کسی تحریک کو نصیب نہیں ہوئی اور نہ ہی اتنی کامیابی کسی اور کو ملی۔ آج دنیا کا کوئی کونا ایسا موجود نہیں ہے، کوئی ملک ایسا موجود نہیں ہے کہ جہاں مسلمان کسی قابل ذکر تعداد میں موجود ہوں اور وہاں آپ کے ہم خیال اور مولانا مودودیؒ کی دعوت سے متاثر ایک گروہ اٹھ کر ایسا کھڑا نہ ہو گیا ہو اور اس نے تحریکِ اسلامی اور مولانا مودودیؒ کے طریقے پر اسلامی نظام کو برپا کرنے کی جدوجہد شروع نہ کر دی ہو۔ بہر حال یہ کام بڑھ رہا ہے۔ آپ یہ تو دیکھ ہی رہے ہیں کہ ایران میں انقلاب برپا ہوا ہے۔ اگرچہ اسے اسلامی انقلاب بنانے کے بجائے فقۂ جعفریہ کا انقلاب بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ افغان بھی اللہ کے فضل سے ہم سے کچھ آگے نکل گئے ہیں اور ان کیلئے اللہ پاک سے ہم دعا کرتے ہیں کہ جتنی انہوں نے قربانی دی ہے، اللہ پاک ہم سے پہلے ان کو آگے بڑھ جانے کی توفیق دے اور صبر بھی عطا فرمائے اور ہم توقع رکھتے ہیں کہ پاکستان سے پہلے علاوہ اسلامی نظام قائم کر لیں گے ۔

میں پاکستان کے بارے میں پہلے آپ کو بتا چکا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں جتنا کچھ

بھی کتابی لحاظ سے ، قانونی لحاظ سے ، دستوری لحاظ سے کرنے کی ضرورت تھی، جس کیلئے مولانا مودودیؒ نے اسلامی نظام کا مطالبہ اور قرار دادِ مقاصد پاس کروائی تھی، وہ کام سارا مکمل ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس ملک کے مقتدرِ اعلیٰ اور فرمانروا حقیقی قرار پائے۔ حکومتِ پاکستان قانوناً اس بات کی پابند ہے کہ وہ حکومت کے اختیارات کو اللہ کی امانت سمجھ کر اللہ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرے اور حقیقت یہ ہے کہ جو کام بھی وہ اس سے ہٹ کر کرتی ہے ، وہ غداری کا کام ہے۔ اس کے اوپر دفعہ ۶ کے تحت مقدمہ چل سکتا ہے اور ان سب کو پھانسی دی جاسکتی ہے ، اگر کوئی پھانسی دینے والا موجود ہو۔ خواہ وہ بینظیر ہو، خواہ وہ غلام اسحاق ہو، خواہ وہ اسلم بیگ ہو، خواہ کوئی اور ہو، جو بھی قرآن و سنّت کے خلاف اس ملک کے اندر کوئی کام کرتا ہے، اس دستور کے بن جانے کے بعد وہ حقیقت میں اس دستور سے غداری کرتا ہے۔ اسکے اوپر اگر کوئی مقدمہ نہیں چلتا ہے تو اس وجہ سے نہیں چلتا ہے کہ اس ملک کے اندر اتنی طاقت کوئی موجود نہیں ہے جو اس دستور کو نافذ کرے۔ یہ دستور واضح طور پر کہتا ہے کہ اس میں آزادی ہوگی، ایسی آزادی جو اسلام میں ہے۔ جمہوریت ہوگی اور وہ جمہوریت جو اسلام نے کہی ہے ۔ اگر اس میں عدلِ اجتماعی ہو گا تو وہی عدلِ اجتماعی ہو گا جو اسلام نے دیا ہے، مساوات ہو گی تو وہ مساوات جو اسلام نے کہی ہے اور یہ حکومت کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو اس قابل بنائے کہ وہ قرآن و سنّت کے مطابق زندگی بسر کریں۔ عریانی ، بے حیائی اور فحاشی کو بند کریں، قرآن کی تعلیم اور اسلامیات کی تعلیم کو لازم کریں۔ عشر اور زکوۃ کو نافذ کریں، یہ سارے کام اس دستور میں نافذ کیے گئے ہیں۔ قانونِ قرآن و سنّت کے خلاف کوئی پارٹی نہیں بنائی جاسکتی، کوئی اسمبلی نہیں بنائی جاسکتی، اس ملک کے اندر اگر کوئی شریعت کورٹ موجود ہے تو ہر پاکستانی جاکر وہاں حکومت کو درست کروا سکتا ہے ،اگر نہیں کراتے ہیں تو اس ملک کے لوگ خدا کے سامنے جواب دہ ہیں، خواہ وہ جماعتِ اسلامی کے ہوں یا پیپلز پارٹی کے یا مسلم لیگ کے ہوں، علماء ہوں یا عوام ، جو اس کام کو نہیں کرتا ہے وہ خدا کے سامنے جوابدہ ہے۔

انقلاب حقیقت میں قانونی طور پر برپا ہو چکا ہے۔ اب عملی طور پر برپا کرنا ساری پارٹیوں کا کام ہے، عوام کا کام ہے، عدالتوں کا کام ہے، وکلاء کا کام ہے، ہماری برادر تنظیموں کا کام ہے۔ ہر شخص اور گروہ ، جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان رکھتا ہے اور پاکستان کو ایک خالص اسلامی ریاست بنانے کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ میدانِ عمل میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

نماز باجماعت

مولانا فتح محمد

امیر جماعتِ اسلامی پنجاب

عن عثمان ابن عفان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل ، من قام الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلّہ ۔

(مسلم)

حضرت عثمانؓ بن عفان کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ فرما رہے تھے "جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی گویا اس نے آدھی رات تک عبادت میں گزاری اور جس نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس نے گویا ساری رات عبادت میں گزاری ۔

یہ روایت امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں درج کی ہے ۔

امام ترمذیؒ نے بھی اس مضمون کی حدیث نقل کی ہے ۔ لیکن الفاظ میں کچھ فرق ہے ۔ مفہوم تقریباً ایک ہی ہے ۔

صحیح بخاری میں ایک روایت حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر لوگ عشا اور صبح کی نماز باجماعت کے اجر کو جانتے تو وہ گھسٹتے ہوئے بھی نماز کے لئے پہنچتے ۔

ان احادیث سے صبح اور عشاء کی نماز کی اہمیت صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ نماز اور نماز باجماعت کی عمومی تاکید بھی واضح ہو رہی ہے ۔

نماز کی اہمیت

اسلام میں عقیدہ کے بعد عملی احکام میں نماز کی اہمیت سب سے زیادہ ہے ۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنیادی مقصود تو مکمل اسلام ہے لیکن اس کا عمود نماز ہے یعنی پورے اسلام پر عمل کرنے کا انحصار نماز پر ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا کہ ایک آدمی اور کفر و شرک کے درمیان حدِ فاصل ترک صلوٰۃ ہے، یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اور غیر مسلموں کے درمیان عہد اور رشتہ نماز ہے یعنی جس نے نماز ادا کی وہ مسلم ہے اور ہم میں سے ہے اور جس نے اس عہد کو توڑ دیا وہ ہم میں سے الگ ہو گیا اور عہدِ اسلام سے پھر گیا۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ منافق لوگ اللہ تعالےٰ سے دھوکا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالےٰ نے خود ان کو دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ یہ لوگ جب نماز کی لئے اٹھتے ہیں تو کسمساتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ۔

(النساء : ۱۴۲)

نماز کی یہ اہمیت اس کے ان اثرات کی وجہ سے ہے جو نماز انسان کی زندگی میں ڈالتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب منصب نبوت پر فائز کیا گیا تو فرمایا کہ:

انتی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری۔

(طٰہٰ : ۱۴)

اللہ تعالےٰ نے توحید کا اعلان کر کے اپنی عبادت کا حکم دیا اور اس عبادت کا حق ادا کرنے کے لئے نماز کا حکم دیا۔ اس لئے کہ نماز اللہ تعالیٰ کی یاد کو تازہ اور اس کی معرفت کو مستحضر رکھتی ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا "قد افلح من تزکّٰی وذکر اسم ربہ فصلّٰی"

(الاعلیٰ ۱۴ - ۱۵)

یعنی کامیابی اس کے لیے ہے جو اپنے جسم و جان اور علم و عمل کو پاک رکھے اور یہ پاکیزگی اور تزکیہ ان کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ کو یاد کریں اور اس کے لئے نماز ادا کریں۔

سورہ حج میں فلاح حاصل کرنے اور نیکی کے کام سرانجام دینے سے پہلے رکوع اور سجدے کے اہتمام پر زور دیا گیا ہے۔ "یایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون" (الحج : ۷۷) قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ نماز انسان کو بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ حدیث میں نماز پنجگانہ کو نہر سے تشبیہ دی گئی ہے جو اخلاقی اور روحانی نقائص اور غلاظتوں کو دھوتی ہے۔ شہادتِ حق اور اقامتِ دین کے فریضہ کے لئے جس صبر و ثبات اور استقلال کی ضرورت ہے اس کے پیدا کرنے کا ذریعہ قرآن مجید نے نماز کو قرار دیا ہے۔ اس منصب پر فائز کرنے کے بعد "یایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ" کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

نماز کے یہ فوائد اور اثرات اس نماز سے وابستہ ہیں جو خشوع و خضوع کی حامل ہو ۔ تعدیل ارکان اور حضوریٔ قلب کے ساتھ اور باجماعت ہو ۔

نماز باجماعت کی اہمیت

نماز باجماعت کی اہمیت اس حد تک ہے کہ میدانِ جنگ میں بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک گروہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھے ۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد چلا جائے اور دوسرا گروہ نماز میں شریک ہو جائے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جماعت کی نماز کا اجر انفرادی نماز سے ستائیس درجے زیادہ ہے۔ (متفق علیہ)

جو شخص نماز باجماعت کے لئے مؤذن کی آواز سنے اور اس پکار پر تیزی سے مسجد کی طرف آنے میں کوئی عذر بھی نہ ہو اور پھر بھی وہ نماز باجماعت میں شریک نہ ہو تنہا نماز پڑھ لے تو اس کی نماز اللہ تعالےٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتی ۔ بعض لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ عذر سے کیا مراد ہے فرمایا کہ "جان و مال کا خوف یا کوئی بیماری"۔ (ابو داؤد)

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جس بستی میں تین افراد موجود ہوں وہ جماعت کا اہتمام نہ کرتے ہوں تو ان پر شیطان غالب آجاتا ہے ۔ اس لئے تم نماز کے لئے جماعت کی پابندی اپنے اوپر لازم رکھو کیونکہ بھیڑیا اُن بھیڑوں کو کھا جاتا ہے جو اپنے ریوڑ سے دور رہتی ہیں ۔ (ابو داؤد)

ایک نابینا صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مسجد پہنچانے والا کوئی نہیں مجھے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے ۔ آپ نے پہلے تو اجازت دے دی لیکن پھر فوراً دریافت فرمایا کہ اذان کی آواز تم سنتے ہو؟ اس نے عرض کیا "ہاں" فرمایا "تم مسجد میں آیا کرو" (مسلم)

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جی چاہتا ہے کہ لکڑیاں جمع کراؤں اور پھر نماز کا حکم دوں اذان کہی جائے پھر کسی کو نماز پڑھانے کے لئے کہہ کر خود ان لوگوں کے طرف چلا جاؤں جو نماز جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے سمیت گھروں کو آگ لگادوں ۔ (متفق علیہ)

دوسری حدیث میں فرمایا کہ گھروں میں عورتیں اور بچّے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز پڑھتا اور کچھ نوجوانوں کو حکم دیتا کہ جاکر ایسے گھروں کو آگ لگاکر بھسم کر دو ۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی سنن الہدیٰ سکھانے آئے ہیں نماز باجماعت بھی سنت ہدیٰ

ہے ۔ اگر تم نے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھی تو نبی کی سنّت کے تارک ہو گئے اور گمراہ ہو جاؤ گے ۔

اور فرمایا کہ جماعت سے پیچھے وہی شخص رہتا ہے جو منافق ہو اور جس کا نفاق معلوم اور ظاہر ہو ۔ (مسلم)

صبح اور عشاء کی نماز کی اہمیت

یہ دونوں نمازیں خاصی آزمائش ہیں اور تربیت کے نقطۂ نظر سے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ عشاء کا وقت ایسا وقت ہے کہ جب عام لوگ دن بھر کی مصروفیات کے باعث تھکے ہارے ہوتے ہیں ، کھانے اور آرام کا وقت ہوتا ہے ۔ نفسِ انسانی کے لئے آرام کو چھوڑ کر مسجد کی طرف لپکنا اس صورت میں ممکن ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کی محبت گہری ہو اور احساسِ فرض بیدار ہو ۔ ایسے وقت میں مؤذن کی آواز پر لبیک کہنا ایمان کی بھی علامت ہے اور اطاعتِ امر کی مزید صلاحیت پیدا کرنے کا سبب بھی ہے ۔ کچھ لوگ دن کی بجائے رات کو معاش کے لئے تگ و دو کرتے ہیں اور کچھ لوگ رات کو تفریحات میں بھی منہمک ہوتے ہیں ۔ غرضیکہ ایسے وقت میں اپنے کام اور آرام کو چھوڑ کر ادائے فرض کے لئے اٹھ کھڑے ہونا آزمائش سے عہدہ برآ ہونے اور نفس کی تربیت کے لئے بہت ہی سودمند ہے ۔ اسی طرح صبح کے وقت جبکہ آدمی میٹھی نیند سو رہا ہوتا ہے اور بیدار ہونا بہت مشکل ہوتا ہے اگر ایک شخص نیند کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور اپنے مالک کا حکم سن کر آرام اور نیند کو تج دیتا ہے تو وہ اپنی وفاداری اور اطاعت کا ثبوت بہم پہنچاتا ہے ۔

اسی لئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہے ۔ (متفق علیہ)

گویا کہ ان نمازوں کے بارے میں سستی ، تساہل اور غفلت مخلصانہ ایمان کے منافی ہے اور نفاق کی علامت ہے ۔ اور جو لوگ ان دونوں وقتوں میں نماز باجماعت میں شامل ہوتے ہیں وہ نفاق سے اپنے آپ کو بچا لے جاتے ہیں ۔ اور مزید ایمان اور اخلاص سے بہرہ مند ہوتے ہیں ۔

درسِ قرآن

(سَارِعُوْا .... لِلْمُتَّقِيْنَ)

حافظ محمد ادریس

حمد و ثناء کے بعد:

"وسارعوا ـــــــ للمتقین۔" (سورۃ آلِ عمران آیت نمبر ۱۳۳)

ترجمہ: "اور دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان ہیں۔ وہ تیار کی گئی ہے متقی لوگوں کیلئے۔"

قابلِ احترام بھائیو! عزت مآب بہنو اور مہمانانِ گرامی قدر! میں نے آپ کے سامنے سورۃ آل عمران کی ایک آیت پڑھی ہے اور اس کا ترجمہ پیش کیا ہے ۔ قرآنِ مجید کتابِ ہدایت ہے اور اس کا ہر مقام انسان کو منزلِ مقصود کا پتہ دیتا ہے اس قرآنِ مجید نے دنیا کی ایک پسماندہ قوم کو اِنسانیت کی امامت و قیادت پر فائز کر دیا تھا اور یہ آج بھی ہماری بگڑی بنا سکتا ہے۔ آج کے دور میں ہم آخرت سے بے فکر، روز حشر کی باز پرس سے غافل اور قرآن سے بے تعلق ہو کر مادہ پرستی کی دوڑ میں جت گئے ہیں۔ اس دوڑ میں کوئی جیتتا ہے اور کوئی ہارتا ہے۔ مگر یہ جیت بھی کوئی جیت نہیں، اصل جیت اور ہار کا فیصلہ اس روز ہو گا جب اعمال نامے حاضر کئے جائیں گے، جب راز کھول دیے جائیں گے۔ جب جنت سجائی جائے گی اور دوزخ بھڑکائی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زندگی کی حقیقت سمجھا دی تھی انہوں نے دنیا میں مار بھی کھائیں اور نقصان بھی برداشت کیے مگر جو عہد ایک بار کر لیا اس سے کبھی روگردانی نہ کی جو منزل متعین کر لی اس سے کبھی رخ نہ موڑا اور جو سودا اپنے مالک کے ساتھ کیا اسے ہمیشہ نفع

بخش سمجھا ۔ انہوں نے اپنی جان اپنا مال جنت کے بدلے فروخت کر دیا تھا ۔ نہ جان جانے کا غم ان کے قدم روک سکتا تھا نہ مال کا چھن جانا ان کی ہمتیں پست کر سکتا تھا ۔ وہ دنیا کے سود و زیاں سے بلند اور جنت کے طلبگار تھے۔ انہیں کسی چیز سے عشق تھا تو وہ جنت تھی۔ ان کے دل میں خوف تھا تو وہ دوزخ کا عذاب تھا ۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دامن میں پناہ لے کر وہ مطمئن تھے۔ نہ کبھی پشیمان ہوئے نہ پچھتائے ۔

یہ مقام ہی ایسا مقام ہے، جہاں کبھی پچھتاوا نہیں ہو سکتا ۔ انہوں نے جو فیصلہ کیا، سوچ سمجھ کر کیا، ٹھیک کیا اور اس فیصلے کا حقیقی نتیجہ اللہ تعالیٰ کے سامنے میدانِ حشر میں پہنچنے کے بعد سامنے آئے گا ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بتاتا ہے کہ میری راہ میں تم جو مشکلات اٹھاتے ہو، جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہو، جو جدوجہد اور تگ و دو کرتے ہو، اس کا ماحصل میری مغفرت اور جنت ہے ، چنانچہ اس سورہ میں آپ دیکھیں گے پہلے کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر کا ذکر کیا، اور فرمایا کہ وہاں بھی کامیابی اور نصرت اللہ کی مدد سے ملی تھی اور پھر آگے جنگِ احد کا ذکر کیا اور فرمایا کہ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیابی عطا فرمائی، مگر تم ایک غلطی کر بیٹھے اور اس غلطی کے نتیجے میں فتح شکست میں تبدیل ہو گئی ۔

یہ آیت جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھی ہے، اس میں جنت اور مغفرت کی طرف پیش قدمی کا حکم ہے اور ان لوگوں کی صفت بیان کی گئی ہے جو اس کام کو کامیابی کے ساتھ کر گزرتے ہیں۔ "وسارعوا الی المغفرة من ربکم وجنة" اور دوڑ کر آگے بڑھو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے ۔ "عرضها السموات والارض" جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے ۔

یسارع، عربی زبان میں باب مفاعلہ کے وزن پر مسارعہ سے ہے ۔ اس باب کا یہ خاصہ ہوتا ہے کہ اس میں مقابلے کی کیفیت پائی جاتی ہے ۔ اس کا مادہ سرعت ہے، اور سرعت کے معنی تیزی کے ہیں ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ اگر تم تیزی کے ساتھ دوسروں سے آگے بڑھنا چاہتے ہو، تو آؤ میں تمہیں ایک ایسا میدان بتاؤں جس میدان میں تیزی دکھانی چاہیے ۔

یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ مہم جو واقع ہوا ہے، وہ مقابلہ کرتا ہے، وہ دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے ۔ آج آپ اپنے گرد و نواح میں دیکھیں، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو دیکھیں، اپنے ملک کے معاشرے کو دیکھیں، ہر آدمی دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ یہ آگے بڑھنے کی کوشش مادہ پرستی کی زندگی تک محدود ہے، انسان دنیا کا مال و متاع

دوسروں سے زیادہ سمیٹنا چاہتا ہے ۔ یہاں اللہ ربّ العٰلمین نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ یہ جو مقابلے کی صفت میں نے تمہارے اندر پیدا کر دی، تو آؤ تمہیں وہ میدان بھی بتاؤں جس میدان میں اسے استعمال کرنا چاہیے ۔

دوسرے مقامات پر اللہ تعالےٰ نے اس بات کو یوں بیان کیا کہ "خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملًا" (الملک) (اس نے موت اور زندگی پیدا کی، تاکہ تمہیں آزمائے، تم میں سے کون اچھے اعمال کرتا ہے۔) حقیقت میں زندگی کا یہ سارا نظام، اور موت کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کیا جانا، انسان کی آزمائش ہے ۔ اللہ تعالےٰ یہ دیکھتا ہے کہ کون اچھے عمل کرتا ہے ۔

جنت اور مغفرت کی طرف دعوت تو اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ دی ہے ۔ کہیں اللہ تعالےٰ نے فرمایا، "سابقوا الی ۔۔۔ والارض" (الحدید) (دوسروں سے آگے بڑھو اور مقابلہ کرو، جنت او. مغفرت کی طرف پیش قدمی کرنے میں ۔) اور کہیں ارشاد فرمایا،" ولتنظر نفس ما قدمت لغد" (الحشر) (ہر شخص کو سوچنا چاہیے کہ کل کے لیے اس نے کیا جمع کیا ہے، اس کی پونجی کیا ہے، اس کا سرمایہ کیا ہے)۔ اور کہیں ارشاد فرمایا، "ففروا الی اللہ" (الذاریت) (اللہ کی طرف دوڑ کر آؤ، بھاگو اللہ کی طرف، سارے کام چھوڑ چھاڑ کر، اس کام میں لگ جاؤ کہ ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے، ہمیں اللہ تک پہنچنا ہے) اور کہیں ارشاد فرمایا کہ موت تو ہر ایک کو آنی ہے "فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز" (اٰل عمران) (جو دوزخ سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا، تو وہی کامیاب ہے۔)

میرے بھائیو! یہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی، اس آیت میں اہلِ ایمان کے لیے دعوت ہے، اہلِ ایمان کے لیے غور و فکر کا مقام ہے اور ہم جو دور دراز سے چل کر یہاں آئے ہیں، ہم جنہوں نے ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی ایک جدوجہد اور تحریک میں اپنے آپ کو شامل کیا ہے، ہمارا مطمحِ نظر کیا ہے؟ کیوں ہم اس جماعت میں شامل ہوئے؟ یہ سوال میں اپنے بھائیوں کے سامنے، اپنی بہنوں کے سامنے اور اپنے، معزز مہمانوں کے سامنے بھی رکھنا چاہتا ہوں کہ ان دیوانوں نے کیوں یہ فیصلہ کیا تھا؟ کیا ان کے سامنے اقتدار کی منزل آگئی تھی؟ کیا انہیں نظر آ رہا تھا کہ انہیں مادی وسائل حاصل ہو جائیں گے؟ کیا جماعتِ اسلامی کے پلیٹ فارم سے انہیں وزارتیں نظر آ رہی تھیں؟ نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہے ۔ ان کے سامنے ایک آزمائش کی زندگی تھی. ان کے سامنے مشکلات تھیں ۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا اور سارے راستے اپنے اوپر بند کر کے اس راہ کو اختیار کیا، تو اس کے پیچھے یہی فکر کارفرما تھی کہ یہ اللہ کی رضا کا راستہ ہے اور ہمیں اللہ کی رضا حاصل کرنی ہے، ہمیں قیامت کے دن اللہ کے عذاب سے اپنے آپ کو بچانا ہے ۔ اسی لیے ہم اس میں

شامل ہوئے، اسی لیے ہم نے سفر کیا، اور اسی لیے ہم نے اس عارضی بستی میں آکر ٹھہرنے کا فیصلہ کیا۔

مگر میں بالکل آغاز میں یہ بات عرض کر دینا چاہتا ہوں، اور اس بات کا مخاطب میں خود بھی ہوں اور آپ سب لوگ بھی، کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں گے تو کیا لے کر جائیں گے۔ کوئی سفر بلا مقصد تو نہیں ہوتا، اور بلا مقصد سفر کرنے والے لوگوں اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ انسان کا سفر با مقصد ہوتا ہے اور با مقصد ہونا بھی چاہیئے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہاں آکر اس فکر کو پھر اجاگر کر لیں، جو گرد اس پر پڑ چکی ہے اس کو اتار لیں، جو زنگ ہمارے دلوں پر چڑھ چکا ہے اس کو صاف کرنے میں کامیاب ہو جائیں، اور سوچ لیں کہ ہماری منزل کیا ہے، ہمارا سودا کس بات کا ہے، ہم نے یہ فیصلہ کیوں کیا تھا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر پر اٹھنے والا ایک ایک قدم اللہ تعالےٰ کے ہاں بلندی درجات کا ذریعہ بن جائے گا ۔

اللہ تعالےٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ جنت کی طرف بڑھو ، وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین و آسمان پر محیط ہیں ، تو یہاں مفسّرین نے بڑے اہم نکات بیان کیے ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے طول کا ذکر نہیں کیا ، بلکہ عرض کا ذکر کیا ہے ، وہ جنت کہ جس کا عرض ، جس کی چوڑائی ، زمین و آسمان کی طرح ہے ، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں اللہ تبارک و تعالےٰ جنت کے طول و عرض کی بات نہیں کرنا چاہتا ، بلکہ اس کی وسعت کو بیان کرنا چاہتا ہے ۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے ، "البلاد العریض" بڑا کھلا ملک ہے، بڑی کھلی سرزمین ہے ، یہاں بھی فرمایا کہ جنت بڑی کھلی جگہ ہے ۔ بعض مفسّرین نے کہا کہ طول کو اللہ تعالےٰ نے خود بیان نہیں کیا ، اس لیے کہ ہر آدمی جانتا ہے کہ عرض چھوٹا ہوتا ہے اور طول اس سے بھی بڑا ہوتا ہے ، اور اگر عرض کی یہ حالت ہے کہ اس کی وسعتِ زمین اور آسمان پر محیط ہے تو پھر اس کا طول تو اور بھی بڑا ہو گا اور اس کی وسعتیں اور بھی زیادہ ہوں گی ۔

یہ جنت اور اس کی نعمتیں قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے جگہ جگہ بیان کیں ۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس جنت کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش فرمایا کہ وہ لوگ اپنی آنکھوں سے جنت کو دیکھ سکتے تھے ، وہ لوگ جنت کی خوشبو پالیا کرتے تھے ۔ ہم آج جنت کا وہ نقشہ بھول چکے ہیں ، ہم جنت کی اس خوشبو سے محروم ہیں ۔ میں نے آپ حضرات کے سامنے شروع میں کہا تھا کہ سوچیں اور غور کریں کہ وہ خوشبو کس طرح ہمیں آسکتی ہے ۔ جنت کی خوشبو ختم تو نہیں ہو گئی ، جنت کا نقشہ مٹ تو نہیں گیا، پردہ تو ہماری آنکھوں پر پڑ گیا ہے ، ذوق ہمارا بگڑ گیا ہے ، دلچسپیاں ہماری بدل گئی ہیں ، اور ہماری تگ و دو دنیا کے لیے ہو کر رہ گئی ہے ، ورنہ جنت آج بھی وہی ہے ، خوشبوئیں بھی وہی ہیں ، اس کی وسعتیں بھی وہی ہیں۔

میں ان لوگوں کی مثال آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کا شیدائی بنا دیا تھا۔ جنت کے عاشق ، جنت کے طلبگار ، ساری دنیا سے کٹے ہوئے اور جنت کی طرف پیشقدمی کرنے والے ۔ انہوں نے دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیا تھا ۔ آج اگر پاکستان کی منزل اسلامی انقلاب ہے تو وہ اسلامی انقلاب اسی راستے سے آسکتا ہے جو راستہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا ۔ کوئی دوسرا راستہ اس کے لیے نہ کسی مفکر نے بتایا اور نہ عملی دنیا کے اندر کسی نے اسکا تجربہ کر کے دکھایا۔ وہ راستہ اور اس کی مثالیں میں آپ کے سامنے عرض کرنا چاہتا ہوں ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ ان کی روایت ہے ، جو صحیح مسلم میں امام مسلمؒ نے نقل کی ہے ۔ واقعات ہیں جنگِ بدر کے ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنگِ بدر کو خود نہیں دیکھا تھا ، کہ اس وقت ان کی عمر صرف گیارہ سال تھی، مگر انہوں نے اس کے واقعات کو سنا اور یاد کر لیا اور بیان کر دیا۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچے تو مشرکین ابھی نہیں آئے تھے ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا، "لَا یَتَقَدَّمَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ بَیْنَ یَدَیَّ بِشَیْءٍ حَتّٰی اَکُوْنَ اَنَا دُوْنَکُمْ" ۔۔۔

یعنی 'تم میں سے کوئی شخص مجھ سے آگے نہ بڑھے' میرے پیچھے پیچھے رہنا پھر جب مشرکین آ گئے' تو نبی اکرم صلّے اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت مختصر خطاب فرمایا ۔ آج تو ہم لمبی لمبی تقریریں کرنے اور لمبی لمبی تقریریں سننے کے عادی ہیں ، مگر اصل بات یہ ہے کہ کوئی ایک لفظ بھی جو دل کے اندر اتر جائے اور انسان کو عمل پر ابھار دے ، وہ کافی ہوتا ہے ۔ یہ مختصر خطاب جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس کا نتیجہ تاریخ نے ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کر دیا۔ مشرکین کی طرف اشارہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ، اے اللہ کے بندو! یہ دشمن تمہارے سامنے آ چکا ۔ "قوموا الی جنۃ عرضہا السموات والارض" یعنی وہی بات جو اس آیت کے اندر اللہ تعالےٰ نے کہی ، "اٹھو اس جنت کی طرف ۔۔۔۔۔" گویا جنت سامنے نظر آ رہی ہے ، "وہ جنت کہ جس کی وسعتیں زمین اور آسمانوں پر محیط ہیں ۔"

عمیر ابن الحمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، "أجنۃ عرضہا السموات والارض یا رسول اللہ ؟" "یا رسولؐ اللہ ، ایسی جنت جس کی وسعتیں زمین اور آسمان پر محیط ہیں؟"

"قال نعم "، فرمایا ہاں۔

"قال بخ بخ "، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر آیا، "واہ جی واہ کیا کہنے!" جنت آنکھوں

کے سامنے تھی ۔ وہی آدمی یہ الفاظ کہہ سکتا ہے جو جنت کو دیکھنے والا ہو ، جو جنت کی قدر و قیمت کو پہچاننے والا ہو ، جو اس سے غافل ہے ، اسے کیا معلوم وہ کیا چیز ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مَا یَحْمِلُکَ عَلیٰ قَولِکَ بَخٍ بَخٍ؟" اے عمیر تم نے واہ واہ کس بات پر کہا،

جواب سنیے! جواب دیا، "رَجَاءَ اَنْ اَکُونَ مِنْ اَھْلِھَا" اُس امید پرُ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کہ شاید اس جنت کا میں بھی اہل بن جاؤں"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا "فَاِنَّکَ مِنْ اَہْلِہَا" اے عمیر، تو اہلِ جنت میں سے ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، عمیر کے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں اور ہاتھ کی کھجوریں پھینکتے ہوئے کہا ، کہ اگر ان کھجوروں کو کھانے کا انتظار کروں تو میرے اوپر افسوس ہے کہ جنت میرے سامنے ہے گواہ رہیے کہ اب میں جنت میں جاکر کھجوریں کھاؤں گا۔ ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں ، دشمنوں کے ساتھ لڑے ، اور شہید ہو گئے ۔

یہ جنت تھی جس کی وسعتیں ان کے سامنے تھیں ، یہ جنت تھی جس کی طلب ان کے دلوں میں تھی ، یہ جنت تھی جس کی جانب ان کے قدم بے ساختہ اٹھ جاتے تھے ، اور یہ جنت تھی جو ان کی منتظر تھی۔

پھر ایک دوسری حدیث دیکھیے ۔ یہ بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ۔ صحیح بخاری ، صحیح مسلم اور نسائی ، تینوں حدیث کی معروف کتابوں میں یہ روایت ملتی ہے ۔ وہ جنگِ احد کا حال بیان کرتے ہیں، وہی جنگِ احد جس کے بعد یہ آیات نازل ہوئی تھیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک وقت آیا جب فتح شکست میں بدل گئی ، لوگوں کے قدم اکھڑ گئے ، قرآن نے بھی اس بات پر گواہی دی ہے "اذ تصعدون ولا تلوٗن علیٰ احد والرسول یدعوکم فی اخراکم ۔۔۔"

(آلِ عمران : ۱۵۳)

"یاد کرو اس وقت کو جب تمہارے قدم اکھڑ گئے ، اور میرا رسولؐ میدان میں ڈٹا ہوا تھا ، وہ میدان سے نہیں ہٹا، تم ادھر ادھر بکھر گئے ۔ اس طرف بھی اشارہ کیا کہ میدانِ جنگ میں افواہ پھیل گئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں ، تو وہاں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ، "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اَفَائِن مات او قتل انقلبتم علے اعقابکم" محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، آپ سے پہلے بہت سے انبیاءؑ گزر گئے ، دنیا سے اپنا وقت گزار کر اللہ کے ہاں چلے

گئے ۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس چلے جائیں تو کیا تم اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اسلام تو موجود رہے گا ، آپ کا پیغام تو موجود رہے گا اور وہ پیغام تو آج بھی موجود ہے ، آپ کی رسالت تو آج بھی موجود ہے اور ہم اس کے مخاطب ہیں۔

اس وقت جب لوگوں کے قدم اکھڑ رہے تھے، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور جری آدمی بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگا ۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو کبھی کمزوری دکھانے والے نہ تھے ، جن کی قوت اور فیصلے پر لوگوں کو بھروسہ تھا ، وہ بھی میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹنے لگے ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، میرے چچا انس بن نصر رضی اللہ عنہ میدانِ بدر میں نہیں گئے تھے ، جنگِ احد ان کی پہلی جنگ تھی ، جب انہوں نے اپنے سردار کو دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے تو دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے ایک نظر ان کی طرف دیکھا اور ایک نظر دشمن پر جمائے رکھی ، اور زبان سے پکار کر کہا ، یا سعد ابن معاذ الجنۃ الجنۃ ، اے سعد ابن معاذ! ادھر جنت ہے جنت ۔ اور پھر ساتھ یہ الفاظ بھی کہے ، "وَرَبِّ النَّضرِ یَا سَعْد" اے سعد اس رب کی قسم جو فتوحات دیا کرتا ہے گویا آج اگر شکست آرہی ہے تو فتوحات بھی وہی دیتا ہے ۔ جہاں فتوحات کے پھریرے لہراتے ہوئے اس کے نام کی تکبیر بلند کرتے ہیں ، وہاں شکست کے وقت بھی اسی کا نام لیں گے ۔ شکست کے وقت دشمنوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالیں گے ۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہو ، ان کے حوصلے کبھی پست نہیں ہوتے ۔ پھر کہا "اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ ـــــــ" مجھے احد پہاڑ کے پیچھے سے جنت کی خوشبو آرہی ہے ۔ یہ جنت کی خوشبو تھی جو ان لوگوں کو آتی تھی ۔ جس نے ان کو مسحور کر رکھا تھا ۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ، وہ دشمن کے مقابلے پر اس بہادری کے ساتھ لڑے کہ شہید ہو گئے ، اس طرح کہ ان کو پہچانا نہیں جا سکتا تھا ، سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، کہتے ہیں میری پھوپھی میدانِ جنگ میں گئیں تو انہوں نے اپنے بھائی کے ہاتھ کی انگلیوں کو دیکھ کر پہچانا۔

شہیدِ وفا نے یوں اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کی ، یوں جنت کی خوشبو سے سرشار تھا ۔ وہ دشمن کے مقابلے پر اس طرح لڑا کہ سارا جسم زخموں سے چور چور تھا ، حتیٰ کہ حلیہ پہچانا نہ گیا ۔ پھر یہ بات تو میرے دوستو اور میرے بھائیو ، ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ہے جن کے نام تاریخ میں معروف ہیں ورنہ یہاں تو جو اللہ کے ساتھ سودا کر لیتا ہے اسے نام کی پروا نہیں ہوتی ۔ کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ، جس کے ساتھ سودا کیا ہے ، وہ تو جانتا ہے، چنانچہ ایک صحابی کا واقعہ حضرت شداد بن ہاد بیان کرتے ہیں امام نسائیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے ۔ شداد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک بدو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے رسالت مآب

صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھربار اور بال بچے چھوڑ کر آگیا ہوں ، آپ کی غلامی اختیار کرنے کے لیے ۔ اب آپ ہی کے ساتھ رہوں گا ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھی بات ہے ، تم آگئے ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ۔ پھر ایک دفعہ جب کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی تیاری کر رہے تھے تو اس نے کہا ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی لے چلیے ۔ راوی نے ان صاحب کا نام نہیں بیان کیا ، صرف ان کا واقعہ بیان کیا ہے ۔ اس واقعہ سے ہی ان کی شان سامنے آجاتی ہے ۔ نام جو کچھ بھی ہے ، وہ اہلِ جنت میں شامل ہے اور اسے ہم جنتی ہی کہہ سکتے ہیں ۔ وہ صحابیِ رسولؐ ہیں ، جنت کے طلبگار ہیں ، چنانچہ میدانِ جنگ میں گئے ، فتح نصیب ہوئی ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت میں سب کا حصہ نکالا ، اس اعرابی کا حصہ بھی نکالا ۔ جب اس کا ساتھی اس کے کیمپ میں گیا تو دیکھا کہ وہ موجود نہیں ۔ واپس آکر کہا کہ وہ تو موجود نہیں ہے ۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ جہاد سے واپس آنے کے بعد مجاہدین کے اونٹوں کو چرانے کے لیے جنگل میں لے گیا ہے ۔ ایک جہاد سے آیا ہے ، دوسرے جہاد میں چلا گیا ہے ۔

آپ بھی مختلف جہادوں میں حصہ لیتے ہیں ، کبھی آپ یہاں اس اجتماع گاہ میں آتے ہیں حق کو غالب کرنے کے لیے ، کبھی آپ گلی کوچوں میں گھومتے پھرتے ہیں حق کو غالب کرنے کے لیے ، کبھی آپ باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہیں ، کبھی آپ کسی گرے ہوئے کو اوپر اٹھاتے ہیں ۔ یہ سارے کام جہاد کا حصہ ہیں ۔

وہ آدمی تلوار اتار کر اپنے خیمہ میں رکھتا ہے اور اونٹوں کو لیکر جنگل کی طرف چلا جاتا ہے ، یہ بھی جہاد کا حصہ ہے ۔ وہ صاحب واپس آئے ، ان کا حصہ انہیں دیا گیا ۔ دینے والے سے پوچھا ، یہ کیا ہے؟ کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا حصہ دیا ہے ۔ انہوں نے وہ حصہ اٹھایا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ میں پہنچ گئے ۔ (جس طرح یہاں کیمپوں کی یہ بستی ہے ، جہاں آپ کے امیر جماعت ہیں ، جہاں آپ کے امراءِ صوبہ اور امراءِ اضلاع ہیں ، جہاں آپ خود ہیں اسی طرح سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بستیاں ہوتی تھیں جو میدانِ جنگ میں اور جنگلات میں آباد ہو جاتی تھیں ۔) اور جا کر کہا ، "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، یہ کیا ہے ؟" فرمایا ، "مالِ غنیمت میں تیرا حصہ ہے"۔ اب ان کے الفاظ سنیئے ! الفاظ سادہ ہیں مگر بڑے عظیم ہیں ۔ زندۂ جاوید ہیں ۔ اس لیے کہ ایک زندۂ جاوید شخصیت کی زبان سے نکلے تھے کہا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپؐ کے ساتھ اس مالِ غنیمت کے لیے نہیں آیا تھا"۔

پوچھا ، "تم کس لیے آئے تھے؟"

کہا ، "میں تو آیا تھا کہ دشمن کا کوئی تیر آئے اور آکر یہاں حلق میں لگ جائے اور میں اپنی منزل سے ہمکنار ہو جاؤں ۔"

اگلے دن پھر لڑائی ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس حال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھوں پر ایک شخص کو اٹھا رکھا تھا ، وہ شہید ہو چکا تھا ، اور اس کے گلے میں تیر ابھی تک پیوست تھا ۔ یہ جنت کے طلبگار لوگ تھے ، جنت کی طرف پیش قدمی کرنے والے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا ، " اَھُوَ ھُوَ؟ "کیا یہ وہی شخص ہے جو کل یہ بات کہہ رہا تھا ۔ عرض کیا گیا ، ہاں ۔ راوی بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ شہداء کو ان کے اسی لباس میں دفن کر دیا جاتا تھا ، جس میں وہ شہید ہوتے تھے مگر اس شخص کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا کرتہ مبارک اتارا اور اس کے لباس کے اوپر وہ کرتہ پہنا دیا ۔ پھر قبر کے کنارے کھڑے ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " اللھم ھذا عبدک " یا اللہ یہ تیرا بندہ ہے "خرج مہاجراً فی سبیلک" تیری راہ میں گھر بار کو چھوڑ کر نکلا تھا ، "فقتل شہیدا وانا شہید علے ذالک" یا اللہ یہ تیری راہ میں شہید ہو گیا ہے ۔ اے اللہ میں اس کی شہادت پر گواہ ہوں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شہادت پر گواہ ہیں ، اپنا کرتہ اتار کر اسے پہناتے ہیں ۔ نام اس کا بیان نہیں کیا گیا ، مگر مقام اس کا دیکھیے ۔ فکر تو مقام کی ہونی چاہیے ، نام میں کیا ہے ۔ نام اگر کوئی جانتا ہے تو بھی ٹھیک ہے اور اگر کوئی نہیں جانتا تو بھی ٹھیک ہے ۔ اللہ ربّ العٰلمین کے ہاں ہمارا نام موجود ہونا چاہیے کہ اس کی فہرست سے ہی اگر ہمارا نام خارج ہو گیا تو یہاں کی فہرستوں میں ہمارا نام کسی کام نہیں آئے گا ۔

اس فہرست میں نام داخل کروانے کے لیے راتوں کی تاریکی میں اٹھ کر تنہائیوں میں رونا پڑتا ہے اور اللہ سے اپنا رشتہ اور تعلق جوڑنا پڑتا ہے ، اس انداز میں کہ جنت اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آئے ، اس انداز میں کہ جنت کی خوشبو آئے ، اس انداز میں کہ جنت کی طلب میں! اپنے آپ کو قربان کرنے پر آمادہ ہوں ۔

اس جنت کے بارے میں اشاد فرمایا کہ یہ جنت تیار کی گئی ہے ۔ دوزخ کے لیے بھی اللہ نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ اس کے معنی ہیں اہتمام کے ساتھ تیار کیا گیا ہے ۔ یہ جنت کن لوگوں کے لیے ہے؟ متقی لوگوں کے لیے اور متقی کون ہیں؟ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خشیت سے جن کے

دل آباد ہیں اور اللہ تعالیٰ کا تقویٰ جنہوں نے اختیار کر لیا ہے ۔ تقویٰ کسی مخصوص ہیئت کذائی کا نام نہیں ہے ۔ وہ تقویٰ اس گفتار کا نام ہے ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتار کے مطابق ہو ، وہ تقویٰ اس کردار کا نام ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں نظر آتا تھا ، وہ ان معاملات کا نام ہے ، جو کھرے اور سچے ہوں ، وہ اس زندگی کا نام ہے جس کے اندر دو رنگی اور منافقت نہ ہو بلکہ ایک رنگ میں رنگی ہوئی زندگی ہو جسے اللہ تعالیٰ کا رنگ ، صبغۃ اللہ کہا گیا ہے ۔

تقویٰ کے بارے میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت آپ نے بارہا سنی ہوگی کہ آپؐ نے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "التقوی ھھنا" (تقویٰ یہاں ہوتا ہے) تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی ، یعنی تقویٰ تو دل میں پیدا ہوتا ہے ۔ قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیعِ فرمان بن جاتے ہیں ، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چن لیا ہے اور آزمالیا ہے ۔ (الحجرات)

تقویٰ کا مسکن انسان کا دل ہے اور اس کا مظہر انسان کے اعمال اور اس کی پوری زندگی ہے ۔ اگر کوئی بیج ہی نہیں ڈالا گیا تو درخت کیسے پیدا ہوگا ۔ اگر کوئی مصنوعی درخت کھڑا کر دیا گیا ہے تو مصنوعی درختوں پر نہ پھول لگتے ہیں نہ پھل لگتا ہے ، نہ بہار آتی ہے ۔ پھر کسی وقت بھی مصنوعی لبادہ اتر جاتا ہے ۔ اگر بیج ڈال دیا جائے اور اس کی رکھوالی کی جائے تو پھر اس کے پتے بھی نظر آئیں گے ، اس کے پھول بھی نکلیں گے ، اس کا پھل بھی آئے گا ، اس کی بہاریں بھی نظر آئیں گی ۔

تقویٰ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہا کہ دل کے اندر پیدا ہوتا ہے ، تو دلوں کو وقتاً فوقتاً ٹٹولتے رہنا چاہیے ۔ آج بھی دل میں جھانکنا چاہیے کہ دل کی کیا کیفیت ہے ۔ کیا اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد ہمیں یاد ہے ؟ کیا اللہ کی دھرتی پر اللہ کا دین غالب کرنے کا جو دعویٰ ہم نے کیا تھا اس کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں ، اسے اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے ۔ جنت جس کے ہم طلبگار ہیں کیا وہاں تک پہنچنے کے لیے زادِ راہ تیار کر لیا ؟ یہ ساری باتیں سوچنے کی ہیں ۔ یہ ساری باتیں دل کے اندر جھانکنے سے انسان کو معلوم ہوتی ہیں ۔

تقویٰ کی ایک اور تشریح جو مفسرِ قرآن ابی بن کعبؓ نے بیان کی ۔ یہ جواب تھا سیّدنا عمرؓ بن الخطاب کے سوال کا ۔ یہ بات بھی جان لیجیے کہ سیدنا عمرؓ بن الخطاب خود بڑے عالم تھے ۔ وہ ایسی شخصیت تھے کہ جن کی رائے کے مطابق قرآن کی وحی نازل ہوتی رہی ، مگر سوال اس لیے پوچھا کہ وہ مربی تھے ۔ وہ چاہتے تھے کہ میں کسی سے پوچھوں اور کوئی بیان کرے ، اور لوگوں کے سامنے یہ

بات آجائے ۔ اس سے ان کے درجہ میں کوئی کمی نہیں ہوئی ۔ انہوں نے ابی بن کعبؓ سے پوچھا ، ''ابی تقویٰ کے معنی کیا ہیں؟''۔ انہوں نے جواب دیا ، ''اے امیر المومنین ، کبھی آپ کسی گھنے جنگل میں سے گزرے ہیں ، جہاں راستہ تنگ ہو اور کانٹے دار جھاڑیاں ہوں ؟'' فرمایا ، ''ہاں گزرا ہوں ۔'' پوچھا ''آپ گزرتے وقت کیا کرتے ہیں ؟'' فرمایا ، ''اپنا دامن سمیٹ لیتا ہوں ، دائیں بھی نظر رکھتا ہوں ، اور بائیں بھی ، کہ دامن کسی کانٹے سے الجھ نہ جائے''۔ فرمایا ، ''تقویٰ بالکل یہی ہے۔''

دنیا کی اس زندگی کے اندر معصیت اور نافرمانی کے کانٹے بچھے ہوئے ہیں ۔ معاشرے میں گندگی کے ڈھیر ہر جانب ہیں ۔ ہر جگہ پر خار دار جھاڑیوں کے جنگلات اگ آئے ہیں ۔ یہ جنگلات کہیں دور نہیں ہیں ، یہ ہمارے گھر کی دہلیز پر تھے ، اب ہمارے گھروں کے اندر داخل ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ ہر جانب معصیّت ، ہر جانب نافرمانی ، ہر جانب اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزیاں ۔ حکومت کی سطح پر بھی یہی حال ہے ، مگر صرف حکومت کو مطعون کر کے ہم بری الزمہ نہیں ہو سکتے۔ پورے معاشرے میں ، ہر طبقے میں ، ہر گلی اور محلے میں ، ہر گھر کی چار دیواری میں اللہ کے احکام کی خلاف ورزیاں ہو رہی ہیں ۔ یہ معصیت کے کانٹے ہیں جو ہمارے دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں ۔ مفسّرِ قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی تھی ، اس بات کی روشنی میں ہمیں اپنا دامن سمیٹ کے رکھنا چاہیے ۔ کہیں رزق حرام کے دروازے کھلے ہیں اور رزق حلال کے دروازے بند ہیں ، کہیں فحاشی اور عریانی کا سیلاب ہے ، کہیں رشوت اور دوسری برائیاں ہیں ، کہیں طاغوت نے ایسے خوشنما جال پھیلا رکھے ہیں کہ لوگ ان میں پھنس جائیں ۔ ان ساری معصیتوں سے بندۂ مومن کو اپنا دامن بچا کے رکھنا ہے ، اس لیے کہ جس جنّت کا نقشہ اوپر ہماری آنکھوں کے سامنے آیا ، اور اس کے طلبگاروں کی جو تصویری جھلکیاں ہم نے دیکھیں ، اس جنت میں پہنچ جانے کے لیے لازمی شرط تقویٰ ہے ۔ تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ انسان کے دل کے اندر خوفِ خدا پیدا ہو جائے ، انسان کے دل کے اندر خدا کی محبت پیدا ہو جائے ، پھر وہ معصیت سے نفرت کرنا شروع کر دے۔

میرے بھائیو اور میری بہنو! یہ لمبا سفر جو آپ نے کیا ، اس سفر کے دوران آپ نے یقیناً اس بات پر غور کیا ہو گا کہ ہم اللہ کی راہ میں نکلنے والے مسافر ہیں ۔ آپ یہاں آ کر اللہ کی میزبانی میں ہیں ۔ ضروری ہے کہ آپ اس اللہ کا یہ حکم ، اور اس اللہ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف یہ پیغام ''کہ دوڑو ، آگے بڑھو اور دوسروں سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو ، جنت کی طرف اور مغفرت کی طرف'' اپنے سامنے رکھیں ، اور اس پر غور کریں ''وفی ذالک فلیتنافس المتنافسون'' (المطففین)

یعنی رِیس کرنے والے اگر کوئی ہیں ، مقابلہ کرنے والے اگر ہیں ، تو اس میدان کے اندر مقابلہ کریں ، وہ اس میدان میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں ۔

میری اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو قرآن کے پیغام کے لیے کھول دے ، وہ ہمارے معاشرے کو اسلام اور اسلامی انقلاب کے لیے تیار کر دے ، وہ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نے اس کے ساتھ جو عہد باندھا تھا ، اس عہد کے تقاضوں کو پورا کر سکیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں کو قبول فرمائے ، اور ہمارے راستے کی رکاوٹوں کو دور کر دے ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

کلیدی خطاب

قاضی حسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثنائ کے بعد !

محترم قائدینِ جماعتِ اسلامی پاکستان، برادرانِ اسلام، خواتینِ اسلام،

سب سے پہلے میں ان حالات کا کچھ ذکر کروں گا، جن حالات میں جماعتِ اسلامی کی تشکیل ہوئی تھی ۔

آج سے اڑتالیس برس قبل، ۱۹۴۱ء میں حالات ایسے نہیں تھے جیسے اب آپ کو نظر آ رہے ہیں۔ آج مسلمان انحطاط میں مبتلا ہیں ۔ آج بھی وہ پسماندگی اور ذلت کا شکار ہیں ، لیکن آج سے پچاس سال قبل کی دنیا اس سے بھی زیادہ مسلمانوں کے لیے تاریک تھی، کہیں بھی روشنی کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی ۔ ترکی کی خلافت کے خاتمے کے بعد برِ صغیر ہند و پاک کے مسلمانوں نے خلافت کے احیاء اور اس کی بحالی کے لیے ایک تحریک چلائی، لیکن وہ تحریک ناکامی سے دوچار ہوئی ۔ اس کے بعد مسلمانوں کو کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا، سراسیمگی کی ایک کیفیت ان پر طاری تھی ۔ مسلمانوں کی ماضی کی عظیم الشان عمارت ڈھیر ہو چکی تھی ۔ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک ساری دنیا کی امامت کرنے کے بعد اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے صرف چار چھوٹے چھوٹے ممالک تھے ۔ جو ایک حد تک آزاد تھے ۔ سعودی عرب، یمن، ترکی، افغانستان ۔ یہ استعماری طاقتوں کے براہِ راست تسلّط کی نگرانی میں تھے، لیکن باقی سارا عالمِ اسلام جو اس وقت آپ کو نظر آ رہا ہے، ان کی غلامی کے بندھنوں میں بندھا ہوا تھا۔

اس وقت کچھ لوگوں نے راستہ دکھایا، کہ نئے سرے سے اُمّتِ مسلمہ کی تعمیر اُس نقشے پر کرنی

ہے ، جس نقشے پر محمدؐ مصطفیٰ نے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو تعمیر کیا ۔ میں یہ واضح کر دوں کہ یہ کوئی نئی فکر نہ تھی نہ کچھ لوگ کوئی نئی چیز لے کر آئے تھے ۔ انہوں نے قرآن و سنّت کی صاف ستھری تعلیمات کے مطابق امّتِ مسلمہ کو وہ راستہ بتایا جو راستہ عظمت کا راستہ تھا ۔ جس راستے پر چل کر اس سے پہلے وہ بلندی اور رفعت کی منزل پر پہنچی تھی ۔ وہ راستہ دوبارہ اس کے سامنے رکھا گیا ۔

وہ راستہ یہ تھا کہ 'وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا'۔ اللہ نے امّتِ مسلمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ 'ہم نے تمہیں انصاف کی علمبردار امّت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں' ۔ یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس مقصد کے لیے اللہ نے بھیجا تھا ۔ وہ مقصد انہوں نے پورا کیا ۔ اور اپنا کام اس امّت کے سپرد کر کے اپنے رب کے پاس چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ نے فرمایا:

(ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دینِ الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و لوکرہ المشرکون) 'اللہ کی ذات وہ ذات ہے ۔ جس نے اپنے نبیؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ باقی تمام ادیان پر اس دینِ حق کو غالب کر دے ۔ اگرچہ یہ مشرکین پر کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے' یہ آیت قرآنِ کریم میں تین مقامات پر آئی ہے ۔ سورۂ توبہ میں، سورۂ صف میں، اور سورۂ الفتح میں ۔

سورۂ الفتح میں کہا گیا ہے کہ اس بات پر اللہ کی گواہی کافی ہے، کہ اس نے اپنے نبیؐ کو اس کام کے لیے بھیجا ہے ۔ یہی امّتِ مسلمہ کا مقصد وجود ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس (٢٣) سال تک مسلسل جہاد کرنے کے بعد دینِ اسلام کو عرب میں ایک غالب دین بنا کر اس امّت کے سپرد کر دیا ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اسی لیے خلیفۂ رسولؐ اللہ ہیں کہ جو اقتدار اور جو غلبہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کیا وہ اقتدار اور حکومت ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ملی ۔ علم کے وارث تو سارے صحابہؓ تھے ، لیکن اس اقتدار کا ورثہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کو ملا ۔

اللہ نے دین کو غالب کر دیا، یہ غالب دین امّتِ مسلمہ کے پاس پہنچا، اور امّتِ مسلمہ کو اس کام پر مامور کر دیا گیا کہ دین کے اس غلبے کو آگے بڑھاؤ ۔ پوری انسانیت کے پاس اس کو لے جاؤ ۔ اور اس کو زندگی کا غالب نظام بنا دو ۔ فرمایا، قرآنِ کریم نے (کنتم خیر اُمۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ)

ترجمہ = تم سب سے بہتر امّت ہو، لوگوں کے لیے بھیجے گئے ہو ۔ تمہارا کام یہ ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اور فرمایا اللہ نے ۔ (ولتکن منکم امۃ یدعون

الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔)

"تم میں ضرور ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے۔ معروف اور بھلائی کا حکم دے اور منکر سے روکے ۔ اور یہی گروہ کامیاب لوگوں کا گروہ ہے"۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ رسولؐ اس بات پر شاہد ہیں کہ غلبۂ دین ہی امّتِ مسلمہ کا اصل کام ہے ، اس کا اصل مقام ہے۔ رسول کریمؐ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے ۔ اس لیے جو مشن انبیاءؑ کا تھا۔ اس امّت کے سپرد کر دیا گیا ہے ۔

فرمایا رسولؐ اللہ نے (کانت بنو اسرائیل ....) یعنی بنی اسرائیل کی سیاست نبیوں کے ہاتھ میں تھی ۔ یہاں سیاست کا لفظ استعمال ہوا ہے ۔ حدیث کی رو سے سیاست کوئی پلید شے نہیں ہے، سیاست معاملات کی اصلاح کا نام ہے، ایک قوم کے تمام امور اور معاملات کو ٹھیک کرنے اور درست کرنے کو سیاست کہتے ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ غلط کار لوگوں نے سیاست کے معنی دھوکہ اور فریب کے رکھ دیئے ہیں ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سیاست پاکیزہ لوگوں کا کام ہے ۔ بنی اسرائیل کی سیاست نبیوں کے ہاتھ میں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تھا تو دوسرا نبی ان کی جگہ لینے کے لیے آجاتا تھا ۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ میرے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے، میرے بعد میرے خلفاء ہوں گے ۔ اس طرح آپؐ نے غلبۂ دین کا کام اس امّت کے سپرد کر دیا، کہ جب لوگ سیدھے راستے کو چھوڑ دیں اور بھٹک جائیں اور بگاڑ کے راستے پر چل پڑیں ، تو اس اُمّت کا فرض ہے کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو سیدھے راستے پر، اللہ کے راستے پر واپس لے آئے ۔

یہ امّتِ مسلمہ کا مقصد وجود ہے مگر اس مقصد سے امّتِ مسلمہ غافل ہو گئی تھی ۔ صدیوں کے انحطاط کے نتیجے میں، بادشاہت اور ملوکیت، اور اس کے بعد غیر ملکی استعمار کی حکومت کے نتیجے میں مذہب و سیاست میں دوری پیدا ہو گئی تھی ۔ کچھ لوگوں نے مسجدوں میں پناہ لی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا جیسے یہ دین کا حق ادا کرنے کے لیے کافی ہے ۔ ادھر کچھ لوگوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہدایت سے بے نیاز ہو کر دنیا کے امور چلانے شروع کر دیئے ۔ اس طرح کچھ لوگ دین کے اور کچھ لوگ دنیا کے ہو گئے، حالانکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے سیاست اس کا لازمی حصہ ہے ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی امامت بھی کرتے تھے، فوج کے سپہ سالار بھی تھے اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے والے بھی تھے۔

پھر ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت سب پر لازم ہے ۔ چاہے سیاست ہو،

عدالت ہو، تجارت ہو، معاشرت ہو، گھر کی زندگی ہو، حکومت کے معاملات ہوں، رعیّت کے معاملات ہوں، تمام امور میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و ہدایت کے مطابق عمل کرنا عبادت ہے ۔

دین اور سیاست کے تعلق کے بارے میں یہ وہ بنیادی تعلیمات ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہیں ۔ بد قسمتی سے بنیادی تعلیمات عام مسلمانوں کی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہیں۔ اگرچہ تعلیمات علماء کے سامنے تھیں اور ان تعلیمات کی طرف بلانے والے بھی کچھ لوگ موجود تھے ۔

انحطاط، مایوسیوں اور گھٹاٹوپ تاریکیوں کے اس دور میں چند آدمی اٹھے، اور یہ اعلان کیا کہ وہ نئے سرے سے اللہ کی اس زمین پر اسلام کی بالادستی چاہتے ہیں ۔ یہ واقعی بہت بڑی ہمّت اور جرأت کی بات تھی ۔ اور اس دور میں جب ابھی جماعتِ اسلامی کی تشکیل نئی نئی ہوئی تھی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی یہ بات بھی لوگوں کو بڑی عجیب لگی تھی کہ ایک وقت ایسا آئے گا، جب سرمایہ دارانہ نظام کو واشنگٹن میں اور کمیونزم کو ماسکو میں پناہ نہیں ملے گی ۔ یہ باتیں عجیب اس لیے لگیں کہ اس دور میں اسلام اجنبی بن چکا تھا ۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اسلام آیا تو لوگوں کے لیے اجنبی تھا، اور ایک وقت آئے گا کہ وہ پھر اجنبی بن جائے گا ، لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ لوگ پیدا کیے، انہوں نے پھر سے امّت کے سامنے اس کے مقصد کی بات کہی، اور پھر سے لوگوں کو اس کام کے لیے جمع کیا ۔ اس ضمن میں اصل کارنامہ جماعتِ اسلامی کی تشکیل کا تھا ۔ مسلمانوں کی تاریخ میں آپ یہ دیکھیں گے کہ وقفے وقفے سے ایسے علماء اور ایسے مصلحین پیدا ہوتے رہے جنہوں نے لوگوں کو اسلام کی اصل دعوت کی طرف بلایا، لیکن اس مقصد کے لیے منظّم جدوجہد کرنا، جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد تھا ۔ اس نقشے کے مطابق جماعت بنانا جس نقشے کے مطابق صحابہ کرامؓ کی جماعت بنی تھی ۔ یہ بڑی ہمّت اور حوصلے کا کام تھا ۔ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی مسلسل تبلیغ کرنے کے بعد مولانا مودودیؒ نے بالآخر یہ بیڑہ اٹھایا ۔ آپ نے تمام لوگوں کو دعوت دی، اور اسی لاہور شہر میں ۔ اگست ۱۹۴۱ء میں ۷۵ آدمی جمع ہوئے اور انہوں نے جماعتِ اسلامی کی بنیاد رکھی ۔

اُن کے پیشِ نظر مقصد اور نصبُ العین وہی تھا جو مقصد اور نصب العین قرآن اور سنّت کی روشنی میں ایک مسلمان کا نصب العین ہو سکتا ہے ۔ ہم کس لیے یہ سارا کام کرتے ہیں، آپ نے کس لیے یہ سفر کی صعوبتیں برداشت کی ہیں اور روپیہ پیسہ خرچ کرتے ہیں ، جان لڑاتے ہیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں اور سینے پر گولی کھاتے ہیں! کس لیے یہ سب کچھ ہے بنیادی

ہدف اور مقصد یہ ہے کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو ۔

اللہ کی رضا سے بڑی کوئی نعمت نہیں ہے ۔ اللہ ہمارا خالق و مالک ہے، جس کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے ۔ اس نے ہمیں زندگی کی یہ مہلت دی ہے، کچھ وسائل دیئے ہیں، اور ہمیں کہا ہے کہ تمہاری یہ مہلت، اور تمہارے یہ وسائل، یہ تمہارا جسم و جان، یہ تمہارے مادی وسائل، یہ تمہاری دنیا کی زندگی، یہ سب تمہاری آزمائش کے لیے ہیں۔ تمہیں اختیار ہے ، اپنی مرضی سے زندگی گزارو، یا میری مرضی کے مطابق گزارو ۔ میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے ۔

ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے ۔ اور جتنی بھی یہ آزمائش کی زندگی ہے، اس کے جو وسائل ہیں، ان کے لیے اللہ کے سامنے جوابدہی کرنی ہے ۔ اس وقت جو دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، یقیناً وہی کامیاب ہوا ۔ یہ دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے، اصل جو مقصد ہے وہ یہی ہے کہ اپنے رب کے پاس ایک ہی حالت میں پیش ہوں ۔ وہ یہ کہ ہمارا رب ہم سے راضی ہو، ہمیں دوزخ کی آگ سے بچائے اور جنت میں داخل کر دے ۔ اللہ کی جنتوں کی امید پر بھاگ دوڑ اور یہ قربانی ہو رہی ہے ۔

اللہ کی رضا کا راستہ کیا ہے؟ اللہ کی رضا کا راستہ اقامتِ دین کے لیے جہاد ہے ۔ اللہ کے راستے میں جان و مال خرچ کرنا، یہ جہاد ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کیا جائے۔ قرآنِ پاک کی متعدّد آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ کے دین کے غلبے کے لیے جہاد کرنا اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے ۔ فرمایا:

ترجمہ = اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، کیا تمہیں وہ تجارت بتا دوں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا دے ۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ۔ اور اللہ کے راستے میں اپنی جانوں اور اپنے مالوں سے جہاد کرو ۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانتے ہو ۔ (الصف)

ایمان اور جہاد ہی اصل تجارت ہے ۔ یہی ایسی تجارت ہے جس میں کوئی خسارہ نہیں ہے ۔ اس کے بدلے میں کیا ملے گا ۔

’تمہارے گناہ تمہارے لیے بخش دیئے جائیں گے اور اللہ تمہیں ایسی جنتوں میں، داخل کر دے گا جس میں نہریں بہتی ہیں، اور ہمیشہ کی جنتوں میں، خوبصورت رہائش گاہیں تمہیں دے گا‘ ۔ (الصف)

یعنی کوئی زوال نہیں ہو گا ان سب نعمتوں کو یہ ہمیشہ ہمیشہ قائم رہیں گی ۔ وہاں موت کا خوف نہیں ہو گا ۔ نعمتوں کے چھن جانے کا خطرہ نہیں ہو گا ۔

یہی سب سے بڑی کامیابی ہے، اور یہی اصل کامیابی ہے ۔ جب تم اللہ کے راستے میں جہاد کرو گے تو ایک اور بھی چیز اللہ دے گا ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آئے گی ۔ اور دنیا میں فتح بھی تمہیں ملے گی ۔ مومنین کو یہ بشارت دو ۔

جو لوگ اللہ کے راستے میں جان و مال خرچ کریں گے ۔ ان سے اللہ کے دو وعدے ہیں ۔ یہ کہ اللہ کی رضا اور جنت ملے گی اور یہ بھی کہ دنیا میں فتح ملے گی ۔ یاایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ الاّ قلیل ۔

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو کیا ہو گیا ہے تمہیں ۔ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں نکل پڑو، تو تم زمین کے ساتھ چمٹے جاتے ہو ۔ کیا تم نے دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے ۔ یہ تمہیں راس آ گئی ہے ۔ یاد رکھو کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کا سامان بہت ہی تھوڑا ہے ۔ الاّ تنفروا یعذبکم عذاباً الیما ۔۔۔۔ الخ

ترجمہ: ’اگر اللہ کے راستے میں نہیں نکلو گے ۔ تو تمہیں دردناک عذاب دیا جائے گا‘۔

آج مسلمان اسلامی نظام اور اس کی برکات کے لیے ترس رہے ہیں ۔ یہی وہ دردناک عذاب ہے ۔

’اور وہ تمہیں ایک دوسری قوم میں تبدیل کر دے گا ۔ تم اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے ۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے‘۔

اذا اخرجہ الذین کفروا ۔۔۔۔۔۔ الخ

ترجمہ: ’جب کافروں نے انہیں اپنے گھر سے نکالا، اور جب وہ دو آدمی غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے تھے ۔ اس وقت انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا ۔ کہ غم مت کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت ان پر نازل کر دی، اور ایسی افواج سے ان کی مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آتیں ۔ اور کافروں کے کلمے کو اللہ نے رسوا کر دیا ، اور اللہ کا کلمہ سربلند ہے ۔ اور اللہ غالب ہے ۔ حکمت والا ہے‘۔

قرآنِ کریم میں مسلسل جہاد پر ابھارا گیا ہے ۔ تمام آیات کا اندازہ لگاتے ہوئے ایک عالم نے بتایا ہے کہ اس کی تعلیمات کا تیسرا حصہ جہاد کی تعلیمات پر مشتمل ہے ۔ کیونکہ انسانی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے اللہ پاک نے جو تعلیمات بھیجی ہیں، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقے سکھائے ہیں ان تمام کو غالب کرنے کا راستہ جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔

اُمّتِ مسلمہ کو جماعتِ اسلامی کی تشکیل کے وقت ہی پکارا گیا تھا کہ اس بڑے کام کے لیے اکٹھے ہو جاؤ ۔ جہاد فی سبیل اللہ کے بغیر اقامتِ دین کا فریضہ انجام نہیں دیا جا سکتا ۔ اور دین کے غلبے کے لیے یہ جہاد جماعت کے بغیر نہیں ہو سکتا ۔ اس لیے کہ اس کے مقابلے میں بہت بڑی بڑی طاقتیں ہیں ۔ استعمار ہے، روس اور امریکہ ہے ۔ اس زمانے میں برطانیہ اور فرانس جیسی بڑی طاقتیں تھیں ۔

اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص۔

ترجمہ "بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف بنا کر لڑتے ہیں جیسے کہ وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں"۔

صف بنائے بغیر لڑنا ممکن نہیں ہے اسی لیے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مومنین اور مسلمانوں کو اکٹھے ہو جانے کا حکم دیا گیا ہے ۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے لا اسلام الا بجماعۃ ولا جماعۃ الا بامارۃ ولا امارۃ الا بطاعۃ

ترجمہ = جماعت کے بغیر اسلام کا کام نہیں ہو سکتا اور امارت کے بغیر جماعت نہیں بن سکتی اور اطاعت کے بغیر امارت قائم نہیں ہو سکتی ۔

اکیلا آدمی کچھ نہیں کر سکتا ۔ اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہے ۔ دین کے غلبے کے لیے کفار کا آپ تنہا مقابلہ کرنے کی کوشش کریں گے تو منتشر ہجوم کی کیفیت پیدا ہو جائے گی ۔ امّت کو دین کا کام کرنے کے لیے متحرک کرنے کے لیے جماعت کی ضرورت ہے ۔

جماعت بغیر امیر کے کوئی کام نہیں کر سکتی اور جب تک امیر کی اطاعت نہ کی جائے، امیر کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے ۔ چنانچہ جماعت نے ایک باقاعدہ نظام تشکیل دیا ۔ اس کا ایک امیر ہے، اور معروف میں اس کی اطاعت لازمی ہے ۔

یہ بات آپ پر واضح ہونی چاہیے کہ ہم نے اپنی طرف سے گھڑ کر کوئی نیا راستہ نہیں بنایا ۔ ہم نے تو صحابہ کرامؓ کے نقشے کو دیکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو دیکھا ہے اور ان کی سنّت کی پیروی کے لیے ہم نے اپنے لیے ایک طریقۂ کار اپنایا ہے ۔ وہ طریقۂ کار کیا ہے؟ جہاد فی سبیل اللہ ۔ یہ جان سے بھی ہوتا ہے، مال سے بھی ہوتا ہے، دعوت دینے سے بھی ہوتا ہے، کتاب کی تعلیمات آسان زبان میں پھیلانے سے بھی ہوتا ہے ۔

جنگ کرنا بھی جہاد کا ایک طریقہ ہے ۔ یہ بڑی قربانی والا طریقہ ہے ۔ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ مکرمہ کی زندگی میں لوگوں کو دین کی طرف بلایا، یہ بھی جہاد تھا ۔ انہوں نے قوّت استعمال نہیں کی بلکہ قوّت ان کے خلاف استعمال کی گئی، اور ان پر تشدّد کیا گیا ۔ مگر انہوں نے صبر کے ساتھ ان تمام مصیبتوں کو برداشت کیا ۔ پھر مدینہ منورہ میں قوّت فراہم ہو گئی ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ دی، اور قبائل کا تعاون حاصل ہو گیا ، جزیرہ نمائے عرب کے مسلمان اکٹھے ہو گئے ، تو آپؐ نے پھر قتال فی سبیل اللہ کیا یعنی مسلح جنگ لڑی اور یہ تمام طریقے جہادِ فی سبیل اللہ کے طریقے ہیں ۔ ان میں سے کوئی طریقہ بھی منسوخ نہیں ہوا، نہ کوئی منسوخ کرنے والا موجود ہے ۔ اللہ کے رسولؐ اور قرآنِ پاک کی تعلیمات کو کوئی بھی منسوخ نہیں کر سکتا ۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس زمانے میں تو طریقہ وہ تھا، اور آج طریقہ کوئی اور ہے ۔ اس زمانے میں جو طریقہ تھا ، وہی طریقہ آج بھی ہے ۔ وہی رسولؐ کا طریقہ ہے۔

آپ کو اپنے حالات کے مطابق اپنا راستہ بنانا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دی اور یہ دعوت قبول کرنے والوں کو ایک جماعت کے اندر سمو دیا ۔ ان کی تربیت کی، ان کا تذکیہ کیا، اور ان کو ایک مضبوط جماعت کے اندر ڈھال لیا ۔ پھر اس جماعت کو لوگوں کی ہدایت کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے استعمال کیا، اور اسی جماعت کو جہادِ فی سبیل اللہ کے کام میں لگایا، اور اس کی مدد سے جزیرہ نما عرب کی حد تک اسلام کو غالب کر دیا ۔ اس طرح اسلام مقتدر ہو گیا ۔

یہ دونوں طاقتیں، اقتدار اور قرآنِ کریم، ایک دوسرے کی محافظ ہیں ۔ اقتدار کے بغیر قرآنِ کریم کا حکم نافذ نہیں ہو سکتا اور اقتدار قرآن کے بغیر ظلم کا اقتدار بن جاتا ہے ۔

قرآنِ پاک اقتدار کی حفاظت کرتا ہے، اور اس کے سامنے حدود کھینچ دیتا ہے، وہ ظلم نہیں کر سکتا، وہ طاغوت نہیں بن سکتا، اور تلوار کے ذریعے اور قوّت کے ذریعے سے قرآنِ کریم کا حکم نافذ ہوتا ہے ۔ ۔ اقتدار اور قرآن کے اس تعلق سے ہی ساری کائنات اپنے صحیح محور پر قائم رہتی ہے ۔ جب یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں، اور الگ الگ ہاتھوں میں پہنچ جاتے ہیں، تو پھر دنیا ظلم سے بھر جاتی ہے ۔

آج دنیا اسی لیے ظلم سے بھری ہوئی ہے ۔ ایک طرف بے خدا نظام ہے، حکمرانوں کو کوئی خوفِ خدا نہیں ہے ۔ ایسے حکمرانوں نے ہی پورے کے پورے افغانستان کو ویرانہ بنا دیا ۔ ایٹم بم، ہائیڈروجن بم بنا کر دنیا کی تباہی کے سارے انتظامات انہوں نے کیے ہیں ۔ میں نے افغانستان

کا دورہ کیا ہے وہاں روس نے بے گناہ مرد و عورت اور معصوم بچوں کو بھی نہیں چھوڑا ۔ ہر گھر اس کی دہشت گردی کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔ دس دس ہزار آبادی کے بے شمار قصبے، ایسے تباہ ہوئے کہ ایک مکان بھی ان میں سے نہیں بچا ۔

قوّت ان کے ہاتھوں میں ہے جو اللہ کا خوف نہیں رکھتے، قرآنِ کریم کی حدود کا انہیں پاس نہیں ہے ۔ اور دوسری طرف جو حاملینِ قرآن ہیں، وہ حجروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور کونوں میں دبکے ہوئے ہیں ۔ ان کو کوئی فکر نہیں ہے کہ یہ قرآنِ کریم دنیا پر غالب آنے کے لیے بھیجا گیا تھا، اس لیے نہیں بھیجا گیا تھا کہ ہم اس کو غلافوں میں باندھ کر ایک جگہ رکھ دیں یا صرف اس کی تلاوت کریں ۔ اور اسے حفظ کر لیں، مگر اس کے حکم کو نافذ کرنے کی کوئی ہمیں فکر نہ ہو ۔

ہم پر لازم ہے کہ ہم سب قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھیں ۔ اور پھر اس کے علم کو عام کر دیں ۔ اور اس کی تعلیمات کو عمل میں لانے کے لیے جہاد کریں اور پھر اس کو عملاً نافذ اور غالب کر دیں ۔ جب قرآن اور اقتدار جمع ہو جائیں گے، ایک ہاتھ میں قرآن ہو گا اور ایک ہاتھ میں قوّت، تو یہاں پر دین نافذ ہو گا، اور عدل و انصاف کا دور دورہ ہو گا ۔

جماعتِ اسلامی پاکستان کا مقصد یہی ہے ۔ اس مقصد کے لیے ہمارا طریقِ کار وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا ۔ ہم رائے عامہ کے ذریعے سے تبدیلی لانا چاہتے ہیں ۔ لوگوں کو دعوت اور تبلیغ کے ذریعے اپنے ساتھ ملانا اور ان کو منظم کرنا چاہتے ہیں ۔ ان کی سیرت سازی ہمارے پیشِ نظر ہے ۔ ہم زندگیوں کو نفاق اور شرک سے پاک کرنا چاہتے ہیں ۔

اس پوری قوّت کو ہم اس معاشرے کی عام اصلاح، اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں لگانے اور اسی قوّت کے ذریعے سے اقتدار صالح ہاتھوں کو منتقل کرنا چاہتے ہیں ۔

بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ ہم صرف انتخابات لڑتے ہیں۔ صرف انتخابات لڑنے کے لیے جماعتِ اسلامی وجود میں نہیں آئی ہے ۔ انتخابات بہت سارے دوسرے کاموں میں سے ایک کام ہے ۔ ہم تو مسلسل اپنا پورا کام کیے جا رہے ہیں ۔ ہمارا چار نکاتی پروگرام ہے (۱) دعوت و تبلیغ (۲) جو لوگ مل جائیں ان کی تربیت کرنا اور انہیں منظم کرنا (۳) اور پھر اس منظم قوّت کو معاشرے کی اصلاح کے لیے استعمال کرنا (۴) اس طرح جتنی قوّت میسر آئے اور معاشرہ جتنا تیار ہو اس کے مطابق اصلاحِ حکومت اور انقلابِ قیادت کے لیے کام کرنا ۔ "جماعتِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل" میں جو ارکان کے اجتماعِ عام کی منظور کردہ قرارداد درج ہے اس کی تشریح میں مولانا مودودیؒ نے فرمایا تھا کہ ہم ان چار شعبوں کے اندر کام کریں گے ۔ اس لائحہ عمل میں یہ

کام بھی تھا کہ اخلاقی شعبے میں ہمارے کارکنوں کو تین کاموں پر اپنی قوّت خرچ کرنی ہوگی۔ (۱) غنڈہ گردی کا انسداد (۲) ہر قسم کے فواحش کا انسداد (۳) رشوت و خیانت کی روک تھام ۔

ہم صرف اخلاقی تنقید پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہتے، بلکہ معاشرے کو ان برائیوں کے مقابلے میں منظم کر کے ان کے خلاف عملی جد وجہد بھی کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ نہیں ہے کہ ہم انتخابات کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں ۔ اخلاقی بگاڑ عام ہو رہا ہے، ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے اخلاقی تباہی کا سامان کیا جا رہا ہے ۔ جوئے اور عریانی و فحاشی اور مرد و زن کے اختلاط کو عام کیا جا رہا ہے ۔ اور عورت کے حقوق کے نام پر عورت کو اسلام سے بغاوت کی دعوت و ترغیب دی جا رہی ہے ، لہٰذا اس وقت اس بات کی ضرورت ہے، کہ اس بگاڑ کے راستے میں ہم رکاوٹ بن جائیں ۔ ہم آگے بڑھیں گے اور اپنی تمام قوّتوں کو جمع کر کے بگاڑ کی اس تحریک کی مزاحمت کریں گے ۔

جماعت کے لائحہ عمل میں بھی یہ کہہ دیا گیا تھا کہ ہم صرف اخلاقی تنقید پر اکتفا نہیں کریں گے ۔ کچھ لوگ ہمارے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ جماعتِ اسلامی ایک عام انداز کی سیاسی جماعت ہے، اور ہم صرف انتخابات میں حصہ لیتے ہیں، ہمارا کام تو مسلسل اور ہمہ گیر ہے اور جماعت یہ ہمہ پہلو کام مسلسل کرتی رہی ہے ۔ یہ وسعت جو آپ کو آج نظر آ رہی ہے ۔ یہ اسی کام کے نتیجے میں نظر آ رہی ہے ۔ منظم اجتماع انہی کوششوں کا ثمر ہے ۔ پچاس سال سے ہم ایک تسلسل کے ساتھ اس طریقِ کار پر قائم ہیں ۔ ہمارے نصب العین میں کوئی فرق نہیں آیا، نہ ہم نے اپنے مقصد سے کوئی انحراف کیا ۔ ہم آج پھر بنیادی طور پر اسی طریقِ کار پر چل رہے ہیں جس پر ہم نے پچاس سال پہلے کام کا آغاز کیا تھا اور اس طریقِ کار کے بنیادی خد و خال قرآن و سنّت کی تعلیمات کی روشنی میں مرتب کئے گئے ہیں ۔

یہ بات بھی ہم نے تشکیلِ جماعت کے روز ہی کہہ دی تھی کہ اسلام کسی سازشی طریقے سے نافذ نہیں ہو گا ۔ کسی جبر یا کسی مارشل لاء کے ذریعے اسلام نافذ نہیں ہو گا ۔ حال ہی میں آپ نے دیکھ بھی لیا کہ یہ نظام مارشل لاء کے ذریعے نافذ نہیں ہو سکا ۔ بہت اچھے، پاکباز اور نمازی آدمی آئے ، لیکن نفاذِ اسلام کا بنیادی کام نہ کر سکے ۔ اس لیے کہ اسلام کے غلبے کا طریقہ وہی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا اور وہ یہ کہ عام دعوت و تبلیغ سے لوگوں کو دین کی طرف بلایا جائے ۔ جو لوگ دعوت قبول کر لیں ، انہیں منظم کیا جائے اور ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کی جائے اور اس منظم قوّت کو اصلاحِ معاشرہ اور اصلاحِ حکومت کے کام میں لگایا جائے ۔ اسی طریقے پر ہم چل رہے ہیں۔ رائے عامہ کی قوّت کے بغیر کوئی بھی قوّت اس وقت ایسی نہیں ہے کہ اس بگڑے ہوئے

نظام کو درست کرنے کے لیے وہ آپ کے کام آسکے ۔

میں یہ ذرا وضاحت کے ساتھ آپ سے کہہ دوں کہ آپ غیر اسلامی قوتوں کی بہت مضبوط گرفت میں ہیں ۔ آپکی فوج بڑی حد تک ان ہی روایات پر چل رہی ہے جن پر انگریز کے زمانے میں انگریزی فوج نے اس کی تربیت کی تھی ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ مکمل طور پر اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے لیکن اب تک ہماری فوج نے انگریزی دور کی روایات کو خیرباد نہیں کہا ۔

یہی حال آپ کے سرکاری افسر کا ہے ۔ ایک بہت بڑے بیوروکریٹ نے خود مجھے بتایا کہ یہاں پر جو نظام نافذ ہے، اینگلو سیکسن (Anglosaxson) نظام ہے ۔ عدلیہ، انتظامیہ اس کی پابند ہے ۔ اس نظام کے محافظ چھوٹی موٹی تبدیلی کرنے کے لیے تو تیار ہیں، مگر اس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ موجودہ نظام کو یکسر اکھاڑ کر دوسرا نظام اس کی جگہ رائج کر دیا جائے ۔ کبھی کبھی کوئی قرارداد منظور کر کے یا چھوٹا موٹا دینی مطالبہ منظور کر کے ہمیں وقتی طور پر خوش کر دیتے ہیں ، لیکن وہ بنیادی طور پر اینگلو سیکسن نظام پر چل رہے ہیں ۔ اس نظام کو ہمارا حکمران طبقہ زیادہ بہتر سمجھتا ہے اور وہ اس نظام کو شریعتِ اسلامی سے تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں ہے ۔

دوسری طرف آپ کے جاگیردار اور سرمایہ دار ہیں ۔ انہوں نے یہاں کمرشلائزڈ سیاست نافذ کی ہے ۔ پیسے اور دھن دولت کے زور سے وہ اپنی سیادت برقرار رکھنا چاہتے ہیں ۔

ہمارے ملک میں ان طبقات کا کامل غلبہ ہے ۔ اس غلبہ کو توڑنے کے لیے کوئی اور راستہ نہیں ہے ، سوائے اس کے کہ رائے عامہ کو بیدار کیا جائے ۔

میرے بھائیو اور بہنو! آپ اتنی بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود کیوں دل شکستہ ہوتے ہیں، جب پچھتر آدمیوں پر اس وقت کوئی غم نہیں تھا ۔ بس یہی عزم تھا کہ روس اور امریکہ کے مقابلے میں اٹھیں گے اور ہر دنیاوی طاقت سے ٹکرا جائیں گے ۔ اللہ کی نصرت پر کامل بھروسہ تھا تو اب جب آپ اتنے پھیل گئے ہیں، آپ کی امداد کے لیے افغان مجاہدین آپ کی مغربی سرحد پر کھڑے ہو گئے ہیں، اور فلسطین میں انتفاضہ المبارکہ کی تحریک شروع ہو گئی ہے ، ادھر کشمیر کے مجاہدین کھڑے ہیں، ہندوستان کے مسلمان کروڑوں کی تعداد میں آپ کے پشتیبان ہیں، عرب سے اسلامی تحریکیں اٹھ رہی ہیں، یورپ اور امریکہ آپ کے نوجوان جاتے ہیں، تو اسلامی رنگ میں رنگ جاتے ہیں، چاروں طرف یہ بہار ہے اس کے بعد دل شکستگی کی کیا وجہ ہے؟

آپ آگے بڑھ رہے ہیں ، مسلسل پیش رفت کر رہے ہیں ۔ آپ کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا، ممکن نہیں کہ کوئی آپ کی اس پیش رفت کو روک سکے ۔ جو طریقہ آپ نے اختیار کیا ہے یہ

وہ طریقہ نہیں ہے جس کے سامنے کوئی مؤثر روک بن جائے ۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ آپ چلتے رہیں، اپنے طریقے پر، اس سے مایوس نہ ہوں، کسی جبر کے نظام سے یہ توقع نہ رکھیں کہ اس کے نتیجے میں اسلام آئے گا اور انقلاب آئے گا ۔

آپ کو یاد نہیں ہے کہ ۱۹۷۴ء میں جب آپ لوگ اکٹھے ہو گئے تو عوامی تحریک کے ذریعے سے خود پیپلز پارٹی سے ختمِ نبوّت کا مطالبہ منوالیا ۔ آپ کو یاد نہیں ہے کہ ۱۹۷۷ء میں جب آپ مل گئے تو پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں بھٹو صاحب نے خود شراب پر پابندی کا حکم نافذ کیا ۔ رقص گاہوں کو بند کرنے کا حکم جاری کیا، نائٹ کلبوں پر پابندی عائد کی ۔ حالانکہ یہ سب لوگ اسی شراب اور انہی نائٹ کلبوں کی پیداوار تھے ۔ اللہ کی مدد اور آپ کی طاقت سے مجبور ہوئے کہ انہوں نے طوعاً و کرھاً آپ کے سامنے سپر ڈال دی ۔

آپ کے ساتھ اللہ کی مدد ہے۔ آپ کے پاس ایمان کی طاقت ہے۔ آپ کے ساتھ عوام ہیں ۔ آپ کے پاس دین ہے ۔ مسلمان جنونی جذبہ رکھتے ہیں ۔ لوگ ہم کو طعنہ دیتے ہیں اور Fanatic اور جنونی کہتے ہیں ۔ ہم تو اس پر فخر کرتے ہیں کہ جب ہم اللہ کی راہ میں نکلتے ہیں تو دنیا و مافیہا سے مستغنی ہوتے ہیں ۔ ہمارے اس جذبے کے سامنے نہ روس ٹھہرا ہے نہ امریکہ ٹھہرا ہے ، اور نہ اس کے پٹھو ٹھہر سکیں گے ۔

میں آپ سے صرف یہ کہتا ہوں کہ رائے عامہ کو ساتھ لیجئے ۔ بھائیو! آپ اس کام کی طرف توجّہ دیں جو آپ کا اصل اور ابتدائی کام ہے، یہ کوئی نیا کام نہیں ہے ۔ رودادِ جماعتِ اسلامی حصہ ششم میں ۱۹۵۱ء میں، لوگوں کو یہ کہا گیا، خود مولانا مودودیؒ نے کہا کہ یہ کام کرو۔ بستی کی مسجدوں کی اصلاحِ حال، عام باشندوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرانا، تعلیمِ بالغاں کا انتظام ، کم از کم ایک دار المطالعہ کا قیام، لوگوں کو ظلم و ستم سے بچانے کے لیے اجتماعی جدّوجہد ، باشندوں کے تعاون سے صفائی اور حفظانِ صحت کی کوشش، بستی کے بے کس یتیموں، بیواؤں اور غریب طالب علموں کی فہرستیں مرتب کرنا اور جن جن طریقوں سے ممکن ہو ان کی مدد کا انتظام کرنا، اگر ذرائع فراہم ہو جائیں تو کوئی پرائمری سکول، ہائی سکول یا مذہبی تعلیم کا ایسا مدرسہ قائم کرنا جس میں تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی انتظام ہو ۔

یہ کام کرنے کے ہیں، اس کے ساتھ اپنا پیغام پہنچانے کے لیے جدید طریقوں کو استعمال کریں ۔ میرے بھائیو! آپ کے پاس صرف کتاب ہی ذریعہ نہیں ہے ۔ کتاب تو صرف پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچ سکتی ہے ۔ اس میں شک نہیں ہے کہ کتاب بہت اہم ہے، اور بہت مفید

ہے۔ اور جو طبقہ کتاب کو پڑھ کر آجاتا ہے وہ ڈٹا رہتا ہے۔ اس کی فکر بہت مضبوط ہو جاتی ہے ۔ لیکن ملک میں ۹۰ فیصد لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ ان میں آپ صرف کتاب کے ذریعے تبدیلی نہیں لا سکتے ۔ آج کل پڑھے لکھے بھی کتاب نہیں پڑھتے۔ لوگ دیکھتے ہیں۔ سنتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کے زمانے میں جو بڑے بڑے صحابہ کرامؓ تھے، جو استاد ہیں، تمام انسانیت کے جو معلم ہیں، پوری دنیا کے، جو ستاروں کی مانند ہیں، جو راستہ دکھانے والے ہیں، وہ سب پڑھے لکھے لوگ نہیں تھے ۔ ان کی تربیت ہوئی تھی۔ ان کا تذکیہ ہوا تھا۔ انہوں نے حق حق کو سمجھ لیا تھا، ان پر عمل پیرا ہو گئے تھے ۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد ابتدائی لوگ کون تھے؟ حضرت بلالؓ ، خاندان یاسرؓ، اور اس طرح کے لوگ۔ ایک صحابیؓ کا مشہور واقعہ ہے ۔ کہ رسولؐ اللہ نے پیچھے سے ان کی آنکھوں پر پیار سے ہاتھ رکھ لیا ۔ فرمایا، کہ بتاؤ میں کون ہوں ۔ وہ مزدور تھے، راستے میں کھڑے تھے، مزدور صحابیؓ گرد آلود کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے اسی گرد آلود لباس میں رسول اللہ سے ملتے ہوئے کہا، یا رسول اللہ ، مکہ کی بستی میں آپ کے علاوہ اس غریب سے اتنی محبت کرنے والا اور کون ہے ۔ رسولؐ اللہ نے محبت کے ذریعے سے لوگوں کے دل جیت لیے ۔ آپ کے اس مجمع میں مجھے نظر آرہا ہے کہ آپ کے ساتھ مزدور اور کسان طبقہ کے لوگ کم آتے ہیں، بہت کم ۔ حالانکہ آپ کے ملک میں ۹۰ فیصد تعداد ان پڑھ لوگوں کی ہے ۔ پڑھے لکھے لوگوں کی نہیں ہے ۔ ان کو ساتھ لیں ۔ وہ ایسے دل و جان کے ساتھ آپ کے ساتھ آئیں گے کہ آپ کو پیچھے چھوڑ دیں گے، قربانیوں میں آپ سے آگے بڑھ جائیں گے ۔ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے آپ کے دست و بازو بنیں گے ۔ جو بات اعتماد کے ساتھ باآواز بلند کہی جاتی ہے، اس سے ایک ماحول متاثر ہو جاتا ہے، پورا ماحول اس کو سن لیتا ہے ۔

ہر طرح کے تعصبات کی دیواروں کو بالکل ڈھا دیں ۔ ہر آدمی کے پاس جائیں، ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی خوبی آپ کو ملے گی ۔ پیپلز پارٹی کا آدمی ہو، مسلم لیگ کا آدمی ہو ، اے این پی کا ہو ، کسی بھی تنظیم کا ہو ، محبت کے ساتھ اس کے پاس جائیے ۔ ہر آدمی میں حسن ہے ، ہر آدمی حسین ہے ، ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی خوبی چھپی ہوئی ہے اور کوئی نہ کوئی بھلائی اس کے اندر ضرور موجود ہے ۔ بھلائی کے اس حسن کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں ۔ اس کے نتیجے میں آپ کی انفرادی قوت بڑھے گی ۔ اس کے نتیجے میں آپ لوگوں کے دل جیت سکیں گے، اس کے نتیجے میں آپ کی قوت بڑھتی ہی رہے گی ۔

مَیں نے ارادہ کیا ہے کہ انشاء اللہ یہ اجتماع سالانہ ہو گا۔ انشاء اللہ ہر آنے والا سال گزرنے والے سال سے بہتر ہو گا اور اگر اللہ کو منظور ہوا تو ہم بالآخر اپنی منزل پالیں گے ۔ دنیا میں اسلامی انقلاب کی منزل آخرت میں اپنے رب کی خوشنودی اور جنّت کی منزل ۔

و آخر دعوانا عن الحمد للہ ربّ العالمین

نوجوان
اِسلامی انقلاب کا ہراول دستہ

لیاقت بلوچ

نائب قیم جماعتِ اسلامی پاکستان

میرے عظیم مجاہد اور تحریکی ساتھیو، بھائیو، اور میری انتہائی قابلِ احترام بہنو!

نوجوان ایک ایسا موضوع ہے جس کی بنیاد پر اس کے جذبات کے بارے میں مَیں کچھ عرض کروں گا ۔ نوجوان کسی بھی جماعت، کسی بھی تحریک، کسی بھی انقلاب کا ہراول دستہ ہوتے ہیں ۔ نوجوان تحریکوں کی رونق ہوتے ہیں اور تحریکوں کی سرگرمیوں میں جان بھی ڈالتے ہیں ۔

میرے بھائیو! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکّہ کے معاشرے میں ایک پسے ہوئے طبقے کے انسانوں کو دوسرے انسانوں کے ہاتھوں تباہ ہوتے دیکھا تو آپؐ نے ظلم کی چکی میں پسنے والے انسانوں کو بیداری کا پیغام دیا ۔ ان کی گردنوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر ایک اللہ کی غلامی کا سبق دیا ۔ اس مرحلے پر بھی ان نوجوانوں نے جن کی تیرہ سال سے بیس سال تک کی عمریں تھیں، اپنے ذہن ، اپنے دماغ، اپنی قوّتوں اور صلاحیتوں کو دین کے حوالے کیا تو اس معاشرے میں انقلاب برپا ہوگیا ۔

میرے بھائیو! میں آپ سے یہی بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا معاشرہ جس نے نوجوان کی زندگی کو تباہ کیا ہے، ان کو بے مقصد زندگی اختیار کرنے میں معاشرتی نظام کا بڑا گہرا دخل ہے اور آج کا نوجوان احساسِ محرومی کا شکار ہے ۔ لیکن ہمارے سامنے اسلامی جمعیت طلبہ کی مثال بھی ہے ، جو اُن طلبہ کی تحریک ہے جس نے ہزاروں، لاکھوں نوجوانوں کی زندگیوں کو بنایا، ملک کے ہزاروں نوجوانوں کو انہیں معاشرے کے نچلے طبقے میں سے اٹھا کر اس معاشرے میں عزّت کا مقام

دیا۔

آج ہم دنیا کے حالات بھی دیکھیں ۔ ایک دور تھا جب کیمونزم، سوشلزم، اشتراکیت نوجوانوں کے لیے ایک سنہرے خواب کی حیثیت رکھتے تھے، لیکن کیمونزم آج خود اپنے مرکز کے اندر ناکام ہے ۔ آج خود ان کے اپنے معاشرے میں ناکام ہے۔اسی طرح مغرب کا معاشرہ جس نے انسانوں کی آزادی کے نام پر بے حیائی، بے غیرتی، بے حجابی پھیلائی اور پردے کو ختم کیا، آج اسی مغرب میں اس کا نوجوان، اس کا گھر، اس کا خاندان تباہ ہو چکا ہے اور اب اسی تباہی، اور اسی ناکامی کی وجہ سے آج عالمِ اسلام کا نوجوان اپنے اصل مقصد اسلام کی طرف لوٹ رہا ہے۔ یہ نوجوان اپنا مرکز ربِّ کعبہ کی طرف قائم کر رہا ہے ۔ یہ نوجوان آج اسی معاشرے سے بغاوت کر کے اپنے آپ کو ایک اللہ کی غلامی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کے حوالے کر رہا ہے ۔

میرے بھائیو! آج افغانستان میں دیکھیں اس کے محاذ، اس کے ٹریننگ سنٹر اور شہداء کے قافلے میں نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہے ۔ میں نے اپنی آنکھوں سے کابل دیکھا ہے، ایک محاذ میں ہم بھی گئے تھے ... رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، لیکن انھی نوجوانوں نے اپنے مرکز کی اس وادی میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی ۔ میرے بھائیو! آج کشمیر کو دیکھیں ، وہ مقبوضہ کشمیر جس پر بھارت ظلم ڈھا رہا ہے آج وہاں کا نوجوان آزادی کی جنگ لڑ رہا ہے ۔ انشاء اللہ افغانستان کے جہاد کی کامیابی کے بعد کشمیر آزاد ہو گا ۔ کشمیر کی آزادی کے راستے میں اب استعمار زیادہ رکاوٹ پیدا نہیں کر سکے گا اور نہ ہی زیادہ مقابلہ کر سکے گا ۔

میرے بھائیو! فلسطین کے اندر دینِ اسلام کی بنیاد پر نوجوان بیدار ہو چکا ہے اور مسلم دنیا میں نوجوان بیداری کے راستے پر ہیں ۔ پاکستان میں نوجوانوں کو ایک منظم انداز میں حوصلہ دینے کی ضرورت ہے ۔ جماعتِ اسلامی جس نے جوانوں کو موقع فراہم کیا ہے، جس نے اپنی قیادت، اپنی صفوں میں جوانوں کو مواقع فراہم کیے ۔ سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ جن کی فکر نے نوجوانوں کی زندگیوں کو بدلا ہے، وہ بھی جوان تھے ان کی عمر سترہ سال کی تھی جب انھوں نے اس جہاد کا آغاز کیا تھا ۔ میرے بھائیو! آج جماعتِ اسلامی کی قیادت کو دیکھیے' جماعت نے اس نوجوان قیادت پر اعتماد کر کے ان کو اس میدان میں کام کا موقع فراہم کیا ہے ۔

میرے بھائیو! دینِ اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہی ہماری زندگیوں کو تبدیل کر سکتا ہے، مسلسل جدوجہد کے لیے اس نظریے کی ضرورت ہے اور وہ دینِ اسلام ہمیں مہیا کرتا ہے ۔ میرے نوجوان بھائیو! دنیا کی آسائشیں آپ کی ہیں، جنّت آپ کی منتظر ہے ۔ وہ جنّت اسی کا

استقبال کرتی ہے جو اللہ کے راستے میں اپنی جوانی، قوتوں، اپنی صلاحیتوں کو صرف کرتا ہے ۔ آپ میں اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے اور اللہ کے دین کا علم بلند کرتے ہوئے تمام نوجوانوں کو اپنا ہم سفر بنائیں تاکہ پڑھا لکھا نوجوان اور گلیوں اور بازاروں کا جوان بھی اپنے اس حقیقی مقصد کو پہچانے ۔

میرے بھائیو! میرے دوستو! میں اپنی گفتگو کو اس مختصر وقت میں سمیٹتے ہوئے صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارا ایمان ہے کہ انشاء اللہ یہی نوجوان اسلامی انقلاب کا ہراول دستہ بنیں گے ۔ انشاء اللہ وہ نوجوان جن کی فہم، جن کی عقل، جن کی زندگی، جنکی جوانی اللہ کے دین کے تابع ہوگی وہی اس راستے میں نشانِ منزل بن سکتے ہیں۔

میرے بھائیو! آج دنیا میں استعماری طاقتیں انسانوں کو اپنی طاقت اور اپنی قوت کی غلامی میں لینے کے لیے کوشاں ہیں ، لیکن دنیا جانتی ہے کہ ایران جس پر کسی بڑی طاقت کو بڑا اعتماد تھا، لیکن جب ایران کا نوجوان اٹھا تو امریکہ رسوا ہوگیا، افغانستان میں نوجوان اٹھا ہے تو روس رسوا ہوا ہے اور ہم تو اس وقت تمام بڑی قوتوں کے نرغے میں ہیں ۔ اب اس کے ساتھ جو ہمارا دشمن ہے جس نے ہمیں کبھی تسلیم نہیں کیا اس نے اپنے سرمائے اور اپنے مقاصد کے لیے اس ملک کے ایک حصے کو بنگلہ دیش بنا دیا ، اب پھر وہ پاکستان کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے، لیکن ہم اسے ایسا نہیں کرنے دیں گے ۔ انشاء اللہ پاکستان کے بیدار جوان روس کو امریکہ کو اور بھارت کو بھی اپنی گلیوں بازاروں، چوراہوں، دیہاتوں میں سے بھگائیں گے اور نوجوان اس ملک کے اسلامی انقلاب کے لیے اپنے منصب، اپنی ذمہ داری کو جانتا ہے۔

انشاء اللہ جماعتِ اسلامی کا یہ اجتماع جو دنیا کے لوگوں کو، دین سے محبت کرنے والوں کو بیدار اور انہیں منظم کرنے کے لیے رکھا گیا ، تاریخ میں، مستقبل میں اسلامی انقلاب کا سنگِ میل ثابت ہوگا انشاء اللہ ۔

وما علینا الا البلاغ

اِسلامی انقلاب میں خواتین کا کردار

نعیم صدّیقی

الحمد للہ الذی لایضرّ مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وہو السمیع العلیم ۔

اللّٰھم صلِ وسلّم علیٰ سیدنا و مولانا محمدٍ و علیٰ آلہِ واصحابہ وازواجہ وخلفاء الراشدین ، و علیٰ جمیع اتباعہ من الصدیقین والشہداء والصالحین وسلامٌ منا علیٰ کلّ الدعاۃ الی سبیل اللہ والمجاہدین الذین یجاہدون لاقامۃ الدین القیم ۔

محترم بزرگ خواتین و عزیز بہنو اور بیٹیو!

اس تاریخی اجتماع کے موقع پر کچھ ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں (۱) ۔ میرا خطاب اختصاصی طور پر اُن خواتین سے ہے جو یہاں ایک بڑی تعداد میں جمع ہیں۔ میری تمنّا ہے کہ مردوں کے ساتھ ساتھ آپ خواتین بھی جماعتِ اسلامی پاکستان کے اس آٹھویں کل پاکستان اجتماع سے اپنی بھاری تحریکی ذمہ داریوں کا شعُور و احساس لے کر رخصت ہوں ۔ نہایت درجہ بگڑے ہوئے معاشرے کی تاریکیوں میں آپ کو گھر گھر میں دیے روشن کرنے ہیں اور ایک ایک دل تک خدا کے دین کی روشنی کو پہنچانا ہے ۔

---

(۱) یہ تقریر لکھی تو مَیں نے تھی مگر بوجہ علالت اجتماع گاہ میں حاضر ہو کر خود خطاب نہ کر سکا ۔ اور یہ اچھا ہوا کیونکہ برادر خُرّم مُراد کے حسنِ بیان و طریقِ پیشکش نے اِسے اور زیادہ مؤثر بنا دیا ۔ اشاعت کے لئے تیار کرتے ہوئے مَیں نے اس میں ترامیم اور اضافے کر دیے ہیں ۔ (ن ص)

میں دلی مسرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ملک کے کونے کونے سے گھریلو ذمہ داریوں کو چھوڑ کر سفر میں بچوں کی دیکھ بھال اور پردے کی پابندیوں کے ساتھ آپ لوگوں کا اتنی بڑی تعداد میں جمع ہونا، اور اس سے زیادہ بڑی تعداد کی خواتین کی نمائندگی کرنا جو یہاں نہیں آسکی ہیں بہت ہی مبارک بات ہے اور اس سے تحریکِ اسلامی کو بڑی تقویت ملے گی ۔

آپ کا اتنی بڑی قوت کے ساتھ یہاں موجود ہونا یقیناً افسروں اور دولت مندوں کی بیگمات کی اٹھائی ہوئی تحریکِ فرنگیتِ نسواں کے خلاف ایک خاموش انقلابی آواز ہے ۔ آپ نے ثابت کر دکھایا ہے کہ بے پردہ ، رقص و سرود کی دلدادہ ، فحاشی پھیلانے والی ، مینابازار لگانے والی ، لباسوں اور میک اَپ کی بہار دکھانے والی ، اور غریب قوم کی دولت کو برباد اور دین کی قدروں کو پامال کرنے والی عورتیں معاشرے کا نہایت قلیل حصہ ہیں ۔ اور وہ سرکاری ذرائع اور افسروں کی مدد اور پروپیگنڈے کی قوت سے کام لے کر قوم کو ایک فریب میں مبتلا کئے ہوئے ہیں ۔

اصل گفتگو مجھے اس موضوع پر کرنی ہے کہ اجتماع ٹونک (۲۰ ر اپریل ۱۹۴۷ء) میں جیسے کہ مؤسسِ تحریک مولٰینا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے خواتین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اسلام جس خدا کی بندگی کی طرف بُلاتا ہے وہ عورتوں کا بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مردوں کے لئے ۔ اب میں اُسی حقیقت کو یوں بیان کرتا ہوں کہ خدا نے اقامتِ دین کے لئے انقلابی جدوجہد کرنا جس طرح مردوں پر لازم کیا ہے اُسی طرح عورتوں پر بھی لازم کیا ہے ۔ فرق صرف کہیں دائرہ ہائے کار کا آتا ہے ، کہیں تھوڑا سا طریقِ کار میں یا کسی قدر رفتارِ کار میں؛ یہ اس وجہ سے کہ خواتین کی ساخت میں کچھ فرق قدرت نے رکھا ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ ان کی گھریلو ، خاندانی اور محلّہ داری کی ذمہ داریاں زیادہ ہیں، لیکن اصولاً زندگی کی گاڑی کے یہ دونوں پہیئے جب تک ہم آہنگ ہو کر ایک ہی رُخ پر نہ چلیں ، بڑے بڑے معرکے سر نہیں کئے جاسکتے ۔

پھر بھی میرا خیال ہے کہ عورتیں اس لحاظ سے ایک خصوصی فوقیّت بھی رکھتی ہیں کہ وہ گھروں کی چاردیواریوں اور خاندانوں کے دائروں میں اسلامی تہذیب کی قدروں اور تمدّن کے تقاضوں اور اخلاق کے اصولوں کی بہترین نگہبان، بلکہ پرورش کنندہ ہوتی ہیں ۔ وہ نہ صرف بچّوں کو دینی اور تہذیبی روح سے مالامال کرتی ہیں ، بلکہ بسااوقات مردوں کو بے راہ روی سے بچاکر دینی تقاضوں کی راہ پر لے آتی ہیں ۔

میں اپنی بہنوں بیٹیوں سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آپ جب اسلامی انقلاب کا لفظ بولیں یا سنیں تو خیال رکھیں کہ لوگوں نے اس لفظ کو اتنا سستا اور پامال کر دیا ہے کہ یہ بہت سے مروّجہ نعروں

میں سے ایک نعرہ محسوس ہوتا ہے ، یعنی اس کی آواز سن کر نہ جذبات میں ہل چل مچتی ہے اور نہ کسی معرکے میں حصہ لینے کے لئے جذبۂ جہاد پیدا ہوتا ہے ، لیکن یاد رکھئے کہ اسلامی انقلاب دین کے صحیح ایمان و شعور سے پیدا ہوتا ہے ۔ اسلامی انقلاب پہلے آدمی کے اپنے قلب و ضمیر میں اٹھتا ہے ، پھر وہ اس کی ذاتی خارجی زندگی میں تیزی سے تغیرات پیدا کرتا ہے ۔ اس کی دلچسپیاں ، اس کے مشاغل ، اس کی پسند و ناپسند ۔۔۔ اسکی دوستیاں ، اس کی عادات ، اس کا روزمرہ پروگرام ، سب کچھ تیزی سے بدلتا جاتا ہے ۔

مرد ہو یا عورت اس اوّلین مرحلے سے گذرے بغیر آگے کا کوئی مرحلہ وہ خیر و خوبی سے طے نہیں کر سکتا ۔ مرد کی فوری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے گھر والوں تک وہ دعوت ، وہ پیغام اور وہ علم پہنچائے جو اسے نصیب ہوا ہے ۔ دوسری طرف عورت کا کام یہ ہے کہ وہ سارے گھر کی فضا کو آہستہ آہستہ نئے سرے سے اسلام کے مطابق تعمیر کرے ۔ ماں باپ بھائی ہوں یا شوہر ، بچّے ، تندیں اور ساس سسر ، سب تک وہ حق کی روشنی پہنچانے کی کوشش کرے ۔ بہت ہی حکمت سے کام لے کر تصادم سے بچے اور گہری محبت کے رنگ میں رنگ کر دعوت کو بڑوں اور چھوٹوں تک اُن کے مرتبوں کے مطابق آہستہ آہستہ ، جرعہ بہ جرعہ ، رمق بہ رمق پہنچائے ۔ یہاں تک کہ فضا ساز گار ہو جائے ۔ اور پھر سارا گھر مل کر اسلامی تحریک کی خدمت میں لگ جائے ، اگر کسی طرف سے مخالفت کے حالات برقرار رہیں تو محبت و ادب کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے قدم صرف جادۂ حق پر بڑھائے ۔ خدا کی معصیت اور دین سے انحراف لازم آئے تو ایسی اطاعت کسی کی بھی جائز نہیں ۔ (۱)

اسلامی انقلاب کے فروغ کے لئے خواتین اپنے محلے کی خواتین میں اور رشتے دار خواتین میں خاص طور سے کام کریں ۔ اپنے گھر پر یا کسی دوسرے اسلامی گھرانے میں درس قرآن اور خواتین کے اجتماع کا انتظام کریں ۔ ضروری لٹریچر خریدیں ، خود پڑھیں ، دوسروں کو پڑھ کر سنائیں اور پڑھنے کے لیے مستعار بھی دیں ۔ بہتر یہ ہے کہ دس پانچ خواتین اگر ہم خیال جمع ہو جائیں تو وہ ایک چھوٹی سی لائبریری کا انتظام کریں ۔ تازہ رسائل اور اخبار بھی منگائے جائیں ، خصوصاً ایسے جریدے جن سے جماعتِ اسلامی اور حلقۂ خواتین کی تحریکی سرگرمیوں اور انتظامی معاملات کا علم حاصل کیا جا

---

(۱) ۔ بعض مرد تو یہاں تک جاتے ہیں کہ مجازی خدا بن کر مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کا ہر معقول اور نامعقول حکم مانا جائے ، چاہے وہ خود حقیقی خدا کے بدترین نافرمان ہوں ۔ خدا نے کسی کے لئے کوئی عہدہ ایسا نہیں رکھا کہ شریعت کی مقررہ حدود سے باہر اور معروف کی قید سے آزاد ہو کر کسی کو حکم دیا جائے ۔

سکے۔

جب قوت کچھ زیادہ ہو جائے یا بالاتر منظم مدد دے تو عورتوں کی بہبود کے تعلیمی، خدمتی اور فلاحی ادارے قائم کیے جائیں ۔ مثلاً:

۱ ۔ کسی گھر میں گھریلو درس کا انتظام ۔ بچوں، بچیوں کو ناظرہ قرآن اور دعا درود پڑھانے کا انتظام ۔

۲ ۔ علاج معالجہ کی، خواتین اور بچوں کے لئے کوئی خاص سہولت ۔ کم سے کم مفت ٹیکے لگانے کا انتظام ۔

۳ ۔ زیادہ بڑے پیمانے پر زچہ بچہ سنٹر کا قیام۔

جہاں کہیں خاص طور پر خواتین اور بچے کسی مصیبت کی زد میں آئیں، ان کی مدد کا انتظام (مردوں کی مدد سے) کیا جائے۔ موت فوت میں تعزیت اور خواتین بیمار ہوں (گھر یا ہسپتال میں) تو ان کی بیمار پرسی اور جن عورتوں کے ماں باپ، خاوند، بھائی یا بیٹے بیمار ہوں، اُن سے اظہارِ ہمدردی کرنا اور اسی طرح زندگی کی دوسری تقاریب میں حصہ لینا مناسب ہے، مگر اس سلسلے میں بعض امور کا خاص خیال رکھا جانا چاہیئے ۔ ایک یہ کہ ہمارے ہاں ایک طرف اپنی بدعات ہیں، دوسری طرف ہندوؤں سے مستعار بدعات اور اب فرنگی بدعات کا زور ہے۔ ایسی غلط باتوں اور رسوم کا خاتمہ کرنے کے لیے آہستہ آہستہ کام کرتے رہنا چاہیے ۔ خصوصاً ہمارے لوگوں میں مغرب کی ذہنی غلامی اور ہر پہلو سے اندھی تقلید سیاسی آزادی کے بعد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس آسیب کے اثر سے گھروں کی فضاؤں کو، مردوں کو اور بچوں کو بچا کر نکالنا بڑا جہاد ہے۔ جب تک یہ بلا دور نہ ہوگی، ہم نہ تخلیق کے کاموں میں ابھر سکتے ہیں ، نہ تحقیق کے کاموں، نہ قابلیت میں، نہ اخلاق میں۔ نیز اگر یہی صبح و شام رہے تو تشدد اور جرائم اور خیانت اور ضمیر فروشی اور باہمی قتل و مقاتلہ کے عذاب سے بھی نہ نکل سکیں گے، کیونکہ صلاح و فلاح تو اپنے اندر ایمان، اپنی خودی اور اپنے نصب العین کے زور سے پیدا ہوتی ہے۔

ایک خدمت کا کام یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اسراف کی وبا بہت عام ہو گئی اور دولت اور نمائشِ دولت کی وجہ سے حصولِ دولت کی مجنونانہ دوڑ شروع ہے جس میں ملک و قوم کا لحاظ تو کیا دین و اخلاق کی بھی پروا ختم ہو جاتی ہے ۔ کبھی ناجائز اور حرام کمائی اور اسراف کے کاموں کی تحسین نہ کی جائے، بلکہ ان باتوں کے خلاف ذہنوں کو (خصوصاً خواتین کے ذہنوں کو) تیار کیا جائے ۔ سادہ زندگی خود اختیار کیجئے، شادی بیاہ کی تقاریب کو سادہ انداز سے کم مصارف ، کم ہجوم اور کم دھوم دھام

کے ساتھ کیجئے اور ایسے کاموں میں جو لایعنی رسومات داخل ہو گئی ہیں ان کو چھانٹ چھانٹ کر دور پھینک دیجئے ۔ اگر یہ کام جماعتِ اسلامی نے نہ کیا اور جماعتِ اسلامی کی خواتین نے خاص طور پر نہ کیا تو پھر دولت پرست اور اسراف پسند اور اسیرِ ہوس معاشرے کی اصلاح ممکن نہ ہوگی۔ آپ دوسروں کے رنگ میں اپنے آپ کو ہرگز نہ رنگیں ، بلکہ دوسروں کو اپنے صحیح اسلامی رنگ میں رنگیں۔

ایک بات اور جو گھر کو سنوارنے ، اپنی زندگی کو بنانے اور بچّوں کی تربیت کرنے میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پردے، تصویر ، موسیقی ، سود ، غیبت ، چغلی ، جھوٹ وغیرہ کے متعلق جو قانون اور حدیں مقرر کی ہیں اور حضورؐ نے ان حدوں سے آگے قدم رکھنے سے ممانعتیں فرمائی ہیں، ان سارے اوامر و نواہی کی سچّے دل سے پابندی کی جائے۔ طریقۂ فکر یہ اختیار نہ کیجئے کہ رواج کے غلبے کا ساتھ دینے کے لئے آپ کا جی چاہے کہ احکام میں ردوبدل ہو جائے، یا ان میں کسی نہ کسی طرح کی ڈھیل پیدا کر لی جائے یا اپنی چاہت کے مطابق تعبیریں اور فتوے تلاش کیے جائیں ۔ صحیح ذہنیت یہ ہے کہ ہر معاملے میں صاف نیت کے ساتھ یہ معلوم کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا چاہا اور اس کی خوشنودی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ کہ نبیٔ اکرام صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امر کی کیا توضیح کی، اس کا کیا مدعا بتایا اور کن پہلوؤں سے روکا۔ اس پہلو سے احتیاط کی روش نبیٔ پاکؐ کی محبت اور شریعت کا تقاضا بھی ہے اور یہ چیز حصولِ شفاعت کا وسیلہ بھی بنتی ہے ۔ پابندیٔ احکام میں ہمیں آہستہ آہستہ نیچے کو نہیں اترنا ہے، اوپر کو جانا ہے۔ بصورتِ دیگر آیات اور سُنن کے معاملے میں اگر طبیعتیں غیر محتاط ہو جائیں اور نفس کو قوّتوں کو کَس کر رکھنے کی بجائے اگر ان کو ڈھیل دے دی جائے تو فرد یا جماعت آہستہ آہستہ ایک ایک سیڑھی نیچے اترتی جاتی ہے اور حالاتِ زمانہ اور ضروریاتِ وقت کی دلیل کو وجہ جواز اور سببِ اطمینان بنا لیتی ہے۔ اور یہ سرطان ایک بار اگر پھیل جائے تو نہایت بے ضرر طریقے سے پلتا بڑھتا ہے بلکہ الٹا کچھ سرور بھی دیتا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ "جنید و شبلی و عطّار ہم مست" یعنی بڑے بڑے خدا رسیدہ اہلِ تقویٰ بھی مست ہو جاتے ہیں ۔ اِلّا یہ کہ خدا بچا لے۔

اسلامی انقلاب کا پرچم بلند کرنے والی خواتین کو مغرب کی لادین معاشرت کے ہلاکت خیز اور غارتگرِ اخلاق طوفان کا مضبوطی سے مقابلہ کرنا لازم ہے۔ علمی اور فکری لحاظ سے بھی اور عملی لحاظ سے بھی۔ واضح رہے کہ دنیا کی سُپر پاورز اور ان کی آلۂ کار قوّتیں اسلامی تہذیب و معاشرت اور اسلامی سیاست و قانون کے خلاف اعلانِ جنگ کر چکی ہیں۔ انہوں نے اقامتِ دین اور نفاذِ شریعت کے مقدس مقاصد پر فنڈامنٹلزم کا لیبل چسپاں کر دیا ہے ۔۔۔ اور یہ لیبل کھلا کھلا اعلانِ جنگ ہے۔

اس کے مقابلے کے لئے مرد بھی اپنا فرض ادا کریں گے، مگر مغرب کا پہلا نشانہ عورت ہے، لہٰذا آپ خواتین کو مسلم دشمن اور جنگجو ماڈرن ازم کا مقابلہ زیادہ پامردی سے کرنا ہے۔

اہلِ مغرب کو اپنی ملحدانہ تہذیب اور اپنی فاسقانہ معاشرت کو پھیلانے کے لئے جس سپاہ کی ضرورت تھی وہ اسے خود ہمارے ہی معاشرے سے مل گئی ۔ مسلمان کہلانے والے مردوں نے کمال درجہ کی شانِ تقلید بلکہ اندازِ مریدانہ کے ساتھ جدید طاغوتی تہذیب کو اپنی پوری خدمات سپرد کر دیں۔ ان مردوں کے زیرِ اثر خواتین میں سے بھی ایک مغرب پرست رجمنٹ اٹھ کھڑی ہوئی اور یہ بھی خدا ناشناس جدیدیت کے محاذ پر اپنے دین اور اپنی تہذیب کے خلاف معرکہ آرا ہو گئیں ۔ ان کو اگر کسی نے دین کی بات بتائی تو انہوں نے اسے ملّا کی گالی سنائی ۔ کسی نے قرآن یا حدیث کی کوئی نصِ صریح پیش کی تو چودہ سو سال کے مفسرین و محدثین ، ائمہ فقہا، قیاس و اجماع کے ماہر مجتہدین سب کو ناقابلِ اعتنا قرار دے کر اپنے آپ کو وقت کی مجتہدات اور مفتیات قرار دے لیا۔ ان میں سے بعض کے سر تو اس حد تک پھرے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو قرآن عورت کو آدھی گواہی کا مرتبہ دیتا ہے اسے ہم نہیں مانتے ، ہمارا قرآن تو مساوات کا اصول دیتا ہے ۔

اِن خواتین کو جو سرمایہ اور سہولتیں اور پروپیگنڈا کی قوّتیں حاصل ہیں وہ اُن سے پورا کام لیتی ہیں اور حکومت یا افسروں کی سرپرستی اِن کی اصل قوّت ہے۔ یہ ملحدانہ تہذیب و معاشرت کی طرف سے دین کے خلاف جو لڑائی لڑ رہی ہیں اس کی پہلی زد آپ پردہ دار خواتین کی بھاری اکثریت پر پڑتی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ اس لڑائی کا مقابلہ جلسوں، اجتماعات، قراردادوں ،اخباری مضامین، پمفلٹوں، خطوط اور آخری صورت میں مظاہروں کے ذریعے کریں۔ ہر مخلوط تقریب ، ہر محفلِ رقص و سرود ، ہر توسیعِ فحاشی اور ہر مخالفتِ دین پر جو اُن کی طرف سے ہو لازماً جنابِ صدر ، وفاقی وزرا ، صوبائی وزرا اور ہر سطح کی اپوزیشن کے نمایاں قائدین کو احتجاج بھجوائیں ۔ ساتھ ساتھ مخلوط تعلیم کے خلاف مسلسل آواز اٹھاتی رہیں، بار بار ارکانِ پارلیمان کو پُر زور خطوط لکھیں، خواتین کو مردوں کے سامنے اور ان کے ساتھ کھیل کے میدان میں لانے پر احتجاج کریں اور پوری کوشش کریں کہ کھلاڑی عورتوں اور لڑکیوں کو بیرون ملک بین الاقوامی مقابلوں میں بھجوانے کے جو عزائم جوان ہو رہے ہیں ، وہ جواں ہونے سے پہلے ہی ''اناللہ'' ہو جائیں۔

دینداری کا پہلا تجزیہ بیان ہو چکا ہے کہ ہر مرد اور عورت خود اسے قبول کرے اور اپنی زندگی میں نافذ کرے، دوسرا یہ کہ اپنے گھر میں اسے جاری و ساری کرے، تیسرا یہ خاص طور پر خواتین بچوں، گھر کے تمام افراد ، برادری ، محلے وغیرہ میں اسے پھیلائیں، نیز غم اور خوشی کی تقریبات میں جا

کر رابطہ بڑھائیں۔ تیسرا جزء یہ عرض کیا گیا ہے کہ خواتین کے وسیع دائرے میں عورت کے ساتھ ساتھ خدمت کے مختلف کام کئے جائیں۔ چوتھا جزء یہ کہ مغرب کی ملحدانہ معاشرت کو قوم پر اور خصوصاً خواتین پر مسلّط کرنے کی جو مساعی بعض دانش ور اور صحافی اور معلم اور مصنف اور ریڈیو وٹی وی آرٹسٹ اور طبقۂ بالا کی اسراف پسند اور نمائش کار خواتین انجام دے رہی ہیں ۔ ان کوششوں کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے کے تحت مختلف احسن طریقوں سے مزاحمت کی جائے ۔ اس کام میں مردوں کا محاذ بھی کام کرے گا، مگر زیادہ اہم ذمہ داری آپ کی ہے۔

۴۔ سلائی کڑھائی کی تربیت کے اداروں کا قیام۔ ۵۔ قالین بافی کی تربیت کا انتظام ۔ ۶۔ حج کے موقع پر کروشیا سے بنی ہوئی ٹوپیاں لاکھوں کی تعداد میں بکتی اور زیادہ تر غیر مسلم ممالک سے آتی ہیں ۔ ان کی تیاری اور فروخت کا انتظام ۔ ۷۔ لڑکیوں کے اسکول وغیرہ ۔ ۸۔ کتابت ، ٹائپ وغیرہ سکھانے کا انتظام۔ ۹۔ صرف محلوں کی حد تک محدود قسم کے فری کوچنگ سنٹرز، ٹیوشن سنٹرز کا قیام۔ ۱۰۔ دفتروں ، بنکوں، پاسپورٹوں وغیرہ کے متعلق رہنمائی کے چھوٹے چھوٹے مراکز ، جہاں درخواستیں بھی لکھ دی جائیں۔

یہ ادارے خواتین کی کثیر تعداد سے رابطے کا ذریعہ بن سکتے ہیں ۔ گفتگوؤں کے علاوہ قرآنی تعلیمات ، مسنونہ دعاؤں وغیرہ کو پھیلایا جا سکتا ہے۔ نیز حالاتِ حاضرہ پر ان سے تبادلۂ خیال یا تلقینات کے مواقع نکلتے ہیں۔ لٹریچر بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایسے اداروں کو روشنی کا سرچشمہ بن جانا چاہیئے ۔ ایسے اداروں کا جال پورے معاشرے میں پھیل جائے تو پھر کسی غلط قوت کے گھسنے کا امکان نہیں ۔

اسی کے ساتھ ایک اور اہم کام یہ کرنا چاہیئے کہ جاہلیت قدیم کی چکّی میں پسنے اور تعذیب سے گذرنے والی عورتوں سے ملا جائے، حالات معلوم کیے جائیں ، ان تک ہمدردی کے جذبات پہنچائے جائیں، علاج معالجہ کی ضرورت ہو یا مالی مدد کی ، ہر امکانی تعاون کیا جائے متعلقہ محلے یا گاؤں کی خواتین سے مل کر کسی مظلوم عورت کے لیے حامیانہ راہیں پیدا کی جائیں۔ ظالم مردوں پر علماء کے فتووں اور اسلامی ذہن کی خواتین کے وفود کے ذریعے سے زور ڈالا جائے۔ کسی انتہائی مظلومانہ بے چارگی کی صورتِ حالات میں قانونی مدد پہنچائی جائے ۔

ایک قابلِ توجہ گوشہ یہ ہے کہ مجرموں کی طرح اب پولیس کے بعض افراد بھی ناموس خواتین کے لئے خطرہ بن گئے ہیں ۔ پچھلے دنوں تھانوں میں عورتوں کو بلوانے اور ان کو شیطنت کا شکار بنانے کے بڑے دردناک واقعات ہوئے ہیں۔ ایسی خواتین سے محتاط اور احسن طریق سے گھروں یا

ہسپتالوں میں رابطہ کر کے اظہارِ ہمدردی کرنا، اور مظلومی کے صحیح واقعات کے متعلق مؤثق رپورٹیں تیار کر کے اخبارات ، پولیس کے افسروں اور پارلیمان کے ممبران (خصوصاً اپنے اصحاب) اور ججوں تک پہنچانا ۔ احتیاطاً ایسے معاملات میں جماعت کے ثقہ مردوں سے ضرور مشورہ و رہنمائی لی جائے ۔ اس کام کی ضرورت ایک تو مثبت عمل ہے بیچاری پردہ نشیں اور سادہ زندگی گزارنے والی (اور زیادہ تر دینی معاشرت کی پابند عورت) کی خبرگیری اگر اسلامی قوتوں نے نہ کی تو مغرب زدہ خواتین ان کے کام میں بھی لادینیت کا ساحرانہ راگ جا پھونکیں گی کہ تمہاری ساری مصیبتوں کا راز ملّاؤں کا مذہب ہے۔ اور منفی رُخِ اصلاح یہ ہے کہ اگر دیہاتی ، کم تعلیم یافتہ یا اَن پڑھ اور سادہ لوح خواتین کی تعدادِ کثیر کو آپ نے اپنے گرد جمع نہ کر لیا تو وہ سیاسی، ثقافتی اور انتخابی میدانوں میں آپ ہی کے خلاف استعمال ہوتی رہے گی۔ بعض حالات میں محلوں یا گاؤں کی مساجد یا مناسب جگہوں پر چھوٹے جلسے کر کے کسی ناجائز صورتِ حالات کی اصلاح کے لئے نام لیے بغیر تقریر و وعظ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ خصوصاً ایسے موقعوں پر خواتین کو خاصی تعداد میں موجود ہونا چاہیئے۔

اب میں آپ کی توجّہ دین کے ایک بڑے تقاضے کی طرف دلانا چاہتا ہوں ۔ یہ اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جہاں بھی ہوں، اسے صرف گھر اور مسجد کے اندر ہی نہیں بلکہ کھیت، بازار سے لے کر پارلیمنٹ اور عدالت تک ہر جگہ غالب و برتر اور کارفرما قوت بنادیں۔ یہی وہ بات ہے جو اقامتِ دین کے تصوّر میں مخفی ہے، اسی کے لیے جماعت بندی اور سمع و طاعت کی ضرورت ہے، اسی کے لیے ہماری آپ کی ساری دوڑ دھوپ ہے۔ ازروئے دین بھی، اور جماعت کے دستور کے لحاظ سے بھی یہی چیز ہمارا نصب العین ہے۔ جو سعی و کاوش اس نصب العین کے لیے کی جائے وہ جہاد کی تعریف میں داخل ہے۔ اس جہاد میں وہ ساری چیزیں شامل ہیں جو میں بیان کر چکا ہوں۔ خدائے کریم کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس جہاد کی توفیق دی جس میں کئی سخت مراحل پیش آئے، مگر خوب سمجھ لیں کہ اقامتِ دین یا اسلامی نظام کے قیام کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اس نظام کو عملاً قبول کرنے والا معاشرہ تیار کیا جائے اور یہ کام جس رفتار سے ہو رہا ہے کاش کہ ہم اسے کم سے کم ۵ گنا کر سکیں۔ دوسری چیز یہ کہ انقلابِ قیادت کے لیے پر زور لمبی محنت کر کے قوم کے اقتدار، اس کے قانون، اس کے انتظام ، اس کے مالیات اور اس کی پالیسیوں پر قابو رکھنے والی قوتوں کو بدل دیا جائے۔ اس تبدیلی کے لیے ہمارے ملک کے جمہوری معاشرے میں انتخاب کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے ۔ ہرچند کہ موجودہ طرز کی مغربی جمہوریت اور ہمارے معاشرے کے اکثر طبقوں کے بگاڑ کی وجہ سے دین کا کام کرنے والوں کے لیے راستے تنگ ہیں اور مشکلات زیادہ ہیں ۔ پھر بھی اللہ کے فضل سے ہم تدریجاً آگے بڑھ رہے ہیں ۔ ساتھ ساتھ ہمیں اس بات کی بھی فکر ہے کہ

لادینی مغربی جمہوریت کو ہم اسلام کے مطابق بدل سکیں۔

اقامتِ دین کے لیے انقلابِ قیادت کے اس آخری اور مشکل ترین تقاضے کو پورا کرنے میں کوتاہی رہ جانا دین کے لیے سخت نقصان دہ ہے ۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہے کہ لادینیت پسند قیادت کے اقتدار کے سائے میں فروغ دین اور غلبۂ دین کا کوئی بھی مؤثر کام کیا جاسکے۔ خالص تبلیغی سرگرمیوں کو الگ لے کر کام کرنے اور سیاسی اور اجتماعی امور کو چھوڑ دینے کے تو صدیوں لمبے تجربے ہمارے سامنے ہیں۔ ان تجربوں کی یک پہلو سرگرمیوں کی وجہ سے خدا کا دین ایک بار بھی غالب نہ آسکا۔

اس وضاحت سے آپ سمجھ سکتی ہیں کہ ہمارا انتخابات میں حصہ لینا یا پارلیمانی میدان میں امکانی فرائض انجام دینا کوئی دنیادارانہ مشغلہ نہیں ہے اور نہ اس کا مقصد کچھ مالی اور مادی مفاد حاصل کرنا ہے، چنانچہ آج تک ہمارا دامن صاف ہے۔

معزز خواتین! خوب سمجھ لیجئے کہ دین کو مسجد و خانقاہ میں محبوس رکھنا درست نہیں ہے، بلکہ اسے ساری زندگی میں جاری و ساری ہونا چاہیے تو انتخابی اور پارلیمانی سرگرمیاں بھی اسی جہاد کا حصہ ہیں جو ہم نے اقامتِ دین کے لیے زندگی کے ہر میدان میں جاری رکھا ہے۔ ہم اس بات کا پورا لحاظ رکھتے ہیں کہ سارے ساتھیوں کو اور خواتین کو اسی کی تلقین کرتے ہیں کہ انتخابی و پارلیمانی سرگرمیوں میں دینی احکام، اسلامی اخلاق اور تحریکی اصولوں کو کبھی نہ توڑا جائے ۔ سیٹیں کم ملیں یا زیادہ ، دین کے لیے وہ اسی صورت میں مفید ہو سکتی ہیں کہ ان کے حاصل کرنے اور ان کو استعمال کرنے میں دین سے انحراف نہ کیا جائے۔ ورنہ جن لوگوں کو چھوٹے چھوٹے امور میں دین سے کترا کے نکل جانے کی عادت پڑ جائے ، ان کے اندر پھر وہ قلبِ سلیم اور جذبۂ اخلاص باقی ہی نہیں رہتا جو انہیں بڑے بڑے معاملوں میں ترکِ دین سے پاک رکھ سکے۔ ایمان ایسا چراغ نہیں ہے کہ آپ جب چاہیں اسے بجھا دیں اور پھر جب چاہیں روشن کر لیں۔

سلسلۂ کلام کے خاتمے پر میں یہ کہوں گا کہ سارا کام آپ خدا کے لیے کریں، دینی اصولوں اور اخلاق کے مطابق کریں اور یہ کبھی نہ بھولیں کہ انتخابات سر پر کھڑے ہیں۔ جتنی خواتین کو آپ اللہ اور رسولؐ کا وفادار اور محب بنالیں گی وہ سب انشاء اللہ غلبۂ دین کے لیے، نیز انقلابِ قیادت کے لیے انتخابات میں بھی آپ کا ساتھ دیں گی۔

ماسوائے عین ہنگامۂ انتخاب آجانے کے، آپ کبھی کسی خاتون کو ووٹ یا جماعتِ اسلامی کے اقتدار کی طرف نہ بلائیے۔ عام حالات میں ذہن اور کردار بدلنے کے لیے خالص دینی دعوت یا خدمتِ

انسانیت کے کام کیجیے ۔ براہِ راست انتخاب کے لیے دوسروں کو پکارنا صرف زمانہ انتخاب میں چلتا ہے ہماری اصل ضرورت لوگوں میں دین کی محبت اور اطاعت پیدا کرنا ہے ۔

میری درخواست ہے کہ آپ اب یہاں سے جا کر اقامت دین کے ان سارے بیان کردہ اجزا کو سامنے رکھ کر زیادہ سے زیادہ محنت کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت دے اور آپ کو ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق دے ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین

ہم اِس ملک میں کیا معاشی تبدیلیاں لائیں گے؟

پروفیسر خورشید احمد

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثناء کے بعد!

محترم صدرِ جلسہ جناب پروفیسر غفور احمد صاحب، عالمی اسلامی تحریکات کے قائدین کرام، میرے دینی و تحریکی بھائیو اور بہنو، جوانو اور ساتھیو! مجھے اس وقت آپ کو یہ بتانا ہے کہ ہم اس ملک میں کیا معاشی تبدیلیاں لائیں گے اگر مجھ سے کہا جائے کہ اس کا جواب ایک جملہ میں دو، تو مَیں یہ کہوں گا کہ ہم جاگیرداری، سرمایہ داری، اشتراکیت اور دوسرے تمام جاہلانہ نظاموں کے باغی ہیں۔ ہمارا مقصد اور ہمارا ہدف شریعت محمدیؐ کی بنیاد پر ایک مکمل طور پر نیا معاشی نظام قائم کرنا ہے۔

ہم کسی جزوی تبدیلی، کسی سمجھوتے یا کسی نمائشی تبدیلی کے لیے کام نہیں کر رہے۔ ہم اس ملک میں بنیادی، انقلابی، معاشی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ ہمارے ایمان کا تقاضا ہے اور ہم اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ اس ملک کی نجات اس ملک کو معاشی بحران سے نکالنے کا راستہ بھی صرف ایک ہے۔

حاضرین کرام!

آئیے سب سے پہلے بات کو سمجھیں کہ اسلام معاشی مسائل کو کس طرح حل کرتا ہے۔ میری نگاہ میں سب سے اہم اور سب سے کلیدی مسئلہ یہی ہے۔ آج تک انسان نے معاش کے مسئلہ کو محض معاشی ذرائع سے دولت کی پیداوار کو بڑھانے کے نام پر حل کرنے کی کوشش کی اور یہ کوششیں ناکام رہیں۔ اسلام نے اس کے مقابلے میں ایک بالکل دوسرا ہی رویّہ پیش کیا۔ اسلام کا انقلابی

پیغام یہ ہے کہ معیشت کے مسائل بھی اسی وقت حل ہو سکتے ہیں جب سب سے پہلے ایمان درست ہو۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر صحیح عقیدہ ہو۔ زندگی گزارنے کا نظریہ درست ہو۔ آخرت پر یقین ہو۔ دنیا کی حقیقت کو ہم جان لیں کہ اخلاق اور معیشت، ایمان اور معیشت ان دونوں کو ساتھ ساتھ چلنا ہے۔ یہ وہ انقلابی نظریہ ہے جسے اسلام نے پیش کیا۔ جسے خود مسلمان بھولے ہوئے ہیں۔ کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ ہمارے نبیؐ نے ہمیں یہ دعا سکھائی۔

ترجمہ: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر سے فقر سے"۔

کیا قرآن میں ہمیں یہ بات بتائی نہیں گئی کہ ایمان، آخرت پر یقین اور غریبوں کی مدد، مجبوروں کی مدد ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔ آپ نماز میں بار بار یہ سورت پڑھتے ہیں کہ "أرأیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ولایحض علی طعام المسکین۔

ترجمہ" کیا تم نے دیکھا اس شخص کو جو آخرت کی جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے اور وہ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور جو مسکین کو کھانا دینے پر نہیں اکساتا"۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو معاشی انصاف اختیار کرنے اور تولنے میں صداقت کی دعوت دی تو انہوں نے پوچھا کہ اے شعیب! یہ تمہارا ایمان، یہ تمہارا اللہ کیسا ہے جو ہمیں خود اپنی ملک میں اپنی دولت میں تصرّف سے روکتا ہے۔

اسلام نے جو تعلیمات ہمیں دی ہیں، اس کا سب سے بنیادی پہلو یہ ہے کہ:

ترجمہ: "اللہ نے جو کچھ تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے طیبات میں سے استعمال کرو۔ اس میں سرکشی نہ کرو"۔

معاشی مسائل میں سرکشی، اللہ سے بغاوت یہ ہے کہ حرام سے دولت کمائی جائے، اسراف کیا جائے، دولت غلط راستوں پر استعمال ہو، حق دار کو حق نہ ملے، حقوق اور واجبات سے صرفِ نظر کیا جائے۔ اسلام، ایمان، اخلاق اور معیشت ان دونوں کو ایک ہی حقیقت کے دو پہلو قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جس چیز کی ضمانت اہلِ مکّہ کو دی، وہ یہ ہے:

ترجمہ: "جو انہیں بھوک اور خوف ان دونوں سے نجات دیتا ہے"۔

اس سلسلہ میں اسلام کا نقطۂ نظر اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر معیشت کا رشتہ دین سے، ایمان سے اور اخلاق سے کاٹ دیا جائے تو اس کے نتیجہ میں دولت پرستی پیدا ہوتی ہے، ظلم پیدا ہوتا ہے، استحصال پیدا ہوتا ہے اور حقوق سے روگردانی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے

جو اصول ہمیں بتایا یہ ہے "لا تظلمون ولا تظلمون"
ترجمہ: "نہ تم ظلم کرو گے اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا"۔

میں علامہ اقبالؒ کے اس مشہور شعر میں ذرا سا تصرّف کر کے یہ کہوں گا:

"جدا ہو دیں معیشت سے تو بن جاتی ہے قارونی"

جس طرح چنگیزی ایک فتنہ ہے اسی طرح قارونی بھی ایک فتنہ ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ معیشت کی اصلاح، ایمان اور اخلاق اور کردار کی اصلاح کے ساتھ ساتھ ہو۔ دوسری بنیادی چیز یہ ہے جو اس کا لازمی تقاضا ہے وہ یہ کہ اسلام نے زندگی کے ہر پہلو کو حلال اور حرام کے تابع کیا ہے۔ یہ حلال و حرام انسانوں نے طے نہیں کئے بلکہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے متعین کر دیا ہے کہ کون سے راستے حرام ہیں اور کون سے راستے حلال ۔۔۔ حلال کی کوشش اور حرام سے اجتناب' جب تک کہ یہ معیشت کی بنیاد نہ ہو، انسان کے معاشی مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ صرف اسلام نے معیشت کا جو مقصد دیا ہے، معاشی جدوجہد کا جو ہدف مقرر کیا ہے، وہ انصاف کا قیام ہے۔ محض دولت کی پیداوار نہیں، محض معاشی ترقی نہیں، محض برتریٔ قوّت نہیں، بلکہ اس کا ہدف انصاف ہے۔ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے نیچے وہ سارے وسائل اور خوبیاں پیدا کر دی ہیں جنہیں استعمال کر کے تمام انسانوں کی، تمام جینے والوں کی حتّٰی کہ جانوروں کی تمام ضرورتیں پوری کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ ہمارا ہدف یہ ہونا چاہیئے کہ تمام انسانوں کی حقیقی ضرورتیں پوری ہوں۔ تمام انسانوں کو اللہ کے فراہم کردہ ان مسائل کے اوپر مساوی حق حاصل ہو۔ اسلام معاشی جدوجہد کو اخلاقی فضائل کو فروغ دینے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ زکوٰۃ کو عبادت قرار دینے کے معنی یہی ہیں۔ کہ دولت اگر صحیح طریقے پر خرچ کی جائے تو یہ بھی ایک عبادت ہے اس کو صحیح طرح کمانا اس کو حق دار تک پہنچانا اور جس جس پر اس کا حق ہے اسے اس میں شریک کرنا یہ بھی اسی طرح عبادت ہے جس طرح نماز، روزہ اور حج۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اسلام کی نگاہ میں سب سے پہلی ضرورت انسانوں کی بنیادی ضروریات کا پورا کیا جانا ہے۔ انہیں آزادی، مواقع اور شعور فراہم کرنا ہے۔ ان کے لیے حالات کو اسی طرح سازگار بنانا ہے کہ وہ عزّت کے ساتھ حلال رزق حاصل کر سکیں۔ اس حلال رزق کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل قرار دیا ہے۔ ترقی کا پیمانہ اسلام کی نگاہ میں محض دولت کی فراوانی نہیں، بلکہ انصاف کا ہے۔ ایک ایسا نظام جس میں تمام انسان' انسانوں کی حیثیت سے باعزّت زندگی گزار سکیں۔ اور اس میں مرد اور عورت دونوں مساوی ہیں۔ اسلام نے عورت کو بھی ملکیت کا اور معاشی جدوجہد کا اسی طرح حق دار بنایا ہے جس طرح

مردوں کو بنایا ہے اور منصفانہ تقسیم کی ضمانت دی ہے۔

میں یہاں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کے اہلِ علم اور فقہاء نے بڑے صاف الفاظ میں اس بات کو بتایا ہے کہ انصاف کا قیام ہماری اصل منزل اور ہمارا اصل ہدف ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت اشعریؓ کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے لکھا "یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر حکمران اور والی وہ ہے جس کی رعایا خوشحال اور امن کے ساتھ رہے اور سب سے بدبخت حکمران اور والی وہ ہے جس کی رعایا بدحال اور پریشان ہو۔ تم کو کجی سے بچنا چاہیئے تاکہ تمہارے کارندے بھی ظلم اور کجی نہ کریں"۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ اس بات پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا، ننگا یا ضرورتِ زندگی سے محروم ہے تو مالداروں کے فاضل مال سے ان کی کفالت کرنا فرض ہے۔

مشہور اہل علم ابن حزمؒ لکھتے ہیں کہ ہر ایک بستی کے اربابِ دولت مند کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر بیت المال کی آمدنی ان غرباء کی معاشی کفالت کے لیے کافی نہ ہو تو پھر سلطان امراء اور اربابِ دولت کو ان کی کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم بھی یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجات پوری ہوں۔ یعنی روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے موسم کے لحاظ سے گرم اور سرد لباس فراہم ہو، رہنے کے لیے ایسا مکان ہو جو انھیں بارش، دھوپ اور سیلاب سے محفوظ رکھ سکے۔

رفقاء محترم! اسلام نے ہمارے سامنے معاشی زندگی کا جو ہدف مقرر کیا ہے وہ انصاف کا قیام ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام نے یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ بحیثیت مجموعی مسلمان اُمّت کے پاس اتنی معاشی، فنّی اور عسکری قوّت ہو کہ وہ دنیا کے سامنے حق کے گواہ شھداء علی الناس کی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے امّت کو جو خلافت کی ذمہ داری سونپی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں ساری دنیا کے سامنے اسلام کے پیغام کو پہنچانے کی صلاحیت ہو۔ اس صلاحیت کے لیے جہاں کمال، قول و عمل کی اعلیٰ مثال ضروری ہے، وہاں اس کے لیے معاشی وسائل اور فنّی مہارت کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلم امّت غیروں کی محتاج نہ ہو۔ اگر غیر امّت کے ہم محتاج ہوں گے تو کبھی بھی ہم اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہ کر سکیں گے۔

یہ وہ مقاصد ہیں جو اسلام نے معاشی زندگی کے لیے ہمیں دیے ہیں۔ یہ وہ اصول ہیں جن کے مطابق اسلام کا معاشی نظام مرتب ہوتا ہے۔ آئیے اب یہ دیکھیں کہ پاکستان میں گزشتہ پیالیس سالوں میں

کیاہوا۔

آج تک یہاں سات معاشی منصوبے پیش کیے گئےان ۴۲ سالوں میں ہم نے سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی کا بھی اور اشتراکیت کا بھی تجربہ کیا ہے۔ کچھ عرصہ ہم نے اسلام کے نام پر بھی کچھ چیزیں متعارف کرنے کی کوشش کی۔ اگر ایمانداری اور بے لاگ طرز پر اس پورے دور کا جائزہ لیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان ۴۲ سالوں میں ہم قوم کے معاشی مسائل حل اور معاشی دکھوں کا مداوا نہیں کر سکے۔ بحیثیتِ مجموعی ایک معاشی بحران سے دوسرے معاشی بحران، ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بڑھتے رہے۔ میں حالات کا تجزیہ کر کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور اس میں میری نگاہ میں سب سے پہلی غلطی یہ تھی کہ ہم نے معاشی ترقی کو اصل مقصود بنایا۔ اور یہ معاشی ترقی حرام اور حلال سے ناآشنا تھی۔ اس کے نتیجے کے طور پر ملک میں دولت پرستی، ظلم و استحصال، وسائل کا ارتکاز، بلامحنت امیر بن جانے کا جذبہ، غلط طریقوں سے اثرات کو بڑھانا، پرمٹ، روٹ پرمٹ، رشوت، کرپشن۔ یہ وہ تمام راستے ہیں، جنہیں اختیار کر کے ہم نے قوم کو ایسی مصیبت میں گرفتار کر دیا ہے کہ وہ اس توازن اور نقطۂ آغاز سے ہٹ گئے۔ اس لیے میری نگاہ میں سب سے پہلی خرابی آج تک ہماری منصوبہ بندی اور پالیسی میں یہ رہی ہے کہ ہم نے انصاف کو مقصد نہیں بنایا۔ ہم نے ضروریات کو پورا کرنے کا اپنا ہدف نہیں بنایا۔ بلکہ ہم نے ایک مجہول معاشی ترقی کو سامنے رکھ کر دولت پرستی، غلط طریقوں کے ارتکاز اور ظلم اور زیادتی کے راستے پر خود کو ڈال دیا۔

دوسری چیز، یہ ہماری غلط ترجیحات ہیں۔ جن میں میری نگاہ میں سب سے پہلا مسئلہ یہی ہے کہ ہم نے زراعت کو نظرانداز کیا حالانکہ ہم ایک زرعی ملک ہیں۔ ہماری آبادی کا ۷۰ فیصد حصہ کے روزگار کا انحصار اس کی زندگی کا انحصار آج بھی زراعت کے اوپر ہے۔ ہماری تین چوتھائی آبادی دیہات میں رہتی ہے لیکن آج تک کی تمام معاشی منصوبہ بندی میں زراعت کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ اس کے حقوق ادا نہیں ہوئے، اس کی ترقی کے لیے کوئی جامع منصفانہ اور Scientific پروگرام نہیں بنایا گیا۔ دوسری بنیادی خرابی یہ ہے کہ معاشی منصوبہ میں کن چیزوں کو پیدا کرنا اور فراوانی کن چیزوں کی ہونی چاہیئے۔ اس کے بارے میں ہم نے یہ نہیں دیکھا کہ ہمارے معاشرے کی ضروریات کیا ہیں۔ ہم نے اس میں دوسروں کی نقالی کی۔ بس ایک مثال آپ کو دیتا ہوں۔ ہم ہمیشہ سے کچھ مشروبات پیتے رہے ہیں۔ دودھ ہے، لسی ہے، شربت ہے، ان تمام میں غذائیت بھی اور لذت بھی تھی لیکن ہم نے مغرب کی اندھی تقلید میں مغربی ممالک میں تیار کیے جانے والے کو کا کولا، پیپسی کولا۔ سیون اپ وغیرہ وغیرہ کو زیادہ اہمیت دی۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج یہ غریب ملک جہاں کی

آبادی کا ۴ فیصد کم سے کم اپنی ضروریات نہیں پوری کر سکتا۔ ہم ان مغربی نوعیت کے مشروبات پر ۴۴۰ کروڑ روپے سالانہ خرچ کر رہے ہیں۔ انہوں نے ہمیں کیا چیز دی۔ غذائیت ملی نہ طاقت ملی۔ بلکہ مقامی چیزیں تباہ ہو گئیں۔ ہم نے حقیقی ضروریات کو متعین کر کے ان ضروریات کو پورا کرنے والی اشیاء کی فراوانی کا اہتمام نہیں کیا۔ بلکہ اس کے مقابلے میں لوگوں میں مصنوعی طلب پیدا کی۔ سماجی خدمات، جس میں سب سے اہم تعلیم، سڑکیں، صاف پانی کی فراہمی، بجلی کی فراہمی، ٹرانسپورٹ کی سہولت جیسی چیزیں ہمارے ہاں نظرانداز ہوئیں۔ آج عالم یہ ہے کہ ان میں سے ہر سہولت دم توڑ رہی ہے۔ جو حکومت آتی ہے ہر دوسرے تیسرے مہینے کے بعد قیمتیں بڑھا دیتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود معاشی قتل اسی طرح ہے۔ معاشی اصطلاح میں اس کو Economic Enficture کہتے ہیں۔ جس کے بغیر وہ حالات پیدا نہیں ہوتے جس میں افراد صحیح طور پر معاشی کوشش کر سکیں۔ ہم نے اس کے مقابلے میں مسرفانہ معاشرہ بنایا۔ ٹی وی کے اشتہار دیکھیے۔ اخبارات کے اشتہارات دیکھیے جو پروگرام ہمارے ریڈیو، ٹی وی میں پیش کیے جاتے ہیں ان کو دیکھیے۔ ان کا کوئی تعلق ہمارے معاشرے سے اس کی سطحِ زندگی سے، اس کے حالات سے نہیں اور ان کے ذریعے معاشرے کے اندر ایک ایسی مصنوعی طلب پیدا کی جا رہی ہے۔ ایک ایسی پیاس پیدا کی جا رہی ہے جسے کبھی پورا نہیں کیا جا سکتا اور جو صرف سرمایہ پرستی اور سرمایہ داری پر جا کر منتج ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی آبادی ناخواندہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنی مادری زبان یا اردو میں بھی کسی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہے نہ لکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر آپ تعلیم یافتہ کو جاننا چاہیں تو اس ملک میں وہ افراد جنہوں نے کسی نوعیت کی کوئی تعلیم حاصل کی ہے وہ آبادی کا صرف ۵ فیصد ہیں۔ ۹۵ فیصد تعلیم سے محروم ہیں۔ اس ملک میں صرف ۳۵ فیصد افراد تک بجلی کی سہولت پہنچی۔ ۶۵ فیصد بجلی کی سہولت سے محروم ہیں۔ صرف شہروں میں ۸۰ فیصد اور دیہات میں ۴۵ فیصد افراد ایسے ہیں کہ جن کو صاف پانی میسر ہے۔ دوسرے الفاظ میں آدھی آبادی ایسی ہے جسے پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں۔ کراچی جیسا شہر جس کے بارے میں کہا جاتا ہے ملک کی دولت کا ۵۰ فیصد تقریباً وہاں ہے۔ آج وہ شہر تباہ ہے وہاں کی ۴۰ فیصد آبادی کچی بستیوں میں رہ رہی ہے۔ ان کے پاس اپنے سر چھپانے کے لیے پختہ مکان نہیں ہے۔ بارش سے بچنے اور سیوریج کی کوئی سہولت ان کو حاصل نہیں ہے۔ بچوں کی شرح اموات ۸۰ فیصد ہے جو دنیا کے پسماندہ ترین ممالک کی صف میں ہم کو لے جاتی ہے۔

مکان کی سہولت کی شرح کیا ہے؟ ۱۹۸۰ء کے تازہ ترین ہاؤسنگ شماریات سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ۲۰ سال پہلے جو سہولت مکانوں کی حاصل تھی۔ اس میں ۳۰ فیصد کمی واقع ہوئی۔ یعنی

پہلے ایک کمرہ میں اگر ۲۰۷ افراد رہتے تھے تو آج ایک کمرے میں ۳۰۵ افراد رہ رہے ہیں۔ ڈاکٹروں کا حال یہ ہے کہ شہروں میں جہاں آبادی کا صرف ۳۰ فیصد رہتا ہے کل ملک کے ڈاکٹروں کا ۸۰ فیصد پایا جاتا ہے اور دیہات جہاں ہماری آبادی کا ۷۰ فیصد رہتا ہے ان میں ہمارے ڈاکٹروں کا صرف ۲۲ فیصد ہے۔

دولت کی تقسیم کا جائزہ لیا جائے تو حالات اور بھی زیادہ پریشان کن نظر آتے ہیں۔ زمین کو لیجئے، ملک میں ایگریکلچر لینڈ کے جو سروے ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آبادی کے یعنی فارمز کے ۱۰ فیصد چھوٹے فارم (کھیت) جن کے پاس ہیں، ان کی تعداد بھی بڑھی ہے اور ان کا حصہ بھی کم ہوا ہے اور ان کے مقابلے میں جو دس فیصد بڑے زمیندار ہیں، جن کے پاس بڑے فارمز ہیں، ان کی تعداد کم ہوئی ہے، لیکن ان کے پاس زمین کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ اسی طریقہ سے ہاؤس ہولڈ سروے جو ہوئے ہیں، اب سب سے یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ دولت کی غیر منصفانہ اور غیر مساوی تقسیم میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ میں صرف ایک مثال دیتا ہوں۔ بنک سے قرضے لینے والوں میں سے جو حضرات چھوٹے قرضے لیتے ہیں، یعنی ۲۵ ہزار روپے یا اس سے کم، ان کی تعداد کل قرضے لینے والوں کی ۷۷ فیصد ہے، لیکن جو قرض ان کو مل رہا ہے وہ کل قرض کا ۷ فی صد ہے اور اس کے مقابلے میں وہ افراد جو کروڑوں کے قرضے لے رہے ہیں ان کی تعداد صرف ۹۲۱ ہے۔ جو کل قرض لینے والی آبادی کا ۰۱ء۰ بنتے ہیں۔ لیکن تمام قرضوں کا ۳۵ فی صد ان کو مل رہا ہے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ملک اندرونی اور بیرونی دونوں لحاظ سے قرضوں کے بار تلے دبا جا رہا ہے۔ اس ملک میں کبھی بھی اندرونی وسائل قرضے کی بنیاد پر اس حد تک نہیں پہنچے جو آج پہنچے ہیں صورتِ حال یہ ہے کہ ۳۶ ارب روپے کا داخلی قرضہ ہے اور ۱۹ بلین یعنی ۳۸۰ ارب روپے کا بیرونی قرضہ ہے۔ آج ہم میں سے ہر شخص بوڑھا، جوان، مرد، عورت اور بچہ ساڑھے سات ہزار روپے کا مقروض ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اس غلط ترجیح نے معیشت کو پہنچایا ہے۔

تیسری بنیادی خرابی حکومت کا کردار ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے ملک میں حکومت کو جو کام کرنا چاہیے وہ نہیں کرتی۔ یعنی امن و امان کا قیام، بنیادی سہولتوں کی فراہمی اور انصاف۔ وہ فراہم نہیں کرتی اور جو کام اسے نہیں کرنا چاہیے اسے اس نے اپنے اوپر اوڑھ رکھا ہے۔ وہ ایک سرمایہ دار، ایک صنعت کار، ایک ٹیکنالوجسٹ اور ایک کاروباری کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اس وقت ۳۵۰ پبلک کارپوریشن ان میں موجود ہیں اور ان میں سے بیشتر خسارے میں ہیں۔ ان پر بڑی بڑی رقوم خرچ ہو رہی ہیں۔ ان کو چلانے والے افراد میں کوئی پروفیشنل صلاحیت کا حامل

نہیں ہے ۔ بیورو کریٹ یا سیاست دانوں کے عزیز و اقارب ہیں۔ رشوت اور کرپشن اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور تازہ ترین سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ملک کی معیشت میں تقریباً ۴۰ سے ۵۰ فی صدی جو زر زیرِ استعمال ہے وہ کالا دھن ہے۔ وہ ناجائز یا نامعلوم معیشت سے باہر ہے۔ ٹیکس کا نظام نہایت غیر منصفانہ ہے۔ ٹیکس کا نظام ایک شریف انسان کو نیکی اور حلال ذرائع سے کام کرنے سے روکتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ وہ غلط راستہ اختیار کرے۔ انکم ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی کو جو شکل دی گئی ہے، حتیٰ کہ امپورٹ ڈیوٹی نے بھی صرف چھ اشیاء کے اوپر سارا بوجھ بڑھا یا ہے۔ تقریباً ۸۰ فیصدی کسٹم ڈیوٹی ہے ان چھ اشیاء کیلئے۔ بیرونی ممالک کے اوپر انحصار آج اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ہماری معاشی قسمت کا فیصلہ اسلام آباد، پشاور، کراچی، لاہور یا کوئٹہ میں نہیں بلکہ واشنگٹن اور نیویارک میں ہو رہا ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک اپنی شرائط مقرر کرتے ہیں اور ہم مجبور ہیں کہ ہم ان کی معاشی غلامی میں زندگی گزاریں معاشی بگاڑ اور خرابی کے یہ پانچ بڑے بڑے اسباب ہیں۔

ہم نے سرمایہ داری کا تجربہ کیا اور وہ ناکام رہا اور سرمایہ دارانہ طریقِ ترقی کو اختیار کر کے گزشتہ ۴۰ سالوں میں دنیا کا کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے جس نے حقیقی معاشی ترقی کی ہو۔ دنیا کے ۱۳۰ ممالک معاشی غربت، افلاس اور محتاجگی میں مبتلا ہیں۔ ہم نے اشتراکی تجربہ بھی کر کے دیکھ لیا اور آج خود اشتراکی ممالک برملا اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ اشتراکیت ناکام ہو گئی۔ روس اور چین اور مشرقی یورپ میں جو تبدیلیاں لائی جا رہی ہیں وہ ساری کی ساری بنیادی اشتراکی فلسفے اور اس کے پروگرام کے خلاف ہیں بلکہ تاریخ میں ایک واقعہ یہ ہوا ہے کہ پولینڈ میں چالیس سال کے بعد پہلا غیر کیمونسٹ پرائم منسٹر وجود میں آیا ہے۔ آج اشتراکیت، اس کا معاشی پروگرام، اس کا سیاسی پروگرام ناکام ہو چکا ہے۔ ان حالات میں مَیں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام اور صرف اسلام کے پاس ہی ایک ایسا انقلابی معاشی پروگرام ہے، جس کے ذریعے انسان کا معاشی مسئلہ حل ہو سکتا ہے اور منصفانہ معاشرہ قائم ہو سکتا ہے۔

جماعتِ اسلامی پاکستان اسی انقلابی پروگرام کی داعی ہے۔ اس انقلابی پروگرام کا سب سے پہلا حصہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ ایک مربوط سائنٹیفک معاشی پروگرام ہے، لیکن یہ انسان کی معاشی زندگی کو اس کی باقی زندگی سے نہیں کاٹتا، یہ انسان کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ اس کے ایمان کی اصلاح کرتا ہے۔ یہ اس کے دل کی اصلاح کرتا ہے، یہ اس میں خدا کا خوف پیدا کرتا ہے، یہ ملکیت کا خاص تصور دیتا ہے کہ ملکیت ایک امانت ہے جو وسائل مجھے حاصل ہیں، یہ ایک امانت ہیں۔ انہیں دینے والا خالق

ہے، مجھے اس کی جوابدہی کرنی ہے۔

"قرآن کہتا ہے جو کچھ تمہیں دیا گیا اس میں تمہیں آزمایا جا رہا ہے۔" یہ تمہاری آزمائش ہے۔ جب تک انسان میں یہ ذہن نہ پیدا ہو، یہ رسائی پیدا نہ ہو، دولت اس کے اوپر غالب رہتی ہے، لیکن جب انسان اللہ کا بن جاتا ہے، جب دولت کو امانت سمجھتا ہے، جب وہ حلال و حرام کی پابندی کا عہد کرتا ہے اور جب اخلاق اور قانون دونوں ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ جس میں حلال پھلے پھولے اور حرام نیست و نابود ہو، تب انسانوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ تب وہ انسان پیدا ہوتا ہے جو اپنے دکھ اور دوسرے کے دکھ برابر سمجھتا ہے، جو اپنے پیٹ بھرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھوک کو بھی دیکھتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتا ہے کہ "اپنے لیے جو کچھ تم نے پکایا ہے، اس میں سے اپنے ہمسائے کو کچھ دے دو۔ چاہے تمہیں سالن میں تھوڑا سا پانی ڈالنا پڑ جائے۔ اور اگر کوئی ایسی مجبوری ہے کہ تم اس کو نہیں دے سکتے تو پھر اگر تم نے پھل کھائے ہیں تو چھلکے دروازے کے باہر نہ ڈالو تاکہ دوسرے کو یہ احساسِ محرومی نہ ہو کہ اس نے پھل کھایا اور میں پھل نہیں کھا سکا۔"

یہ وہ انقلابی تبدیلی ہے جو اسلام لانا چاہتا ہے۔ دوسری بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم اس ملک کی معاشی ترقیاتی حکمتِ عملی کو یکسر بدل دیں گے۔ قومی دولت میں اضافے کا ہم نے یہ جو بت بنا دیا ہے، ہم اسے توڑ دینا چاہتے ہیں۔ جی این پی کی پوجا ہمارے معاشی بگاڑ کا بہت بڑا سبب ہے۔ ہم اس کی جگہ یہ چاہتے ہیں کہ تمام انسانوں کی حقیقی ضروریات پوری ہوں، ہم میں ہر شخص کا یہ حق ہے کہ اسے پیٹ بھرنے کیلیے روٹی ملے، بدن ڈھانپنے کے لیے کپڑا ملے، سر ڈھانپنے کیلیے مکان ملے، اسے تعلیم کی سہولت حاصل ہو، علاج کی سہولت حاصل ہو، جو غریب ہے، اسے شادی کے مواقع ملیں، خاندان قائم کرنے کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں جسے اسلام نے بنیادی ضرورتیں قرار دیا ہے اور انکی پیداوار اور انکی فراہمی، انہیں آسان بنانا یہ ہماری اصل ترجیح ہوگی۔ ہم حرام کے تمام ذرائع کو اخلاق اور قانون دونوں کے ذریعے بند کریں گے اور حرام ذرائع سے حاصل کی ہوئی دولت قومی اعتبار سے نہیں بچے گی۔ جن کا حق چھینا گیا ہے، وہ حق حقدار کو دیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ ملک میں بنیادی معاشی ترقی ہو، جس کے معنی ان سروسز کی فراہمی ہے جن کے بغیر بڑے پیمانے کی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ٹرانسپورٹ کا نظام، تعلیم کا نظام، بجلی کی فراہمی یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جن کے بغیر کوئی بھی معیشت ترقی نہیں کر سکتی ہے۔ انہیں پورا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

تیسری چیز یہ ہے کہ ہم زراعت کو اوّلیت دیں گے اور زراعت کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش ہوگی کہ چھوٹی صنعتوں کو جو زیادہ روزگار پیدا کرتی ہیں، انہیں ترقی دی جائے۔ ہم اپنے سامنے یہ اصول رکھیں گے کہ ان صنعتوں کو فروغ دیا جائے گا، جو ملکی وسائل کو استعمال کریں جو عام انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنے کا کام انجام دے سکیں۔ جن میں انرجی کا استعمال کم سے کم ہو، جو زیادہ سے زیادہ روزگار پیدا کرنے والی ہوں۔ یہ بالکل ایک نئی معاشی حکمتِ عملی ہے جو ہم دینا چاہتے ہیں۔

چوتھی چیز یہ ہے کہ حکومت کے دائرہ کار کو محدود کریں گے۔ آج کی ہماری حکومت جو معاشی رول ادا کر رہی ہے نہ وہ اس کی اہل ہے اور نہ اسے کوئی تجربہ ہے۔ ہم اس کے اس رول کو تبدیل کر دیں گے۔ اس کے مقابلے میں اسلام کے اصولِ شراکت، اصولِ مضاربت کو عمل میں لائیں گے۔ بنکنگ کو سود سے پاک کر کے شراکت اور مضاربت کی بنیاد پر پروان چڑھائیں گے اور سرمایہ کاری کیلیے ایسے اصول و ضوابط مقرر کریں گے جس کے نتیجے کے طور پر ہر فرد خاص طور سے کم وسائل والے افراد معاشی طور پر آزاد ہو سکیں۔ اپنے کاروبار کر سکیں۔ ہم ٹیکس کے نظام کو یکسر بدل دیں گے۔ انکم ٹیکس کے موجودہ ظالمانہ نظام کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ ہم ایسا نظام لانا چاہتے ہیں جو کرپشن سے پاک ہو، جس میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہو سکیں اور جن کا بار قرآن کے اصولِ واحد کی بنیاد پر اُن پر پڑے جو اس کا بوجھ اٹھا سکتے ہوں۔ ہم اس بات کی کوشش بھی کریں گے کہ ملک میں پروفیشنلز کو آگے بڑھائیں۔ آج ہماری صنعت حقیقی فنّی مہارت سے محروم ہے۔ پبلک کارپوریشن کو پروفیشنل انداز میں چلائیں گے۔ کاروباری انداز میں چلائیں گے، یا اسے ہم نجی ملکیت میں دیں گے۔ پھر ہم اجتماعی کفالت کا سوشل سیکورٹی کا ایک مؤثر نظام قائم کریں گے جس کے نتیجے میں ایک طرف مزدور کو وہ مزدوری ملے گی جس سے وہ اپنے خاندان کی ضروریات پوری کر سکے۔ جماعت کے منشور میں ہم نے اس بات کا اعلان کیا ہے کہ ہم کم سے کم مزدوری کم سے کم اجرت ۲۰۰۰ روپے ماہانہ اور ملک میں افراطِ زر کی مناسبت سے اس میں ایڈجسٹمنٹ اور پنشن کم سے کم ۵۰۰ روپے ماہانہ رکھیں گے۔ ہمارے اجتماعی نظامِ کفالت کی بنیاد زکوٰۃ پر ہوگی۔ قانونِ وراثت پر ہوگی، اوقاف پر ہوگی، کمیشن پر ہوگی۔ ہم قرضِ حسنہ کا نظام بنائیں گے۔ بیواؤں، یتامیٰ، اپاہجوں کیلیے ہم ایسے ادارے قائم کریں گے جو اُن کی دیکھ بھال کر سکیں، جو ان کی ضروریات کو پورا کر سکیں، کسانوں اور ہاریوں کی فلاح کیلیے ہم ادارے قائم کریں گے۔ اس طرح ہم ملک سے غیر فطری دولت کی غیر منصفانہ تقسیمِ دولت کو ختم کر دیں گے اور اس کے ساتھ

ساتھ ہم یہ بھی کوشش کریں گے کہ سارے معاشی اختیارات مرکز کے ہاتھوں میں نہ ہوں، بلکہ صوبے اضلاع اور علاقوں میں تقسیم ہوں۔ معیشت اس طرح فروغ پائے کہ محض چند جزیرے خوشحالی کے نہ ہوں، بلکہ ملک کے طول و عرض میں فراوانی ہو۔ معاشی جدوجہد کے مواقع پھیل جائیں۔ پھر قیمتوں کا استحکام ہمارے پروگرام کا ایک اہم حصہ ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی جس طرح افراطِ زر اس ملک میں جمع ہوا ہے اور جس طرح عام انسان کا زندگی گزارنا مشکل ہوگیا ہے، اس کو قابو میں لائیں۔

آخری چیز یہ ہے کہ ہم انشاء اللہ بیرونی قرضوں سے ملک کو نجات دلانے کی کوشش کریں گے۔ ہم ملک کے اندرونی وسائل اور وہ پاکستانی جو بیرون ملک کام کر رہے ہیں اور جن کے پاس بڑے وسائل موجود ہیں اور پاکستانیوں کے وسائل اور اُمّت مسلمہ کے وسائل کے استعمال سے معاشی ترقی کا راستہ اختیار کریں گے اور اس طرح ملک کو آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک سے نجات دلائیں گے۔

دوستو اور ساتھیو! ہم نے اس ملک میں اشتراکیت اور سرمایہ داری کا تجربہ ۴۰ سال تک کیا ہے اور یہ ثابت ہوگیا ہے کہ یہ ہمارے معاشی مسائل کو حل نہیں کر سکتے۔ میں دعوے کرنے کا عادی نہیں ہوں لیکن معاشیات کے ایک طالبعلم اور اسلام کے ادنیٰ خادم کی حیثیت سے آپ سے یہ بات کہتا ہوں کہ جس معاشی حکمتِ عملی کو جماعتِ اسلامی نے منشور میں پیش کیا ہے اور جس کا خلاصہ میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے، اسلام کی دی ہوئی اس معاشی حکمتِ عملی پر اگر صحیح طریقہ سے عمل ہو تو ۵ سے ۱۰ سال کے اندر اندر اس ملک کی قسمت بدل سکتی ہے۔ ہم یہاں سے غربت کو ختم کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں معاشی انصاف لا سکتے ہیں، ہم یہاں کے عام شہری کی زندگی کو باعزت بنا سکتے ہیں۔

آیئے! سرمایہ داری اور اشتراکیت پر لعنت بھیجتے ہوئے اسلام کے معاشی نظام پر شعور کے ساتھ، فہم و فراست کے ساتھ عمل کریں اور دنیا کے سامنے ایک نئی مثال قائم کریں۔ یہ ہے جماعتِ اسلامی کا معاشی پروگرام۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

صدارتی خطاب

پروفیسر غفور احمد

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

میرے عزیز بھائیو ، اور بہنو ! مجھے اس بات کا احساس ہے کہ اس نشست کا وقت پہلے ہی ختم ہو چکا ہے، اس لیے میں چند منٹ میں اپنی بات مکمل کرنے کی کوشش کروں گا ۔ آپ نے جناب لیاقت بلوچ کی تقریر سنی "نوجوان اسلامی قیادت کا ہراول دستہ ہیں"۔ آپ نے جناب نعیم صدیقی کا مقالہ سنا جو خرابیٔ صحت کی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لا سکے ۔ آئیے ہم سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے ۔ آپ نے ابھی پروفیسر خورشید احمد صاحب کی تقریر بھی سنی ۔ میں اللہ ربّ العزّت کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہماری صفوں میں پروفیسر خورشید احمد جیسے ماہرِ معاشیات موجود ہیں اور یہ تنہا نہیں بلکہ ان کی رہنمائی میں کتنے ہی ادارے اور کتنے ہی لوگ رات دن تحقیق میں مصروف ہیں اور مجھے خوشی ہے کہ یہ وہ کام کر رہے ہیں جو حکومتوں کے کرنے کے ہیں ۔

میں اس بات کو آج پھر آپ کے سامنے دُہراتا ہوں کہ ہر انقلاب کے لیے جذبے ، ہمّت ، جرأت ، عمل اور قربانی کی ضرورت ہوتی ہے ۔ یہ تمام چیزیں ، یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم نوجوانوں میں موجود ہوتے ہیں ۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے جو قربانیاں دی گئی ہیں ان میں بھی ان کا حصہ ہے ۔

۱۹۷۳ء میں بنگلہ دیش نامنظور کی تحریک میں انہوں نے قربانیاں دیں ، ۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کی تحریک میں بھی یہ ہراول دستہ تھے اور یہ قوّت آج پھر پورے ملک میں مصروف عمل ہے ۔ افغانستان کے جہاد میں بھی ہمارے نوجوان پیش پیش ہیں ۔ آج گھٹا ٹوپ اندھیرا

ہے ، ہمارے بہت سے لوگ مصلحت پرستی ، دنیاوی اغراض ، بندگی اور عافیت کوشی میں پڑے ہوئے ہیں ۔ قوم کو بانٹا جا رہا ہے ، لیکن نوجوانوں ہی سے امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ ان اندھیروں کو اجالوں میں بدل دیں گے ، انشاء اللہ سحر ضرور طلوع ہوگی ۔

یہ اجتماع اس بات کی دلیل ہے کہ پاکستان کے نوجوان بیدار ہو گئے ہیں ۔ اب انشاء اللہ اس ملک میں ہم نفرت کی خلیجوں کو باقی نہیں رہنے دیں گے ۔ اور اللہ نے چاہا تو اللہ کا نظام ہی اللہ کی سرزمین پر نافذ ہو گا ۔ خواتین تعداد کے لحاظ سے ہماری آبادی کا نصف حصہ ہو سکتی ہیں ، لیکن میں بلاخوف و تردید یہ بات کہتا ہوں کہ افادیت کے لحاظ سے یہ ۱۰۰ فیصد ہیں ۔ اسلام نے انہیں شرف ، عزّت اور احترام کا مقام دیا ہے ۔ پاکستان میں آج صرف مرد ہی ان کا استحصال نہیں کر رہے ہیں بلکہ خواتین کے حقوق کے لیے سرگرم عمل خواتین کے بعض گروہ بھی ان کا استحصال کر رہے ہیں ۔ یہ مغرب زدہ خواتین پاکستان میں مسلمان خواتین کی نمائندگی نہیں کرتیں ۔

میرے بھائیو ! کراچی میں ابھی خواتین کا ایک اجتماع ہوا۔ شہر کی پوری آبادی دنگ رہ گئی کہ پردہ دار خواتین کا یہ ہزاروں کا اجتماع شہر کراچی میں کیسے ہو سکتا ہے ۔ اگر اس اجتماع کی خبریں ریڈیو ، ٹی وی اور اخبارات میں آتیں تو آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ ایک حیرت انگیز اجتماع تھا ۔

آج آپ اس اجتماع گاہ میں آئے ہیں ۔ آئیے ہم اللہ کا شکر ادا کریں کہ آج سے ۳۶ سال پہلے جماعتِ اسلامی کا جو کل پاکستان اجتماع اسی شہر لاہور میں ہوا تھا ۔ اس میں جتنی تعداد تھی ، اس سے دوگنی تعداد سے زیادہ آج صرف خواتین پردہ کی پوری پابندی کے ساتھ یہاں جمع ہیں ۔ یہ وہ خواتین ہیں جو اللہ کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ میں اپنے حکمرانوں سے اور گمراہوں سے کہتا ہوں کہ یہ خواتین میدانِ عمل میں آگئی ہیں ۔ اب انشاء اللہ پاکستان میں خواتین کا استحصال نہیں ہو گا ۔

بھائیو ! پہلے غیر ملکی آقا دنیا کو فتح کرنے کے لیے اپنی فوجیں لے کر آتے تھے۔ ہندوستان کو بھی انہوں نے فتح کیا تھا اور اب طریقہ یہ ہے کہ باطل نظریات ، امداد اور قرضے دینے کے بعد وہ قوموں کو اپنا محکوم بناتے ہیں ۔ آج پاکستان میں غیر ملکی آقا یہی طریقہ اپنائے ہوئے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں باطل قوّتوں اور حکمرانوں نے اسلام کا راستہ روکا تو اس سے ملک میں شدید خلفشار اور انتشار پیدا ہو گا جبکہ اس ملک کے عوام کی زندگی پہلے ہی اغوا ، قتل اور ڈاکہ زنی کی وارداتوں نے اجیرن کر رکھی ہے ۔ باطل اگر حق سے ٹکرائے گا تو ایک خونی انقلاب جنم لے گا ۔ اگر قوم خود کو اور اپنے ملک کو اس سے بچانا چاہتی ہے تو ہمارا پیغام یہ ہے کہ آؤ! اللہ کی وحدت میں آ

جاؤ ، اسلامی نظام کو اپنا لو ، میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام آئے گا تو کسی پر کوئی ظلم نہیں ہو گا ، کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی ، عدل و انصاف پر مبنی نظام اس ملک کے کروڑوں عوام کے لیے خیر و برکت کا باعث ہو گا ۔

آخر میں ایک بار پھر میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں ۔ آپ نے سفر کی تکلیفیں برداشت کیں ، آپ اس وقت دھوپ میں بیٹھے ہوئے ہیں ، لیکن اس دھوپ میں میری آنکھیں آپ کو دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کر رہی ہیں ۔

یہ اجتماع ایک رُوح پرور اجتماع ہے ۔ اللہ ہمیں اس کی برکتوں سے ضرور نوازے گا ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا کردار

چودھری رحمت الٰہی

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثنائ کے بعد!

میرا موضوع 'پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا کردار' ہے ۔ آج اس اجتماع میں ایسے لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں جو پچھلے پندرہ بیس سال میں جماعت سے وابستہ ہوئے ہیں ، اس لیے وہ جماعت کے اس کام اور کردار سے پوری طرح واقف نہیں ہیں جو اس سے پہلے جماعت نے ادا کیا۔ یہ موضوع اس کمی کو پورا کرنے کے لیے رکھا گیا ہے ۔ یہ نہ تو رپورٹ ہے اور نہ ہی جماعتِ اسلامی کی تاریخ، لیکن ظاہر ہے کہ جماعت کا کردار تاریخ کے آئینہ ہی میں دیکھا جا سکتا ہے ۔

پاکستان کی اور جماعتِ اسلامی کی تاریخ تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہے اور جماعتِ اسلامی کا یہ ۴۸ سالہ جہادِ مسلسل بے شمار پہلو اور گوشے رکھتا ہے ۔

وقت کی کمی کے باعث میں نے یہ سوچ کر کہ ایک فی البدیہہ تقریر میں شاید اس کے تقاضے پورے نہ ہو سکیں اسے قلم بند کر کے پیش کرنا مناسب سمجھا ہے ۔

جماعتِ اسلامی کا مقصدِ وجود وہی ہے جو امّتِ مسلمہ کا مقصدِ وجود خود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، یعنی اللہ کی بندگی کی دعوت اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اللہ کی بندگی پر استوار کر کے شہادتِ حق کا فریضہ ادا کرنا کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

وکذالک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا۔

چونکہ امت صدیوں کے دورِ انحطاط اور دورِ غلامی کی بنا پر نہ صرف اس فریضہ سے غافل ہو گئی تھی، بلکہ خود اس تصوّر ہی سے بڑی حد تک ناآشنا ہو چلی تھی، لہٰذا ضروری تھا کہ پہلے دین کا وہ صحیح تصوّر اور شعور جو نبیٔ آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا اور جس پر عملاً زندگی کے پورے نظام کی تعمیر کر کے امّت کے لیے دائمی نمونہ قائم کیا تھا اسے نکھار کر اپنی اصلی شکل میں پیش کیا جائے، چنانچہ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اسلام کے محض ایک مذہب ہونے (اگرچہ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ایک بہتر اور سچا مذہب ہونے کے رائج تصوّر کے بجائے اسلام کے ایک مکمل دین اور جامع نظامِ زندگی ہونے کی بنیادی حیثیت کو اجاگر کیا، جو دین و دنیا کی تقسیم کو مسترد کر کے انسان سے انفرادی اور اجتماعی دائرہ کے ہر شعبہ اور ہر عمل میں خدا کی بندگی اور اطاعت کا تقاضا کرتا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے امّتِ مسلمہ کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اسے فریضۂ شہادتِ حق کی ادائیگی پر آمادہ کرنے کی تحریک شروع کی۔ اسی مقصد کے لیے جماعتِ اسلامی کی تشکیل کی گئی اور جماعت اپنے یومِ تاسیس ہی سے ساری کشتیاں جلا کر اس جدّوجہد میں منہمک ہو گئی۔

جہاں تک نظریۂ پاکستان کا تعلق ہے اس میں اور جماعتِ اسلامی کے نظریہ اور مقصد میں بڑی یکسانیت ہے۔ نظریۂ پاکستان کے دو بڑے اجزا ہیں۔ دو قومی نظریہ اور اسلامی نظام۔ پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ قومیں وطن، نسل یا زبان سے نہیں بلکہ عقیدہ و نظریہ سے بنتی ہیں، لہٰذا مسلمان اپنے عقیدہ اور نظریۂ حیات کی بنیاد پر ایک الگ قوم ہیں اور ہندو ایک الگ قوم ہیں۔ دونوں قومیں اسی صورت میں آزاد ہو سکتی ہیں کہ دونوں کی اپنی آزاد مملکتیں ہوں، جن میں وہ اپنے اپنے عقیدہ اور نظریہ کے مطابق نظامِ زندگی اختیار کر سکیں۔ مسلمان متحدہ ہندوستان میں رہ کر اسلامی نظامِ زندگی پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے۔ یہی دو قومی نظریہ، مطالبۂ پاکستان اور تحریکِ پاکستان کی بنیاد تھا۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دو قومی نظریہ کی جتنی علمی اور قلمی خدمت علامہ اقبالؒ اور مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے کی کسی اور نے نہیں کی۔ مولانا مودودیؒ نے 'مسئلہ قومیت' اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ دوم کے مضامین میں اس نظریہ کو مسکت دلائل و شواہد کے ساتھ پیش فرمایا اور تحریکِ پاکستان میں مسلم لیگ اور مسلمانوں نے ان

کتابوں کو وسیع پیمانے پر پھیلایا ۔ ان مضامین نے برِّ صغیر میں بسنے والے مسلمانوں کو اس نظریہ پر یکسو کر کے قیامِ پاکستان کی راہ ہموار کرنے میں بڑی مفید خدمت انجام دی ۔

جماعتِ اسلامی کے مخالفین اپنی سیاست بازی یا ذاتی مفاد کے تحت مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی پر مخالفتِ پاکستان کا جھوٹا الزام جتنی بار چاہیں لگائیں اور جتنی ڈھٹائی سے چاہیں دہرائیں، لیکن حقیقت یہی ہے کہ مولانا مودودیؒ اور جماعت اسلامی نے تحریکِ پاکستان کی فکری آبیاری میں بھی بیش بہا کردار ادا کیا اور پھر تحریکِ پاکستان کی تکمیل اور پاکستان کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر کے لیے تو اس کا کردار منفرد اور بے مثال ہے ۔

پاکستان بن جانے کے بعد قائداعظمؒ کی علالت اور پھر ۱۹۴۸ء میں ان کی وفات سے پاکستان اپنے بانی اور حقیقی قیادت سے محروم ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ قیادت ایسے ہاتھوں میں چلی گئی جو پاکستان کے اصل نظریہ اور مقصد، اسلامی نظام کے قیام سے غافل ہو کر جنگِ اقتدار اور حصولِ مفادات میں الجھ گئے ۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر جماعتِ اسلامی نے مولانا مودودیؒ کی دور اندیش قیادت میں پاکستان کو اپنے حقیقی مقصد و منزل سے ہمکنار کرنے کے لیے پیش قدمی کا فیصلہ کیا ۔ یہ گویا تحریکِ پاکستان کا دوسرا مرحلہ تھا ۔ پہلا مرحلہ ایک خطۂ زمین کا حصول تھا اور دُوسرا اس نظریہ و نظام کا قیام و نفاذ تھا جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا ۔

قراردادِ مقاصد

اس مرحلہ کا آغاز ۱۹۴۸ء میں ایک چار نکاتی مطالبۂ نظامِ اسلامی سے کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی جسے برطانیہ نے اقتدار منتقل کیا تھا اور جو ملک کا دستوری و آئینی مستقبل طے کرنے کی مجاز تھی، وہ ایک قرارداد کے ذریعہ یہ اعلان کرے کہ پاکستان میں حاکمیت اعلیٰ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ہوگی اور پاکستان کا آئین قرآن و سنّت کے دیے ہوئے اصولوں پر بنایا جائے گا ۔ مطالبہ بہت سادہ، صاف اور تحریکِ پاکستان کے تقاضوں کے عین مطابق تھا اور اسے منوانے کے لیے کسی بڑی جدّوجہد کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے تھی، لیکن اس کے لیے جماعتِ اسلامی کو ایک مہم چلانی پڑی ۔ ابتدا میں اسے نظرانداز کیا گیا، لیکن جب اس نے کچھ زور پکڑا تو اس کی راہ روکنے کے لیے امیرِ جماعتِ اسلامی مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ صاحب، مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اور قیّمِ جماعت میاں طفیل محمد صاحب کو مخالفتِ پاکستان اور جہادِ کشمیر کے خلاف فتویٰ دینے کے بے بنیاد الزامات لگا کر مقدمہ چلائے بغیر نظربند کر دیا گیا، لیکن ریت کی یہ دیوار اس مطالبہ کی راہ نہ روک سکی اور

جماعتِ اسلامی اپنی قلیل تعداد اور اپنی اعلیٰ قیادت کے منظر سے ہٹ جانے کے باوجود پورے عزم و استقلال سے اس مطالبہ پر ڈٹی رہی ۔ قوم سے بھی اسے بھرپور تائید ملی اور بالآخر تقریباً ایک سال کی سخت جدوجہد کے بعد مارچ ۱۹۴۹ء میں وہ قراردادِ مقاصد منظور کرلی گئی جو اس کے بعد پاکستان کے ہر دستور کے دیباچے میں شامل رہی اور اب آٹھویں آئینی ترمیم کے ذریعہ دستور کے قابلِ نفاذ متن میں شامل کرلی گئی ہے ۔ اس سلسلہ میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ قرارداد آئین ساز اسمبلی میں پیش کرنے سے پہلے اس کا مسودہ مولانا مودودیؒ کو ملتان جیل میں دکھایا گیا اور ان کے اظہارِ اطمینان کے بعد اسے دستوریہ میں منظور کیا گیا ۔ جس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قرارداد جماعتِ اسلامی کی مطالبۂ نظامِ اسلامی کی مہم کے نتیجہ میں منظور کی گئی ۔

قراردادِ مقاصد ایک بنیادی اور انتہائی اہم دستاویز ہے جس میں خدا کی حاکمیت اور اس کے عطا کردہ اقتدار کو مقدّس امانت قرار دے کر اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے کا اقرار کیا گیا ہے نیز اسلام کے عطا کردہ جمہوریت، آزادی، مساوات ، رواداری اور عدلِ اجتماعی کے اصولوں کی پابندی کا عہد اور مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سنّت کی تعلیمات کے مطابق گزارنے کے قابل بنانے کا اعلان کیا گیا ہے ۔ قراردادِ مقاصد پاکستان کے اندر جماعتِ اسلامی کے کردار کا پہلا سنگِ میل اور ایک ایسا فیصلہ کن اقدام تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کا رخ اور منزل متعین ہو گئے ۔ یہ بے دین اور الحادی قوتوں کے لیے شاہ مات تھی ۔ انہوں نے بہت پیچ و تاب کھائے اور بڑا سر مارا، طرح طرح کی چالیں چلیں، لیکن وہ قبلہ تبدیل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں ۔ اور انشاء اللہ کبھی نہ ہو سکیں گی ۔ بے عملی اور بد عملی سے تو یقیناً ہمیں سابقہ رہا ہے، لیکن کسی کو علانیہ اس خط سے ہٹنے کی ہمّت نہیں ہوئی اور اب جبکہ قراردادِ مقاصد آئین کے قابلِ نفاذ حصہ میں شامل ہو گئی ہے اس کی حیثیت دستور کی بقیہ دفعات اور ملکی قوانین کے لیے ایک کسوٹی کی ہو گئی ہے جس سے متصادم ہر قانون کو اور ہر حکم کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے ۔

اسلامی دستور

قراردادِ مقاصد منظور ہو جانے کے بعد جماعتِ اسلامی نے اس کی روشنی میں آئین سازی کے مسئلہ پر اپنی توجہ مرکوز کی ۔ اول تو حکمرانوں نے دستور بنانے میں بہت لیت و لعل سے کام لیا اور جب بنیادی اصولوں کی پہلی رپورٹ شائع ہوئی، تو یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ حکومت قراردادِ مقاصد پاس کرنے کے باوجود ملک میں ایک سیکولر اور جمہوریت گریز آئین لانا چاہتی ہے ۔ اس رپورٹ پر جب ہر طرف سے احتجاج ہوا تو حکمرانوں نے اس کے جواز میں دو ایسی باتیں کہیں اور بڑے

طمطراق سے کہیں جو ان کے نزدیک لاجواب کر دینے والی تھیں ۔ ایک یہ کہ اسلام تو سرے سے آئین کے مسئلہ سے بحث ہی نہیں کرتا اور اسلام نے آئین و دستور کے لیے کوئی اصول و احکام نہیں دیے ۔ دوسرے یہ کہ ہم سنّی، شیعہ ، بریلوی، دیوبندی کونسا اسلام نافذ کریں؟ پہلے چیلنج کے جواب میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و سنّت کے حوالوں سے اسلامی آئین کے بنیادی اصول بیان فرمائے ۔ یہ اصول اگرچہ اسلام کی بنیادی تعلیمات ہی سے لیے گئے تھے، لیکن اس لحاظ سے اپنے اندر ایک ندرت رکھتے تھے کہ صدیوں کے دورِ غلامی نے مسلمان اہلِ علم کو ریاست اور حکومت کے مسائل و معاملات سے بے تعلق کر دیا تھا اور انہیں ان مسائل پر توجہ دینے اور انہیں سمجھنے کا موقعہ ہی نہیں ملتا تھا، لیکن جب مولانا مودودیؒ نے انہیں پیش کیا تو انہیں علماء سے بھی تائید ملی اور حکمران جو لاجواب کرنے چلے تھے خود لاجواب ہو گئے ۔ دوسرے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے جماعتِ اسلامی اور کچھ دوسرے علمائے کرام کی مساعی سے ۱۹۵۱ء میں مشرقی و مغربی پاکستان کے تمام مسلمہ مکاتبِ فکر کے چوٹی کے اکتیس علماء کرام کراچی میں جمع ہوئے اور انہوں نے چند روز کے اندر اسلامی آئین کے ۲۲ نکات متفقہ طور پر منظور کر کے ان کا اعلان کر دیا ۔ یہ دونوں اقدامات ایسے تھے جن کے بعد اسلامی دستور کی تشکیل و تدوین روکنے کے لیے حکمرانوں کے پاس کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہا، لیکن اس کے باوجود جماعتِ اسلامی کو اسلامی دستور کے لیے ایک طویل اور جانگسل مہم چلانی پڑی جس کے دوران رائے عامہ کو بیدار، متحرک اور منظّم کرنے کا کٹھن کام ہی درپیش نہ تھا بلکہ بڑی سخت آزمائشوں اور ابتلا سے بھی گزرنا پڑا ۔ لاہور میں مارشل لاء لگا ۔ مولانا مودودیؒ کو سزائے موت سنائی گئی ۔ دستور ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ ان تمام رکاوٹوں اور حربوں کے باوجود جماعتِ اسلامی کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

کے مصداق اس کی جدّ وجہد کو اس بادِ مخالف نے زیادہ تیز کر دیا ۔ مارچ ۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد منظور ہوئی تھی اس کے بعد سات سال کی پر آشوب جدّوجہد بالآخر مارچ ۱۹۵۶ء میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ایک ایسا دستور بن گیا جو اپنی متعدد خامیوں کے باوجود ایک اسلامی جمہوری آئین کے کم سے کم تقاضے پورے کرتا تھا ۔ اس کے رہنما اصولوں میں قراردادِ مقاصد کی بہت سی شقوں کو سمونے کے علاوہ اس کے قابلِ نفاذ متن میں یہ بات صراحت کے ساتھ طے کر دی گئی کہ آئندہ ملک میں کوئی ایسا قانون نہیں بن سکے گا جو قرآن و سنّت کے خلاف ہو اور موجودہ قوانین کو قرآن و

سنّت کے مطابق ڈھالا جائے گا ۔

ایک اسلامی آئین کی منظوری پاکستان میں جماعتِ اسلامی کے کردار کا دوسرا بڑا سنگِ میل تھا جس نے ہمیشہ کے لیے یہ طے کر دیا کہ پاکستانی ریاست کی بنیاد قرآن و سنّت پر استوار ہوگی ۔ یہ پورے عالمِ اسلام میں پاکستان کا ایک اعزاز بھی تھا ۔ بعد میں آئین کے اس اسلامی رنگ کو بدلنے یا کمزور کرنے کی متعدّد کوششیں ہوئیں ۔ کبھی ریاست کے نام سے اسلام کو خارج کیا گیا، کبھی سوشلزم کو دستور میں داخل کیا گیا، لیکن جماعتِ اسلامی کی بروقت مزاحمت کی بنا پر الحمد للہ ہر بار ان مذموم کوششوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور وقت گزرنے کے ساتھ آئین کا اسلامی رنگ مزید گہرا تو ہوا ہے ہلکا نہیں کیا جا سکا ۔

یہ بات صحیح ہے کہ اسلامی دستور کے تقاضوں سے اغماض برتا گیا اور اس کے نتیجہ میں معاشرے میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں آئی ۔ ہمہ گیر اسلامی انقلاب کے لیے ابھی اور کام کرنے کی ضرورت ہے اور وہ اسلامی انقلاب اس وقت آئے گا جب دستور کے ساتھ اقتدار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہوگا جو اس پر سچا ایمان بھی رکھتے ہوں اور اپنی زندگی میں اس پر عمل بھی کرتے ہوں نیز جو اقتدار کے لیے اسلام کا نام نہ لیتے ہوں بلکہ صرف اسلام کے نفاذ کی خاطر اقتدار حاصل کریں، لیکن یہ بھی ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اسلامی دستور بن جانے کے بعد آئین و قانون مکمل اسلامی نظام لانے کی جدّ و جہد کا راستہ کھولنے کا ذریعہ بن گیا ہے ۔ قراردادِ مقاصد اور اسلامی دستور کی اہمیت کا صحیح ادراک کرنے کے لیے برادر مسلمان ملک ترکی کو دیکھ لیجیے جہاں جمہورت تو ہے، لیکن دستور سیکولر ہے جس کے تحت مذہب کو امورِ ریاست و سیاست میں دخل دینے کی ممانعت ہے ۔ عوام اور حکمران دونوں مسلمان ہیں، وہاں مسلمان نمازیں پڑھ سکتے ہیں، روزے رکھ سکتے ہیں، حج کر سکتے ہیں، لیکن اگر وہاں مسلمان اسلامی نظامِ حکومت کی یا قانونِ شریعت کی بات کرے تو اس کی سزا پھانسی کا تختہ ہے ۔

ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ اسلامی دستور کی منزل ہم نے پاکستان کے مسلمان عوام کی تائید سے پائی ہے اور جماعت سے باہر علماء کرام اور بعض دینی جماعتوں نے بھی اس کے لیے مؤثر آواز اٹھائی ہے، لیکن اس سفر کی رہنمائی و قیادت اور اس کے لیے بھرپور جد و جہد جماعتِ اسلامی کے لیے مقدّر تھی اور جماعت نے اللہ کی تائید و نصرت کے ساتھ اس کا حق ادا کیا ہے اور اس طرح پاکستان میں جماعتِ اسلامی کے کردار کا یہ ایک امتیازی نشان اور اس کی پہچان بن گیا ہے ۔

فکری کام

یہ تمام کامیابیاں اور ان کی اہمیت اپنی جگہ، لیکن جماعت کا اصل کردار اور سب سے بڑا کارنامہ عہدِ حاضر میں اسلام کے خالص اور اصل تصور اور نظریہ کو جس کے نقوش امت کے ذہنوں میں دھندلا گئے تھے، اجاگر کرنا اور نکھار کر پیش کرنا ہے ۔ مغرب کے سیاسی تسلّط اور علمی و سائنسی غلبہ کے اثرات کے تحت اسلام بھی محض ایک مذہب بن کر رہ گیا تھا جو چند عبادات و رسوم اور نکاح و طلاق وغیرہ کے شخصی قانون تک محدود تھا ۔ ان میں دین و دنیا کی تفریق عملاً پوری طرح سرایت کر چکی تھی ۔ اس پس منظر میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن کے اصل نظریہ کو پیش کیا کہ اسلام ایک کامل دین، یعنی مکمل نظامِ حیات ہے جس کی تعلیمات ابدی ہیں اور جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر پہلو میں اور ہر زمانہ میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے ۔ زندگی ایک ناقابلِ تقسیم وحدت ہے جسے انفرادی اور اجتماعی خانوں میں نہیں بانٹا جا سکتا ۔ جس طرح نماز روزہ فرض ہے، اسی طرح اسلام کے اجتماعی ضابطے اور قانون پر عمل کرنا بھی فرض ہے ۔ حاکمیت مطلق کسی انسان، کسی ادارے یا تمام نوعِ انسانی کو مل کر بھی حاصل نہیں ہے، بلکہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کا حق ہے جو کائنات کا خالق اور مالک بھی ہے اور اسے پالنے والا اور چلانے والا بھی ہے ۔ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بُتانِ آذری

مولانا مودودیؒ نے اسلام کے اس اصل تصوّر کو پورے زورِ استدلال کے ساتھ اور پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش فرمایا ۔ اسلام کے مقابلے میں دوسرے نظام ہائے زندگی، جن کا آج دنیا میں سکہ چل رہا ہے ان پر بھرپور تنقید کر کے ان کا بودا اور باطل ہونا ثابت کیا ۔ اسلام کے بارے میں عصرِ حاضر کے ذہن میں ابھرنے والے ہر سوال کا اطمینان بخش جواب دیا ۔ مغربی مفکرین کے پھیلائے ہوئے کانٹوں کو ایک ایک کر کے چنا اور اسلام کے واحد ذریعۂ صلاح و فلاح ہونے کو ثابت کیا ۔ بالخصوص اسلامی ریاست و حکومت اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبہ کے بارے میں اسلام کی تعلیمات کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا، حتّٰی کہ نئی تعلیم یافتہ نسل اسلام کی حقانیت اور اس کے ایک ایسے نظامِ زندگی ہونے پر مطمئن ہو گئی جو دورِ حاضر کے تمام دکھوں کا مداوا کر سکتا ہے ۔ اس فکری و قلمی جہاد کے نتیجہ میں ایک وسیع اور زوردار لٹریچر وجود میں آیا جسے جماعت کے کارکنوں نے خود جذب بھی کیا اور تقسیمِ کتب، لائبریریوں ، دارالمطالعوں، درسِ قرآن، مجالس و

اجتماعات ، اور جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعہ ملک ملک، شہر شہر، بستی بستی اور گلی گلی پہنچانے کے لیے انتھک محنت کی ، نتیجہ یہ ہوا کہ عام تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک فکری تبدیلی پیدا ہوئی اور پہلے سینکڑوں پھر ہزاروں اور پھر لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تبدیل ہوئیں جن میں سے ایک کثیر تعداد نے اس تبدیلی کے لیے مصائب و نقصانات برداشت کیے ۔ نوجوانوں کو گھروں سے نکالا گیا ۔ جائیداد سے عاق کیا گیا ۔ بے شمار لوگوں نے رزقِ حلال کی خاطر عمدہ ملازمتیں اور نفع بخش کاروبار تج دیے ۔ بسا اوقات پتھر کھانے پڑے اور گالیاں سننی پڑیں، لیکن یہ سب مصائب و آلام انہیں اپنے ایمان و یقین سے متزلزل کرنے کے بجائے پختہ کرنے کا ذریعہ بنے ۔

ہمارا نظامِ تعلیم

جو انگریز نے اپنی حکومت کے کل پرزے تیار کرنے اور ہماری نئی نسلوں کے اذہان اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے قائم کیا تھا وہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی جوں کا توں قائم رہا۔ اس نظامِ تعلیم کے تحت ہماری نوجوان نسل کی ایک کثیر تعداد الحاد اور زندقہ میں مبتلا ہو رہی تھی ۔ عقائدِ اسلام کے بارے میں بلکہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شکوک و شبہات عام ہو رہے تھے ۔ شعائر اسلام نماز، روزہ ، ڈاڑھی کو پس ماندگی کی علامت سمجھا جاتا تھا ۔ اعلیٰ تعلیم گاہوں میں ایسے اساتذہ اور طلبہ کا غلبہ تھا جو الحاد اور اشتراکیت کے علمبردار تھے اور ہماری یہ تعلیم گاہیں مولانا مودودیؒ کے الفاظ میں قتل گاہیں بنی ہوئی تھیں ۔ ان حالات میں مولانا مودودیؒ کی فکر اور جماعتِ اسلامی کی کاوشوں نے نہ صرف طلبہ کی نوجوان نسل کو الحاد و اشتراکیت سے بچا لیا بلکہ رفتہ رفتہ انہیں دین کا علمبردار بنا کر کھڑا کر دیا اور ایک وقت آیا کہ الحاد اور اشتراکیت کی یہ شکار گاہیں اسلام کے قلعے بن گئے، جن میں الحاد و اشتراکیت کا نام لینا دشوار ہو گیا ۔

آج کا وہ نوجوان جس نے اس ماحول میں شعور حاصل کیا ہے جب صدرِ مملکت سے لے کر حکومت کا ہر چھوٹے سے چھوٹا عہدے دار، ہر سیاستدان اور ہر دانشور اسلام کے گن گاتا ہے اور اسے ایک مکمل نظامِ زندگی قرار دیتا ہے ۔ وہ نوجوان اسے ایک فطری کیفیت سمجھتا ہے ۔ کیونکہ ایک مسلمان معاشرے کی فطری حالت یہی ہو سکتی ہے ۔ اسے یہ بات سمجھانے کے لیے کہ یہ کیفیت ہمیشہ سے ایسی نہیں تھی، بلکہ کسی کام اور جدّوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے، آج سے نصف صدی پہلے کی حالت کی چند جھلکیاں دکھانا ضروری ہے ۔ اس وقت ہمارے معاشرے کا یہ حال تھا کہ تعلیم یافتہ سوسائٹی میں شعائرِ اسلام کو پس ماندگی کی علامت سمجھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا تھا ۔ کسی نوجوان کا ڈاڑھی رکھنا اسے سول اور فوج کے اعلیٰ عہدوں کے لیے نااہل بنا دینے کے لیے کافی

تھا جس کی پاکستان بننے کے بعد کی مثالوں سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں ۔ تعلیم یافتہ طبقہ میں برملا یہ کہا جاتا تھا کہ سائنس کی حیران کن ترقی کے اس دور میں اسلام قابلِ عمل نہیں رہا ۔ ہمارے قانون دان طبقہ میں اسلام کے تعزیری قوانین کو 'وحشیانہ' سمجھا جاتا تھا ۔ سنّت کے بارے میں یہ کہا جاتا تھا کہ یہ قصے کہانیاں ہیں جن میں صحیح اور غلط کی تمیز ممکن نہیں ہے، لہٰذا یہ ماٰخذ قانون نہیں بن سکتی، جناب اے ۔ کے بروہی مرحوم جو بعد میں اسلامی نظام کے حامی اور موید بنے اور اسلام اور تحریکِ اسلامی کی بڑی خدمت بھی کی ۔ ان کا انگریزی 'روزنامہ ڈان' کراچی میں چھپنے والا وہ مضمون قانون دان اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ کے اس وقت کے ذہن کی پوری عکاسی کرتا ہے جس میں انہوں نے اعلان فرمایا کہ اگر کوئی صاحب قرآن سے اسلامی دستور کے احکام نکال دیں تو وہ انہیں پانچ ہزار روپے بطور انعام دیں گے' حتیٰ کہ کچھ علماء کرام نے بھی ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک شیخ الاسلام کا منصب ہو اور ایک وزارت اوقاف ہو ۔

اس کیفیت کے مقابلہ میں آج تعلیم یافتہ طبقہ اسلام کو ایک مکمل نظامِ حیات اور عصرِ حاضر میں قابلِ عمل تسلیم کرتا ہے اور اس کی اکثریت اس پر مطمئن ہے ۔ ہمارے وکلاء اور جج اسلام کے تعزیری قوانین کو نہ صرف صحیح سمجھتے ہیں. بلکہ بین الاقوامی کانفرنسوں میں ان کی برتری پر تقریریں کرتے ہیں ۔ سنّت کو قرآن کی طرح قانون کا ماخذ مانتے ہیں ۔ اسلام کے آئینی اصولوں کا وجود بھی مسلّم ہو چکا ہے ۔ اور وہ ایک حد تک آئین کا حصہ بن چکے ہیں اور اسلام کا نظامِ حیات ملّتِ پاکستان کا قومی نظریہ بن چکا ہے ۔ یہ عظیم تبدیلی ایک طویل اور صبر آزما جدوجہد کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے ۔ اس تبدیلی میں علماء کرام اور دوسری دینی جماعتوں کا بھی حصہ ہے ۔ لیکن اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں ہے کہ اس میں بنیادی اور فیصلہ کن کردار مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی قیادت میں جماعتِ اسلامی کا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعتِ اسلامی جس نظریہ کو لے کر اٹھی تھی اسے واضح طور پر فکری غلبہ حاصل ہو چکا ہے جو ایک نہ ایک دن عملی غلبہ پر منتج ہو کر رہے گا ۔ انشاء اللہ ۔

اس نظریہ نے نہ صرف پاکستان میں قبولِ عام حاصل کر لیا ہے، بلکہ پورے عالمِ اسلام میں اس کی گونج سنی جا رہی ہے ۔ اس فکر پر مشتمل لٹریچر کا جماعتِ اسلامی نے کم و بیش تیس زبانوں میں ترجمہ کر کے پوری دنیا میں پھیلایا ہے اور ہر مسلمان ملک کے پڑھے لکھے لوگوں میں یہ مقبول ہو رہا ہے، بالخصوص مسلمانوں کی نوجوان نسل خود اس کی داعی بن کر اٹھ رہی ہے اور ہر مسلمان معاشرہ میں اصل اسلام کی طرف لوٹنے کی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں ۔ آج پورے کرۂ ارض پر جہاں بھی مسلمان آباد ہیں یہ نظریہ اور اس پر مشتمل لٹریچر وہاں پہنچا ہے اور اس کے زیرِ اثر کہیں کم اور کہیں زیادہ ہلچل پیدا ہوئی ہے ۔ چونکہ اس تحریک کا مرکز پاکستان ہے اس وجہ سے آج پاکستان پوری دنیا

میں کروڑوں مسلمانوں کی امیدوں کا مرکز ہے ۔

پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا یہ وہ کردار ہے جس پر پاکستان کو فخر ہونا چاہیے، جماعت کا یہ کردار امتِ مسلمہ کے ایک نئے دور کی تمہید ہے ۔ اس کے اثرات انشاء اللہ صدیوں تک رہیں گے ۔

فتنوں کی سرکوبی

جماعتِ اسلامی کو اس جہاد کے دوران مختلف فتنوں کا بھی سامنا رہا ہے اور اس نے ان کا قلع قمع کرنے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ان میں سے چند بڑے فتنوں کا ذکر یہاں نامناسب نہ ہو گا ۔ اس دور کا سب سے بڑا عالمی فتنہ اشتراکیت اور سوشلزم ہے جس نے کرۂ ارض کے ایک بہت بڑے حصہ کو اپنی لپیٹ میں لے کر اور کروڑوں انسانوں کو جبر کے شکنجہ میں کس کر ناقابلِ بیان مصائب و آلام سے دوچار کیا ۔ ستر سال کے تجربہ کے بعد اگرچہ اب وہ خود اپنے مرکز میں شکست سے دوچار ہے ، لیکن جس وقت پاکستان بنا اس وقت وہ اپنے شباب پر تھا اور پوری دنیا کو زیر و زبر کر رہا تھا ۔ پاکستان میں بھی اس کے ایجنٹ اور اس کے موئد نہ صرف سرگرم تھے، بلکہ وہ اعلیٰ، تعلیمی اداروں، مزدوروں اور ادب و صحافت کے اعصابی مراکز پر بلاشرکتِ غیرے قابض اور مسلّط تھے ۔ انہوں نے روس کی پشتیبانی، وسیع لٹریچر اور اپنے پروپیگنڈے کے بل پر دانشور طبقہ میں ہلکے پھلکے سرخ رنگ کو فیشن بنا دیا تھا ۔ جماعتِ اسلامی کو شروع ہی سے اس خطرے کا احساس تھا اور وہ اس کے تدارک کی فکر کرتی رہی تھی ، چنانچہ جیسے جیسے طلبہ، مزدوروں اور صحافیوں میں اسلامی تحریک کے اثرات بڑھے اشتراکی اور سوشلسٹ عناصر کو پسپا ہونا پڑا ۔ اسلامی دستور کی مہم اور بعض دوسرے اہم امور سے جب قدرے فراغت ملی تو جماعت نے فکری اور علمی محاذ پر سوشلزم کا بھرپور مقابلہ کرنے کا پروگرام بنایا 'ماہنامہ چراغ راہ' کا سوشلزم نمبر شائع کیا گیا جس میں کمیونزم اور سوشلزم پر ہر پہلو سے مسکت علمی تنقید کی گئی، اس کے بعد ان مضامین کو اور بہت ساری دوسری تحریروں کو کتابچوں کی شکل میں چھاپ کر بڑے پیمانے پر ملک میں پھیلایا گیا۔ اس سلسلہ میں کم و بیش پچاس کتابچے شائع کیے گئے ۔ سوشلزم کے خلاف جماعت کے اس جہاد میں دوسرے دینی عناصر نے بھی تعاون کیا ۔ سوشلسٹ عناصر نے غنڈہ گردی اور تشدد کا بھی سہارا لیا، لیکن جماعت کی ردِ سوشلزم مہم اس قدر زوردار تھی کہ اس نے دلیل و فکر کے میدان میں کمیونزم اور سوشلزم کے پاؤں اکھاڑ دیے ۔ سوشلزم کے حامیوں نے اسلامی سوشلزم کی آڑ لی لیکن یہ بھی زیادہ دیر نہ ٹھہر سکی ۔ فکری میدان میں شکست کھانے کے باوجود یہ عناصر اگرچہ کہیں کہیں اپنی کمین گاہوں میں

بیٹھے ہیں، لیکن طلبہ اور مزدوروں پر اب ان کا تسلّط نہیں رہا ۔ صحافت اور سرکاری ذرائع ابلاغ، بالخصوص ٹی وی کے ذریعہ یہ اپنا زہر پھیلاتے رہتے ہیں، تاہم اب چونکہ اشتراکیت خود اپنے گھر میں مسترد ہو چکی ہے۔ اس لیے یہ کوئی نظریاتی خطرہ نہیں بن سکتے، البتہ ان کی خلافِ اسلام سرگرمیاں اور سازشیں جاری ہیں ۔ جو اباحیت پسندی اور عریانی و فحاشی کو پھیلانے کا ذریعہ بن رہی ہیں ۔

دوسرا بڑا فتنہ انکارِ سُنّت کا تھا ۔ جس کا مقصد سُنّت سے رشتہ کاٹ کر امت کو ایک بے لنگر جہاز بنا دینا تھا، جسے وقت کی لہریں ادھر سے ادھر لیے پھریں ۔ غلام احمد پرویز صاحب کی سرکردگی میں اس فتنہ نے جدید تعلیم یافتہ ذہن کو کافی متأثر اور گمراہ کر رکھا تھا جس کی بازگشت وقتاً فوقتاً سنائی دیتی رہتی تھی۔ اسی کا ایک حصہ وہ مراسلت تھی جو اس موضوع پر ڈاکٹر وودو صاحب اور مولانا مودودیؒ کے مابین ہوئی، بالآخر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے اس مسئلہ پر" ماہنامہ ترجمان القرآن" کا ایک خصوصی نمبر شائع کیا جس میں سنّت کی دینی اور آئینی حیثیت پر پوری شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ۔ یہ بحث اس قدر مدلّل اور زوردار تھی کہ اس کا کوئی جواب منکرینِ حدیث کے پاس نہیں تھا ۔ یہ بحث بعد میں" سنّت کی آئینی حیثیت" کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کر دی گئی ہے ۔ اگرچہ اس قسم کے فتنے کبھی بالکل معدوم نہیں ہوتے لیکن اب اس میں کوئی دم خم نہیں رہا اور ان کے سابقہ اثرات بھی اب بہت محدود ہو گئے ہیں ۔

تیسرا بڑا اور خطرناک فتنہ قادیانیت کا ہے ۔ جسے شروع ہی سے انگریزی حکومت کی پوری سرپرستی حاصل رہی ہے۔ یہ امّت کے اس رشتہ کو کاٹ کر اس کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش تھی جس نے ختمِ رسالت کے عقیدہ کے ذریعہ امّت کو ایک وحدت میں پرو دیا ہوا ہے ۔ اور پوری امّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر مجتمع ہے ۔ علمائے کرام اور مختلف دینی جماعتیں شروع ہی سے اس فتنہ کا مقابلہ کرتی رہی ہیں اور پاکستان بننے کے بعد جب اس فتنہ کا مرکز قادیان سے ربوہ منتقل ہو گیا تو اس مقابلہ میں مزید شدّت پیدا ہو گئی ۔ ۱۹۵۳ء میں جب قادیانی فتنہ کے خلاف ایک تحریک اٹھ کھڑی ہوئی تو مولانا مودودیؒ نے قادیانی علم الکلام کی بحثوں میں الجھے بغیر عام فہم انداز میں ایک کتابچہ لکھ کر اس فتنہ کی حقیقت اور اس کے سیاسی عزائم و مضمرات سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کیا اور قادیانیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا ۔ جس سے عام پڑھے لکھے مسلمان جو اسے محض ایک مذہبی بحث سمجھتے تھے وہ بھی اس کے خطرات سے آگاہ ہوئے اور اس فتنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ۔ بدقسمتی سے تحریک فسادات کا شکار ہو گئی اور لاہور میں مارشل لاء لگ گیا۔ پنجاب میں جماعت کے سینکڑوں رہنما گرفتار ہوئے ۔ مولانا مودودیؒ کو مارشل لاء حکام

نے گرفتار کر کے 'قادیانی مسئلہ' کتابچہ لکھنے پر موت کی سزا سنائی ۔ حکام کا خیال تھا کہ مولانا مودودیؒ رحم کی اپیل کریں گے، لیکن مولانا مرحوم و مغفور نے یہ کہہ کر رحم کی اپیل کرنے سے خود بھی انکار کر دیا اور اپنے اہلِ خانہ کو بھی منع فرمادیا کہ زندگی اور موت کے فیصلے زمین پر نہیں آسمان پر ہوتے ہیں۔ اگر میری موت کا فیصلہ وہاں ہوچکا ہے تو کوئی مجھے بچانہیں سکتا، لیکن اگر وہاں میری زندگی کا فیصلہ ہے تو یہ حکمران خود الٹے لٹک جائیں گے مجھے نہیں لٹکا سکتے ۔ بعد میں اندرونِ پاکستان و بیرونِ پاکستان پر زور احتجاج کے نتیجہ میں یہ سزا عمر قید میں تبدیل کر دی گئی ۔

ان فسادات کی انکوائری کے لیے چیف جسٹس پنجاب ہائی کورٹ جسٹس منیر اور جسٹس کیانی پر مشتمل جو انکوائری کمشن بنایا گیا اس میں پورا قادیانی مسئلہ زیر بحث آیا ۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کو بھی عدالت میں طلب کیا گیا اور جماعتِ اسلامی نے اس میں بھرپور حصہ لیا ۔ اس انکوائری کمیشن کے سامنے زبانی جرح کے علاوہ مولانا مودودیؒ نے تین تحریری بیانات داخل کیے جن میں اس کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا اور کمشن کی طرف سے قادیانیت کے بارے میں اٹھائے گئے تمام سوالات کا مفصّل جواب دیا گیا ۔ ان بیانات میں اس مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح کر دیا گیا ہے ۔ اور پھر جب منیر انکوائری رپورٹ شائع ہوئی تو یہ صرف جماعتِ اسلامی تھی جس نے اس رپورٹ پر مفصل علمی تبصرہ کیا اور رپورٹ کی دھجیاں بکھیر دیں ۔ جماعت کا یہ تبصرہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں شائع ہوا ہے ۔

فسادات، مارشل لاء اور انکوائری کمشن سب کے باوجود اس وقت کے حکمرانوں نے یہ مسئلہ حل کرنے سے پہلو تہی کی اور قادیانیوں کے خلاف لاوا پکتا رہا ۔ جماعتِ اسلامی بھی قادیانیت کے خلاف کام کرتی رہی اور دوسری دینی جماعتیں بھی مسلسل اس مسئلہ کو اٹھاتی رہیں ۔ بالآخر تقریباً بیس سال بعد ۱۹۷۴ء میں ربوہ ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں کی جانب سے نشتر میڈیکل کالج کے طلبہ، جن کا تعلق اسلامی جمعیت طلبہ سے تھا، پر ایک طے شدہ منصوبے کے تحت حملہ کر کے بہت سے نہتے طلبہ کو زخمی کر دیا گیا ۔ اس واقعہ کا شدید اور فوری ردِّ عمل پورے ملک میں ہوا اور قادیانیوں کے خلاف پکتا ہوا لاوا ابل پڑا ۔ جماعتِ اسلامی نے دوسری دینی اور محبِّ وطن جماعتوں کے ساتھ مل کر مجلسِ عمل برائے تحفّظِ ختمِ نبوت کی تشکیل کی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے مطالبات پیش کیے اور اس ردِ عمل کو ایک پر امن ہمہ گیر اور منظم تحریک میں ڈھالا ۔ واقعۂ ربوہ کی تحقیقات کے لیے جو ٹریبونل بنا جماعت نے اس میں بھی پوری دلچسپی لی اور تحریک میں بھی بھرپور کردار ادا کیا ۔ پارلیمانی محاذ پر جماعت کے

پارلیمانی لیڈر پروفیسر غفور احمد صاحب نے مؤثر اور نمایاں کردار ادا کیا ۔ اس ملک گیر، منظم اور زوردار تحریک نے بالآخر وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنے حلیف قادیانیوں اور لاہوریوں کو ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ غیر مسلم اقلیت قرار دے دیں ۔ یہ ترمیم ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے اتفاقِ رائے سے منظور کر لی، تاہم قادیانیوں کو کلیدی آسامیوں سے ہٹانے اور اپنی حدود میں رکھنے کے لیے کوئی عملی اقدام نہ ہوا ۔ خود قادیانیوں نے اس ترمیم کو عملاً تسلیم نہ کیا اور ان کی ریشہ دوانیاں اور اشتعال انگیزیاں جاری رہیں، لہٰذا اس فتنہ کے خلاف جدّ وجہد بھی جاری رہی ۔ پھر جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت میں عوامی دباؤ کے نتیجہ میں ایک آرڈی ننس کے ذریعہ انہیں امتِ مسلمہ کے شعائرِ مسجد، کلمہ اور اذان .... کو استعمال کرنے سے روک دیا گیا ۔ ان پابندیوں اور عوامی دباؤ کے نتیجہ میں اب انہوں نے اپنا مرکز ربوہ سے اپنے سرپرستوں کے دیس انگلستان میں منتقل کر لیا ہے ۔ اور ان کی سرگرمیاں بھی کچھ ماند پڑ گئی ہیں ۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس فتنہ کا قلع قمع ہو گیا ہے، لیکن یہ ضرور ہے کہ اب پاکستان کی حد تک یہ دب گیا ہے ۔

ان میں سے ہر فتنہ ایک اہم محاذ تھا ۔ ہر ایک محاذ پر جماعتِ اسلامی نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے اور ہر محاذ پر اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے ہمکنار کیا ہے ۔

جہادِ کشمیر

۱۹۴۸ء میں مطالبۂ نظامِ اسلامی کی مہم کے دوران مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور ان کے رفقا کو گرفتار کر کے ان پر جو الزامات لگائے گئے تھے ان میں جہادِ کشمیر کی مخالفت بھی شامل تھی ۔ آئیے ذرا کشمیر اور جہادِ کشمیر کے سلسلہ میں مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کا کردار بھی دیکھ لیں ۔

قیامِ پاکستان کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مولانا مودودیؒ نے اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب نواب ممدوٹ سے ملاقات کر کے انہیں یہ مشورہ دیا کہ یہ افراتفری کا وقت ہے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر پاکستان کو اپنے جائز حق کشمیر پر قبضہ کر لینا چاہیے جو ان حالات میں بغیر کسی بڑی مزاحمت کے ہو سکتا ہے ۔ نواب ممدوٹ نے جواباً فرمایا کہ حکومت تمام حالات سے باخبر ہے اور وہ جو کچھ پاکستان کے مفاد میں سمجھے گی، کرے گی ۔ پھر جب کشمیر میں جہاد شروع ہو گیا تو مولانا مودودیؒ کا موقف یہ تھا کہ اب پاکستان کو علی الاعلان کشمیر میں اپنی فوج بھیج کر اس مسئلہ کو حل کر لینا چاہیے ۔ یہ دو مواقع ضائع ہو جانے کے بعد پھر ۱۹۶۵ء میں کشمیر میں جو کیفیت پیدا ہوئی اس کے بارے میں اس بحث میں جائے بغیر کہ آیا اس کے پیچھے واقعی آزادئ کشمیر کا مقصد کارفرما تھا یا ایوب حکومت کے بعض عناصر

کوئی اور سیاسی کھیل کھیلنا چاہتے تھے ۔ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کشمیری مسلمانوں نے اسے جہادِ آزادی سمجھ کر اس میں حصہ لیا اور اس کے نتیجہ میں ان کی بہت بڑی تعداد کو لٹی پٹی حالت میں آزاد کشمیر میں دھکیل دیا گیا۔ اس موقعہ پر جماعتِ اسلامی نے بھاری تعداد میں سامان اور نقد روپیہ جمع کر کے حکومتِ آزاد کشمیر کی معرفت او۔ جماعت کے اپنے امدادی مراکز سے ۲۴،۸۵،۱۷ مہاجرینِ کشمیر میں تقسیم کیا اس موقعہ پر ملک کے دوسرے بہت سے اداروں نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ لیا لیکن حکومتِ آزاد کشمیر کے بلیٹن شاہد ہیں کہ جماعتِ اسلامی کی فراہم کردہ اعانت دوسرے اداروں کے مجموعی سامان سے بھی زیادہ تھی ۔ فراہمیٔ سامان کے علاوہ جماعت نے آٹھ مقامات پر طبّی امداد کے مراکز قائم کر کے ۱،۰۳،۰۱۶ مریضوں کا علاج کیا نیز سرحدی علاقوں میں ۲۲۹ مساجد کی آبادکاری کا بھی انتظام کیا ۔ حکومتِ آزاد کشمیر کے صدر نے جماعتِ اسلامی کی جہادِ کشمیر کے لیے ان گراں قدر خدمات کا ایک خط کے ذریعہ اعتراف فرمایا اور اس کی تحسین کی ۔

مولانا مودودیؒ جن بین الاقوامی کانفرنسوں میں تشریف لے گئے ہمیشہ وہاں مسئلہ کشمیر پیش کر کے اس کے حق میں قرارداد منظور کرواتے تھے ۔ عالمی رائے عامہ کو مسئلہ کشمیر کی حقیقت سمجھانے کے لیے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے ایک کتابچہ تصنیف کیا جس کو عربی، انگریزی، فرانسیسی، اور بنگلہ زبان میں ترجمہ کر کے ہزاروں کی تعداد میں مختلف ممالک میں تقسیم کیا گیا ۔ مولانا مودودیؒ کے بعد میاں طفیل محمد صاحب اور جماعت کے دیگر رہنما بھی مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی کانفرنسوں میں اٹھاتے رہے ہیں ۔

جہادِ پاکستان

جماعتِ اسلامی کے مخالفین جماعت پر پوری ڈھٹائی سے تحریکِ پاکستان کی مخالفت کا بے بنیاد الزام لگاتے رہتے ہیں حالانکہ میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ مولانا مودودیؒ نے دو قومی نظریہ کی فکری اور قلمی خدمت کے ذریعہ تحریکِ پاکستان کی راہ ہموار کی۔ اب میں تحفّظِ پاکستان کے لیے مولانا مودودیؒ اور جماعتِ اسلامی کی خدمات کا ایک مختصر جائزہ پیش کرنا چاہتا ہوں ۔ ٦ ستمبر ۱۹۶۵ء کو جب بھارت نے اچانک مغربی پاکستان پر حملہ کر دیا تو مولانا مودودیؒ نے جنرل ایوب خان کی حکومت کے تمام مظالم، زیادتیوں اور اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر دفاعِ پاکستان کے لیے حکومت کو جماعت اسلامی کے غیر مشروط اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا ۔ مولانا مودودیؒ نے ریڈیو پاکستان سے متعدد تقریریں کر کے قوم اور افواجِ پاکستان میں ناقابلِ تسخیر جذبۂ جہاد پیدا کیا اور پوری جماعت اپنی دوسری تمام سرگرمیاں بند کر کے دفاعِ وطن کی جدوجہد میں لگ گئی ۔ ہر ضلع میں اور ہر سطح پر سعیٔ جہاد کے لیے جو کمیٹیاں

انتظامیہ کی طرف سے بنائی گئیں ان میں جماعت نے بھرپور حصہ لیا ۔ جماعت کے کارکنوں نے بڑی تعداد میں افواجِ پاکستان کی مدد کے لیے اپنی خدمات پیش کیں ۔ جگہ جگہ رضاکارانہ طور پر اہم مقامات اور تنصیبات کی حفاظت اور پہرہ کا انتظام کیا ۔ فوجی یونٹوں کے لیے کھانا اور دوسری ضروریات فراہم کیں ۔ بھارت کے اچانک حملہ کے نتیجہ میں بعض سرحدی علاقوں میں عام آبادی کا شدید جانی نقصان بھی ہوا اور ان علاقوں کے باشندے بڑی تعداد میں بے گھر ہو کر اندرونِ ملک پناہ گزیں ہوئے ۔ جماعتِ اسلامی نے ان جنگی بے گھروں کی امداد اور جنگ کے بعد ان کی دوبارہ آباد کاری میں نمایاں حصہ لیا ۔ اس سلسلہ میں بستر، کپڑے اور سامان خورد و نوش کی فراہمی کے علاوہ ان سرحدی علاقوں میں ۱،۱۴،۷۷،۴۷ مریضوں کو طبّی امداد بہم پہنچائی ۔

اسی طرح جب ۱۹۷۱ء میں بھارت نے نہ صرف مشرقی پاکستان میں بغاوت کے لیے بنگلہ قوم پرستوں پر مشتمل مکتی باہنی کو تربیت دی اور مسلح کر کے افواجِ پاکستان سے لڑا دیا، بلکہ ان کی مدد کے لیے اپنے مسلح مداخلت کار بھی داخل کر دیے تو جماعتِ اسلامی نے پاکستان کی سالمیت اور تحفظ کی خاطر فوج سے تعاون کا فیصلہ کیا، چنانچہ جماعت نے ایک طرف مکتی باہنی اور بھارتی مداخلت کاروں کا مقابلہ اور صفایا کرنے کے لیے رضاکار فراہم کیے اور دوسری طرف حالات کو سنبھالنے اور عام آبادی کی مشکلات رفع کرنے کے لیے دوسری محبِّ وطن جماعتوں کے ساتھ مل کر امن کمیٹیاں قائم کیں ۔

بنگلہ نیشنلزم کے جنون کے مقابلہ میں جماعتِ اسلامی مشرقی پاکستان نے جس خالص اسلامی کردار کا مظاہرہ کیا وہ ہر مسلمان کے لیے مشعلِ راہ ہے اور اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ اسلام رنگ، نسل اور زبان ہر چیز سے بالا ہے اور صرف اسلام ہی ایک ایسا دین اور نظریہ ہے جسے اگر اخلاص کے ساتھ اپنایا جائے تو وہ عملاً نسلِ انسانی سے ان امتیازات اور تعصبات کو مٹا سکتا ہے اور اگر واقعی اسلام کو پاکستان میں نظامِ زندگی کی بنیاد بنا لیا گیا ہوتا تو ہرگز وہ حالات پیدا نہ ہوتے جن کی وجہ سے پاکستان دولخت ہو گیا ، بہرحال جب قوم پرست عناصر نے اپنے مقاصد کے لیے بھارت کی مدد سے ملک کی سالمیت کو بھی داؤ پر لگا دیا تو جماعتِ اسلامی نے پاکستان کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگا دی ۔ جماعتِ اسلامی مشرقی پاکستان نے باغیوں اور بھارتی حملہ آوروں سے نمٹنے کے لیے ہزاروں نوجوان فراہم کیے جنہوں نے فوج کے شانہ بشانہ اپنے خون سے پاکستان کو بچانے کی جد و جہد کی ۔ یہاں میں 'البدر' کا خصوصی تذکرہ کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ یہ خالص اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے لکھے پڑھے نوجوانوں پر مشتمل رضاکار فورس تھی جس نے بغیر کسی مادی طمع و لالچ کے خالصۃً جذبۂ جہاد سے اپنی جانیں پاکستان پر نچھاور کیں ۔ انہوں نے دشمن ہی کی

نہیں بعض اوقات اپنوں کی بھی زیادتیاں سہیں، لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی ۔ ان نوخیز مجاہدوں نے جن فوجی افسروں کے ساتھ مل کر دفاعِ پاکستان کی جنگ لڑی ان میں سے بعض مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ سے ملنے کے لیے جماعتِ اسلامی کے مرکز میں آئے اور کہا کہ ہم صرف اس شخصیت کو دیکھنے آئے ہیں جس نے مشرقی پاکستان کے بنگالی نوجوان کو یہ سیرت و کردار اور پاکستان کے لیے یہ جانثاری دی ہے ۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد جماعتِ اسلامی کے کارکنوں کو سب سے بڑھ کر ہر نوع کے ظلم و ستم اور قتل و غارت کا نشانہ بنایا گیا ۔ جماعت کے تقریباً دس ہزار کارکن اور حامی شہید کر دیے گئے ۔ دس بارہ ہزار کے درمیان جیلوں میں ڈالے گئے اور ہزارہا کی تعداد میں اپنے گھربار اور بے سہارا بیوی بچوں کو خدا کے سپرد کر کے روپوش ہونے پر مجبور ہوئے ۔ مَیں جماعتِ اسلامی پر مخالفتِ پاکستان کی تہمت لگانے والوں سے پوچھتا ہوں کہ ان میں سے یا ان سے باہر وہ کون سا گروہ یا جماعت ہے جس نے پورے شعور کے ساتھ پاکستان کے تحفّظ کے لیے اس کے عشرِ عشیر بھی قربانی دی ہو ؟ جماعتِ اسلامی، پاکستان کی سرزمین کو اسی طرح مقدّس سمجھتی ہے جیسے مسجد کی زمین مقدّس ہوتی ہے، اس لیے اس کی حفاظت کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہے اور مشرقی پاکستان میں اس نے اپنے اس کردار کا عملی مظاہرہ کر کے دکھا دیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں جماعتِ اسلامی نے شجاعت و قربانی اور صبر و استقامت کی جو تابندہ مثالیں قائم کی ہیں ان کی داستانیں انشاء اللہ اسلام کے شیدائیوں اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کو ہمیشہ گرماتی رہیں گی اور انہیں جوانمردی اور جرأت کا درس دیتی رہیں گی ۔

سقوطِ ڈھاکہ کے بعد بھٹو صاحب نے مغربی پاکستان میں بطور سول چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اقتدار سنبھال لیا اور معاہدۂ شملہ کے نام سے معاہدۂ تاشقند کا اعادہ کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ۔ اس کے بعد وہ بنگلہ دیش کو باقاعدہ تسلیم کرنے کے لیے زمین ہموار کرنے لگے ۔ جماعتِ اسلامی نے بنگلہ دیش نامنظور تحریک چلائی اور امیر جماعتِ اسلامی محترم میاں طفیل محمد نے ہر جگہ بھٹو صاحب کا تعاقب کیا ۔ اس طرح پورے دو سال تک انہیں بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی ہمت نہ ہو سکی ۔ بالآخر انہوں نے فروری ۱۹۷۴ میں لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس بلائی اور اس کی آڑ میں بنگلہ دیش کو قانونی جواز دے دیا اور اس طرح اس ڈرامہ کا ڈراپ سین ہو گیا ۔

آمریت کی مخالفت

جماعتِ اسلامی اصولی طور پر آمریت کو غلط سمجھتی ہے اور شروع سے آمریت کی مخالف رہی

ہے ۔ اسی طرح ہم مارشل لاء کو بھی غلط سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ملک کو کسی شدید بحران یا خانہ جنگی سے بچانے کے لیے اگر اور کوئی چارۂ کار نہ ہو تو عارضی طور پر مارشل لاء کو گوارا کیا جا سکتا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت سے تجاوز یا تعرّض نہ کرے۔ لیکن اسے برسوں طرزِ حکمرانی کے طور پر اختیار کر لینے کا ہمارے نزدیک کوئی جواز نہیں ہے۔ جماعتِ اسلامی اپنے اس موقف پر ہر آمریت اور ہر مارشل لاء دور میں قائم رہی ہے اور حالات کے مطابق ان کو بدلنے کے لیے بھی اپنا کردار ادا کرتی رہی ہے ۔ جب غلام محمد نے بطور گورنر جنرل آمرانہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے دستور ساز اسمبلی کو توڑ دیا تو جماعت نے نہ صرف اس کے خلاف آواز اٹھائی بلکہ اسمبلی کے اسپیکر جناب مولوی تمیزالدین خان کو آمادہ کر کے اس اقدام کو عدالتِ عالیہ میں چیلنج کروایا اور اس کے لیے ہر قسم کی تائید و اعانت فراہم کی ۔ ایوب خان کی آمریت سے ملک کو نکالنے کے لیے ہم نے سی او پی، پی ڈی ایم اور ڈیک میں شریک ہو کر جدّ و جہد کی، بھٹو کی آمریت سے نجات کے لیے جماعت نے پہلے یو ڈی ایف میں اور پھر پاکستان قومی اتحاد میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ان تمام اتحادوں میں جماعت کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی رہی ہے ۔ ضیاء الحق کے طویل مارشل لاء کو بھی ہم نے کبھی جائز تسلیم نہیں کیا، البتہ جنرل ایوب خان اور مسٹر بھٹو کے خلاف چلائی گئی تحریکات کے تجربات اور ان کے نتائج کے پیشِ نظر جماعت نے مارشل لاء سے گلو خلاصی کے لیے اپنی حکمتِ عملی ضرور تبدیل کی ۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ ایجی ٹیشن کے ذریعہ فوج کو واپس بیرکوں میں دھکیلنے کی کوششوں کا نتیجہ پاکستان میں اور دیگر ممالک میں بھی ہمیشہ ایک نئے اور تازہ دم جرنیل یا آمر کی شکل میں نکلا ہے الا ماشاءاللہ۔ جماعت نے رائے عامہ کے دباؤ اور افہام و تفہیم کے ذریعہ نمائندہ حکومت کی بحالی کی سعی جاری رکھی جو بالآخر کامیاب ہوئی اور ۱۹۸۵ء میں ایک منتخب پارلیمنٹ اور حکومت بحال ہو گئی ۔

خدمتِ خلق

جماعتِ اسلامی کے کردار کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس نے دکھی انسانیت کی خدمت کو اپنے پروگرام کا مستقل حصہ بنایا ہے ۔ قیامِ پاکستان کے وقت لٹے پٹے قافلوں اور مہاجرین کے کیمپوں سے لے کر آج تک ہر قومی آفت ـــ زلزلہ، سیلاب یا وبا ـــ کے موقعہ پر جماعت کے کارکنوں نے گلی گلی کی خاک چھان کر امداد و اعانت جمع کی ہے اور ہر قسم کے خطرات کو انگیز کر کے مصیبت زدہ بھائیوں تک پہنچائی ہے ۔ اس سلسلہ میں جماعت کا کردار سیاسی جماعتوں میں منفرد رہا ہے ۔ اسی طرح جماعت نے بیماری اور جہالت سے انسانوں کو بچانے کے لیے بھی نمایاں کام کیا ہے۔ جماعت یا اس کے کارکنوں کے قائم کردہ سینکڑوں شفاخانے اور سینکڑوں تعلیمی ادارے اس

پر شاہد ہیں ، لیکن جماعت اور جماعت کے کارکنوں کی طرح یہ ادارے بھی حکمرانوں کے استبداد کا شکار ہو کر بند اور ضبط ہوتے رہے ہیں اور پھر بنتے رہے ہیں ۔ اسی طرح جماعتِ اسلامی نے صحافت و ادب کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جن کی تفصیل میں جائیں تو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ جماعت کے ادیبوں اور اہلِ قلم نے ادب کو سفلی جذبات سے کھیلنے کی بجائے جذباتِ عالیہ کی پرورش اور خدا کی بندگی کی طرف بلانے کا ذریعہ بنایا ہے ۔

جہادِ افغانستان

جماعتِ اسلامی پاکستان کے کردار کا ایک تابناک باب جہادِ افغانستان میں اس کا حصہ ہے ۔ یہ جہاد جس میں آج پوری قوم شریک ہے اس کی ابتدا افغانستان کی تحریکِ اسلامی نے کی جو مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکر سے فیضیاب ہوئی تھی ۔ تحریکِ اسلامی افغانستان کے رہنما مولانا مودودیؒ سے تبادلہ خیال اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے ان سے ملنے لاہور آیا کرتے تھے اور پشاور میں جماعتِ اسلامی کے موجودہ امیر قاضی حسین احمد صاحب اور بعض دوسرے رفقاء سے ان کا بہت قریبی رابطہ تھا ۔ محترم قاضی حسین احمد صاحب خود کئی بار ان کے پاس کابل گئے ۔ اس جہاد کی ابتداء اس وقت ہوئی جب سردار داؤد نے روس کی مدد سے اقتدار پر قبضہ کر کے کیمونسٹوں کو کھل کھیلنے کا موقعہ دیا اور تحریکِ اسلامی اور بعض دوسرے اسلام دوست عناصر پر زمین تنگ کر دی گئی ۔ ان حالات میں تحریکِ اسلامی کے لوگ ہجرت کر کے پاکستان آنے پر مجبور ہوئے ۔ پشاور میں جماعتِ اسلامی نے اُن کا خیر مقدم کیا اور اُن کی میزبانی کا شرف حاصل کیا ۔ ترکئی کے انقلاب کے بعد جہاد میں تیزی آگئی اور مہاجرین بڑی تعداد میں پاکستان آنے لگے ۔ اس وقت سے جماعتِ اسلامی مہاجرین اور مجاہدین کی خدمت میں لگی ہوئی ہے ۔ اس وقت ابھی بین الاقوامی اداروں کی امداد بھی نہیں آ رہی تھی ۔ بین الاقوامی ادارے اور مسلمان ممالک اس وقت متوجہ ہوئے جب دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس نے اپنی پٹھو حکومت کی گرتی ہوئی دیوار کو بچانے کے لیے براہِ راست اپنی فوجیں افغانستان میں داخل کر دیں ۔ اور پوری ملّتِ افغانیہ اپنے دین اور آزادی کے تحفّظ کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی ۔ محترم میاں طفیل محمد امیر جماعتِ اسلامی نے قوم سے مظلوم افغان بھائیوں کی مدد کرنے کی اپیل کی اور پوری جماعت نے اندرون اور بیرونِ ملک پاکستان سے اعانتیں جمع کر کے چترال سے لے کر بلوچستان میں دالبندین تک پوری سرحد کے ساتھ جگہ جگہ امدادی مراکز قائم کیے اور خستہ حال مہاجرین کو ضروریاتِ زندگی اور طبّی امداد کی فراہمی کا انتظام کیا ۔ ضروریات کی فراہمی کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب کہ حکومتِ پاکستان کے انتظامات بہتر اور مستحکم ہو گئے اور بین الاقوامی

اداروں کی مدد بھی آنے لگی، اس کے بعد جماعتِ اسلامی نے اپنی توجہ ان کی طبّی امداد، مہاجرین کے بچّوں کی تعلیم اور مجاہدین کی دوسری ضروریات کی فراہمی پر مرکوز رکھیں ۔ جماعت کے قائم کردہ چار بڑے ہسپتال اور آٹھ دس گشتی شفاخانے اس سارے عرصہ میں مسلسل خدمت کرتے رہے ہیں اور آج بھی اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ جماعت نے سینکڑوں مکتب اور مدارس قائم کر کے بچّوں کی تعلیم کا انتظام کیا اور پھر رفتہ رفتہ انہیں مجاہدین کی احزاب کے سپرد کر دیا گیا ۔

ان خدمات کے علاوہ جماعت نے جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں جو نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کیا ہے وہ پاکستان کے اندر جہاد کی تائید و حمایت کی فضا پیدا کرنا ہے ۔ پاکستان میں روس اور بھارت کی لابیاں مضبوطی سے قدم جمائے ہوئے ہیں ۔ انہوں نے طرح طرح کے شوشے چھوڑ کر اور پروپیگنڈہ کے سارے ذرائع استعمال کر کے پورا زور لگایا کہ پاکستان میں مہاجرین اور مجاہدین کے لیے فضا ناساز گار اور مخالف بنادی جائے اور ان کا جہاد کمزور پڑ جائے ۔ جماعت اسلامی نے محترم میاں طفیل محمد صاحب کی قیادت میں ان مذموم کوششوں کا اپنے پورے وسائل کے ساتھ مقابلہ کیا ۔ پورے ملک میں جہاد کانفرنسیں منعقد کیں ۔ صحیح حقائق پر مشتمل لٹریچر پھیلایا ۔ دوسرے دینی اور محبِّ وطن عناصر نے بھی تائید کی ۔ حکومتِ پاکستان نے نہ صرف مہاجرین اور مجاہدین کی بھرپور امداد کی، بلکہ روس جیسی سپر پاور کے مقابلہ میں ایک مضبوط موقف پر چٹان کی طرح ڈٹی رہی ۔ جماعتِ اسلامی نے جنرل ضیاالحق شہید سے بہت سارے اختلافات کے باوجود افغان جہاد کے لیے ان کے موقف اور پالیسی کی بھرپور تائید کی ۔ اس طرح بحیثیت مجموعی پورے ملک کی فضا جہاد کی حمایت کے لیے ساز گار رہی اور مجاہدین پوری یکسوئی کے ساتھ روس کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے اور بالاخر اسے ذلت کے ساتھ پسپائی اختیار کرنی پڑی ۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان کے مسلمانوں نے اپنے خون سے جو تاریخ رقم کی ہے اس نے عہدِ اوّل کے مسلمانوں کی شجاعت و جانثاری کی یاد تازہ کر دی ہے ۔ افغان مجاہدین نے بے سروسامانی کے عالم میں دنیا کی ایک سپر پاور جس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کی افواج کسی ملک میں داخل ہونے کے بعد کبھی واپس نہیں جاتیں اسے افغانستان سے انخلا پر مجبور کر کے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ فیصلہ کن چیز تعداد اور اسلحہ نہیں، بلکہ ایمان و یقین اور جذبۂ جہاد ہے۔ اس جہاد نے نہ صرف ملّتِ افغانستان کے دین و آزادی کے تحفظ اور پاکستان و عالمِ اسلام کے دفاع کے سہ گونہ مقاصد حاصل کیے، بلکہ پوری امّتِ مسلمہ اور بالخصوص اس کی نوجوان نسل کے خون کو گرما کر ان میں ایک ولولۂ تازہ اور جذبۂ جہاد کو زندہ کر دیا ہے جو انشاء اللہ مستقبل میں باطل قوتوں کے غلبہ و استحصال کے مقابلہ میں عالمِ اسلام کے ناقابلِ تسخیر دفاع کا ذریعہ بنے گا ۔ جماعتِ اسلامی کے لئے یہ

بات باعثِ فخر ہے کہ اس نے تاریخ کے دھارے کا رخ موڑ دینے والے اس جہاد کی پاکستان اور عالمِ اسلام کے لیے فیصلہ کن اہمیت کو پہلے دن سے سمجھا اور محسوس کیا اور جبکہ پاکستان کی دیگر جماعتیں اس جہاد کی اخلاقی تائید سے آگے نہ بڑھ سکیں ۔ جماعت نے اپنے وسائل کی حد تک اس میں بھرپور اور ہمہ جہت کردار ادا کیا اور افغان بھائیوں کی نہ صرف دامے درمے قدمے سخنے مدد کی بلکہ جماعت کے بے شمار کارکنوں نے میدانِ جہاد میں ان کے خون کے ساتھ اپنا خون بھی دیا جماعت کے بیسیوں کارکنوں نے اس جہاد میں جامِ شہادت نوش کر کے حیاتِ جاوداں پائی ۔ ابھی گذشتہ چند ہفتوں میں محترم جسٹس ملک غلام علی صاحب کے صاحبزادے انعام اللہ خان، مولانا جان محمد عباسی کے صاحبزادے نجم عباسی، ہمارے رفیق محمد صالح میمن کے بیٹے اور نظام الدین میمن کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر صدر الدین میمن اور مرید کے سے تعلق رکھنے والے جمعیت کے کارکن ہمایوں شہادت کا اعزاز پا چکے ہیں۔ ان میں سے موخر الذکر تینوں اسلامی جمعیت طلبہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے بعد وہاں سے سیدھے افغانستان سدھارے اور تینوں نے خوست کے محاذ پر جامِ شہادت نوش کیا

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جماعتِ اسلامی کی امتیازی خصوصیات

جماعتِ اسلامی پاکستان کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے ذاتی، خاندانی اور گروہی سیاست کی بجائے نظریاتی سیاست کی مثال پیش کی ہے ۔ جہاں رائج سیاست صرف حصولِ اقتدار اور اس کے مادی فوائد کے گرد گھومتی ہے، جماعتِ اسلامی کے نزدیک اقتدار محض کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ وہ اقتدار کو اس بنیادی تبدیلی کے لیے استعمال کرنا چاہتی ہے جو وہ ملک و معاشرہ میں قرآن و سنّت کے مطابق لانا چاہتی ہے ۔ اس لیے جماعت نے ہمیشہ ذاتی اور جماعتی مفاد کو نظریہ اور ملک کے مفاد پر قربان کیا ہے ۔ آج جبکہ سیاست میں قول و فعل کا تضاد عام ہے اور منافقت کو سیاست کا جزو اعظم سمجھا جاتا ہے جماعت نے روزِ اوّل سے قول و فعل میں مطابقت کو لازم جان کر اس پر عمل کیا ہے ۔ وہ اگر قرآن و سنّت کا پیغام لے کر اٹھی ہے تو اس نے ابتدا ارکانِ جماعت کی انفرادی زندگی میں اور جماعت کے اجتماعی نظام میں اسلام کی تعلیمات پر عمل سے کی ہے۔ اس کی رکنیت کی شرط ہی یہ ہے کہ دعوے کے مطابق پہلے خود اپنی زندگی کو تبدیل کرو اور بغیر کسی دنیوی مقصد کے محض اللہ کی رضا اور فلاح اخروی کے لیے اقامتِ دین کی جدوجہد میں شامل ہو جاؤ ۔ جناب اے کے بروہی صاحب نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا کہ مجھے مولانا مودودی کی جس

بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایسے کارکن تیار کیے ہیں جو اپنے لیے کچھ نہیں مانگتے ۔ آج اس اجتماع میں بھی یہ کچھ لے کر نہیں بلکہ اپنے وقت اور مال کی قربانی دے کر آئے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت کو اللہ تعالیٰ نے آج تک اندرونی جنگِ اقتدار سے محفوظ رکھا ہے ۔ اللہ اس جذبہ کو ہمیشہ قائم رکھے ۔

جماعتِ اسلامی اگر جمہوریت کا نام لیتی ہے تو اس نے پہلے اپنے جماعتی نظام میں سو فیصد جمہوریت اور شورائیت قائم کی ہے۔ اور سخت سے سخت حالات میں جماعتی انتخابات کی پابندی کی ہے یہ نہیں کیا کہ دنیا میں تو جمہوریت کا ڈھنڈورا پیٹا جائے اور اپنی جماعت میں بائیس سال میں ایک بار بھی انتخابات نہ کرایا جائے ۔ صدارت وراثت میں منتقل ہو اور باقی ہر عہدہ دار کو صدر نامزد کر دے ۔ مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں بستے تھے، وہ بڑی آسانی سے اپنی اس محبوبیت کو وراثت میں منتقل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے پہلے قدم پر ہی یہ واضح کر کے کہ ہماری دعوت کسی شخصیت کی طرف نہیں، بلکہ قرآن و سنّت کی طرف ہے، شخصیت پرستی کی جڑ کاٹ دی اور جب تک جماعت کی قیادت کی ایک منتخب امیر کی حیثیت سے کی اور جماعت کے تمام معاملات کو ایک منتخب مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے چلایا اور یہ سلسلہ اسی طرح اب بھی جاری ہے ۔

جماعتِ اسلامی نے انسان سازی اور سیرت و کردار بنانے پر زور دیا ہے۔ جماعت نے بھیڑ جمع کرنے کی بجائے منظم جدّوجہد پر زور دیا ہے اور آج بفضلہ اس کی تنظیم کی دھاک دوست و دشمن پر ہے اور یہ تنظیم ملک میں چلنے والی ہر بڑی تحریک میں ریڑھ کی ہڈی رہی ہے ۔

جماعتِ اسلامی نے سخت سے سخت حالات میں بھی اخلاق و دیانت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا ۔ اس نے گالیاں کھا کر بھی کبھی اپنی زبان کو گالی سے آلودہ نہیں کیا ۔ اس نے انتخابات کے گرم ماحول میں بھی ہار قبول کر لی، لیکن بد دیانتی اور بد عنوانی کا سہارا نہیں لیا ۔ اس کے وزراء کے خلاف بد ترین مخالف بھی چیلنج کے باوجود بد دیانتی ، بد عنوانی یا مفاد پرستی کا کوئی ادنیٰ واقعہ بھی پیش نہیں کر سکے۔ اس کے ممبرانِ اسمبلی نے نہ پلاٹ لیے ہیں نہ عوام کے اعتماد کا سودا کیا ہے، بلکہ اقتدار کے سوداگروں کو جماعت کے اس کردار کا ایسا یقین ہے کہ وہ کبھی بھول کر ان سے سوداکاری کی بات بھی نہیں کرتے ۔ اللہ تعالیٰ جماعت اور اس کے ممبران کے اس جذبہ کو قائم و دائم رکھے ۔ گذشتہ چالیس سال سے جماعتِ اسلامی کسی حکمران جماعت کے لیے حریف اقتدار نہیں رہی۔ اس کے باوجود وقت کے حکمرانوں نے ہمیشہ جماعتِ اسلامی کو اپنے لیے ایک کانٹا تصور کرتے

ہوئے اسے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی کیونکہ یہ نہ بکتی ہے نہ جھکتی ہے ۔

جماعتِ اسلامی اپنے دستور کی رو سے آئینی اور جمہوری طریقوں سے کام کرنے کی پابند ہے اور کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کر سکتی جو صداقت اور دیانت کے خلاف ہو یا جس سے فساد فی الارض رونما ہو ۔ جماعت کی جدّوجہد خفیہ نہیں، بلکہ کھلم کھلا اور علانیہ ہے ۔ جماعت نے بڑے اشتعال انگیز مواقع پر بھی آئین و قانون کی پاسداری کی ہے، لیکن تشدّد اور غنڈہ گردی کے سامنے جھکنے اور دبنے سے اس نے ہمیشہ انکار کیا اور اپنے حقِ دفاع کو اس نے ہمیشہ جرأت و دلیری سے استعمال کیا ہے ۔

جماعتِ اسلامی نے نہ صرف فرقہ بندی سے خود اجتناب کیا ہے اور ہر فقہی مسلک کے لوگوں کے لیے اپنے دروازے کھلے رکھے ہیں، بلکہ اس نے فرقہ پرستی کو امتِ مسلمہ کے لیے سمِّ قاتل جانتے ہوئے ہمیشہ اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور علماء کرام کو بھی الحاد، بے دینی اور سیکولرازم کے خلاف جدّ و جہد کے لئے متحد کرنے کی کوشش کی ہے ۔

جماعتِ اسلامی ۰۰۰ ان ھذہ امتکم امۃ واحدہ ۰۰ پر ایمان رکھتی ہے اور نسلی، علاقائی اور لسانی تعصّبات کو صرف غلط ہی نہیں اتحادِ امّت کے لیے مہلک سمجھتی ہے۔ جماعت نے پاکستان میں ان فتنوں کا مقدور بھر مقابلہ کیا ہے ۔ جماعتِ اسلامی نے مشرقی پاکستان میں اس جگہ بیٹھ کر بنگلہ نیشنلزم کا مقابلہ کیا جہاں اس کے چاروں طرف اس سیلاب کی تباہ کن لہریں اٹھ رہی تھیں اور اپنے اس عقیدہ اور پاکستان سے وفاداری کی ہر قیمت خوشی خوشی ادا کی ۔ سندھ میں آج لسانی تعصّبات کی جو آندھیاں چل رہی ہیں جماعتِ اسلامی ایک عرصہ سے فکری محاذ پر ان کا سامنا کرتی رہی ہے، لیکن جب ملک کے حکمران نہ صرف ان سے غافل ہوں، بلکہ خود اس آگ کو بھڑکانے میں لگے ہوں تو جماعتِ اسلامی اپنا فرض تو ادا کرتی رہے گی لیکن تنہا اس کی کوششیں اس آگ پر قابو پانے کے لیے کافی نہیں ہوں گی ۔ اگر اس آگ کے شعلوں سے بچنا ہے تو پوری ملّتِ پاکستان کو اس کی فکر کرنی ہوگی اور ان تعصّبات سے کھیلنے والے حکمرانوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی ۔

جماعتِ اسلامی صرف پاکستان کے اندر ہی نہیں پوری دنیا میں مسلمانوں کے اتحاد کی داعی ہے اور اس کے لیے مسلسل کام کرتی رہی ہے ۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کو کسی بڑی طاقت کا دم چھلہ بنا دینے کے خلاف ہے اور پاکستان اور دوسرے مسلمان ممالک کے مسائل کا حل عالمِ اسلام کے اتحاد میں مضمر سمجھتی ہے ۔

پاکستان میں جماعتِ اسلامی کے کردار کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں بے شمار گوشے رہ گئے ہیں اور صرف زیادہ نمایاں پہلوؤں کا ہی ذکر آسکا ہے ورنہ اس کے پورے کام اور کردار کو بیان

کرنے کے لیے تو دفتر درکار ہیں ۔ جماعتِ اسلامی نے یہ کردار مخالفتوں اور حکومتوں کے جور و استبداد کے علی الرغم ادا کیا ہے ۔ اس سفر میں غلطیاں اور کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں اور انسانوں کی کوئی جماعت اس سے مبرّا نہیں ہے، لیکن خدا کا شکر ہے یہ ساری جدّ و جہد اخلاص سے ہوئی ہے ۔ اسی اخلاص کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ہمارے تھوڑے کام کو زیادہ نتیجہ خیز بنایا ہے ۔ جماعت کے کارکنوں نے اپنے اس قائد کی پیروی میں ، جس نے برستی ہوئی گولیوں میں یہ کہہ کر بیٹھنے سے انکار کر دیا تھا کہ اگر میں آج بیٹھ گیا تو کل کھڑا کون ہو گا ، اس جہاد میں اپنا پسینہ ہی نہیں اپنا خون بھی نچھاور کیا ہے ۔ جیلیں آباد کی ہیں، گھر لٹائے ہیں اور مار بھی کھائی ہیں ۔ جھوٹے مقدمات بھگتے اور ناروا پابندیاں سہی ہیں، لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی ۔ مارشل لا بھی آئے، جماعت کو خلافِ قانون قرار دے کر توڑا گیا ۔ پوری مجلسِ شوریٰ کو تقریباً ایک سال تک قید رکھا گیا ۔ جماعت کے جلسوں کو غنڈوں کے ذریعہ الٹا گیا، گولیاں بھی چلیں اور لاٹھیاں بھی برسیں، لیکن ہر ابتلا خدا کے فضل و کرم اور اس کی تائید و نصرت سے کارکنوں کے عزم و ثبات اور جماعت کی قوّت میں اضافہ کا ذریعہ بنی ہے۔ جماعت کی جدّ و جہد نے معاشرے کے ہر طبقہ پر گہرے اثرات ڈالے ہیں۔ اس کردار کے نتیجہ میں جماعتِ اسلامی کا شجرِ طیبہ آج گہری جڑوں کے ساتھ اس سرزمین میں قائم ہو چکا ہے ۔ آندھیاں اور طوفان آتے رہیں گے ، لیکن یہ انشاءاللہ قائم رہے گا اور جس طرح نشو و نما پا رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ اپنے وقت پر بار آور ہو کر رہے گا ۔

جماعتِ اسلامی عدل و انصاف کی علمبردار ہے ۔ یہ مرد و زن، غریب و امیر، کسان، مزدور، دکاندار، طلبہ سب کے حقوق کا تحفّظ اور سب کے لیے انصاف چاہتی ہے اور سب کو اسلام کے نظامِ عدل و انصاف کے قیام کی جدّ و جہد میں شرکت کی دعوت دیتی ہے ۔

صدارتی خطاب

مولانا جان محمدؒ عباسی

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثناء کے بعد ،

محترم امیرِ جماعت ، قائدینِ کرام اور محترم خواتین و حضرات!

'پاکستان میں جماعتِ اسلامی کا کردار' اس موضوع پر آپ نے ابھی تفصیل کے ساتھ چوھدری رحمت الٰہی صاحب کی باتیں سنی ہیں اور جماعت نے اب تک جو کامیابیاں حاصل کی ہیں ان کا ایک ہلکا سا نقشہ آپ کے سامنے آگیا ہے ۔ میں صرف یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ساری کامیابیاں مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی دور اندیشی اور حکمت ، تاریخی مطالعہ اور برّ صغیر پاک و ہند کے حالات کے تجزیے کے ساتھ آئینی جدّ وجہد کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل کی گئیں ۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ آپ ایک مملکت کے دستور کو ایسے لوگوں کے ہاتھوں قرآن و سنّت پر مبنی قرار دلادیں جو خود مغربی نظام کی پیداوار ہوں ، مغربی تعلیم اور مغربی اندازِ فکر کے دلدادہ ہوں ، ان لوگوں سے یہ کام ہم نے اس وقت کرایا ہے ، جب جماعتِ اسلامی کا کوئی ممبر اسمبلی کے اندر نہیں تھا ، بلکہ جماعتِ اسلامی نے رائے عامہ کے دباؤ سے قرآن و سنّت کے اس عہد و پیمان کو عوام کے اندر مقبول بنا کر ہی یہ کام کیا اور قرار داد مقاصد نیز ۵۶ء کا دستور پاس کروایا ۔

میرے بھائیو ! میں آج یہ بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ پاکستان دنیا میں واحد ملک ہے جس کے دستور میں قرآن و سنّت کے خلاف قانون سازی نہ کیے جانے کا اقرار ہے اور تمام قوانین کو قرآن و سنّت کے مطابق بنانے کا عہد ہے اور اس دستور پاکستان میں ملک کے اندر رائے عامہ کے ذریعے نظامِ مملکت چلانے میں جمہوریت کو لازم قرار دیا گیا ہے ۔ اگر دنیا کے کچھ مسلم

ممالک میں جمہوریت ہے تو ان کے دستور میں اسلام کا نفاذ نہیں ہے ، بلکہ بعض میں تو اسلام کے نام پر تنظیم قائم کرنا بھی جرم ہے اور بعض ممالک میں کچھ شرعی قوانین موجود ہیں تو وہاں رائے عامہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ ملوکیت اور آمریت ہے ۔ پاکستان ہی وہ واحد ملک ہے جس میں جماعتِ اسلامی نے علماء کرام اور جمہوریت پسند مسلم اور محبِ وطن رہنماؤں کے ساتھ مل کر آئینی ذریعہ سے بغیر کوئی خون بہائے ہوئے اسلامی دستور بنوانے میں کامیابی حاصل کی ہے ۔

حضرات! دوسری چیز جو دوسری تحریکوں کے مقابلے میں جماعتِ اسلامی کو ایک منفرد مقام دیتی ہے ، وہ یہ ہے کہ کئی مسلم ممالک میں جماعتوں کی ممبر شپ جماعتِ اسلامی سے کہیں زیادہ ہے اور بعض جماعتوں نے قربانیاں بھی ہم سے بہت زیادہ دی ہیں ، جیلوں کے اندر ان جماعتوں کے نہ صرف مرد بلکہ خواتین تک تشدّد کا نشانہ بنی ہیں ، لیکن آج وہاں اسلام کے نام پر کوئی مؤثر جمہوری جدّوجہد نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں دستوری تحفّظ حاصل نہیں ۔ جبکہ جماعت اسلامی جس نے ۷۵ آدمیوں سے اس کام کا آغاز کیا تھا ، اسی پاکستان کے دل لاہور میں جب ۱۹۶۳ء میں ہمارے جلسے کے اندر ہمارا ایک ساتھی شہید ہوگیا تھا ۔ اور ہمیں جلسہ کرنے نہیں دیا گیا اور لاؤڈ سپیکر تک استعمال کرنے نہیں دیا گیا ۔ آج ہم اللہ کے فضل و کرم سے مینارِ پاکستان کے سائے تلے پاکستان کی سالمیّت ، اس کی حفاظت اور اسلام کی عظمت کی برملا بات کرتے ہیں ۔ یہ سارا راستہ ہم نے اسلام کی قوّت اور قانونی جدّوجہد کے ذریعے طے کیا ہے ۔

سامعین کرام! اس وقت صورتحال یہ ہے کہ آپ جب اسلام کی بات کرتے ہیں ، شرعی قوانین کی بات کرتے ہیں تو دستور آپ کی پشتیبانی کرتا ہے ، اور جب کوئی حکومت بدعنوانیاں کرتی ہے ، عوام پر ظلم کرتی ہے یا ان کے حقوق چھینتی ہے یا شریعت کی خلاف ورزی کرتی ہے تو وہ مُجرم بنتی ہے ۔ آج حکومت کو اپنے کردار کی وجہ سے اگر ہم عدالت میں چیلنج کریں تو وہ از روئے دستور قانون شکن ٹھہرے گی ۔

ملک اور قوم کو یہ مقام ہم نے آئینی جدّوجہد کے ذریعے دلایا ہے ۔ آج ہم یہاں اسلام کی بات کرتے ہیں تو پاکستان کا قانون اور پاکستان کا حکمران گروہ ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا ۔ ہم ڈنکے کی چوٹ پر حکمرانوں سے یہ بات کہتے ہیں کہ تم مجرم ہو اور ہم پاکستان کے نگہبان ہیں ۔ ہم اسلام کی بات کرتے ہیں اور تم اسلام اور قانون کے خلاف عمل کرتے ہو ۔

حضرات! قرآن موجود ہے اور اس ملک کا دستور بھی ایک حد تک اسلامی ہے ، لیکن اس پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں آج ہمارے ماحول اور معاشرے میں برائیاں عام ہیں ، اس لیے آپ کو اس بات کا عزم کرنا ہوگا کہ بدی کی علمبردار قیادت کو بدلنا ہے اور اس کی جگہ ایک صالح قیادت کو لانا

ہے ۔

میرے بھائیو! اس قوم کو ایک ایسی قیادت چاہیے جو دستور سے ، قانون سے ، اسلام سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفادار ہو ۔

ایک اور بات جو آپ کو ذہن نشین کرنی چاہئیے وہ یہ کہ ہم کسی تشدّد کا جواب تشدّد سے نہیں بلکہ آئینی طریقے سے اور صبر و حکمت کے ذریعے دیں گے ۔ ہمارے قائد مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی طریقہ تھا ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اسی لاہور میں سیّد مودودی رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی ۔ لیکن ہم نے تشدّد کا راستہ اختیار نہیں کیا اور آخر کار ہم نے اس پھانسی کی کوٹھڑی کو قانون کے ذریعے توڑ کر رکھ دیا ۔ اسی لاہور شہر میں جماعتِ اسلامی پاکستان کی پوری قیادت کو جیل بھیج دیا گیا ، لیکن ہم نے ایجی ٹیشن اور تشدّد کی راہ اختیار نہیں کی بلکہ قانون کے ذریعے اس وقت کے آمر مطلق اور جابر حکمران کے حکم کو عدالت کے ذریعے غلط اور منسوخ کرا دیا آج ہم سمندر کی طرح موجزن ہیں اور اس حکمران کا کوئی نام لیوا بھی موجود نہیں ہے ۔

میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس سفر کی طوالت سے مایوس نہ ہوں ، کیونکہ آپ کے قدم بڑھ رہے ہیں ۔ آپ منزل کی طرف پیش رفت کر رہے ہیں ۔ یہ اجتماعِ عام آج پورے پاکستان کے عوام کی یکجہتی کی علامت ہے ۔ یہاں سندھ ، پنجاب ، بلوچستان ، سرحد بلکہ ساری دنیا کی مسلم برادری کی نمائندگی موجود ہے اور امّتِ مسلمہ کی وحدت کی علامت ہے ۔

میرے عزیز بھائیو! اس اجتماع کے انعقاد پر میں آپ سب کو مبارک باد دیتا ہوں ۔ انشاء اللہ ہم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اور اسلام کا پرچم بلند ہو گا اور انشاء اللہ تعالےٰ پاکستان کے اندر دستور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہم عوام کی بھرپور جدّوجہد کے ذریعے ایک ایسی قیادت کو آگے لائیں گے جو دستور پاکستان اور قرآن و سنّت سے وفادار ہو ۔ اور مظلوم عوام کو سایہ شریعت نصیب ہو ۔

جلسۂ عام

(۹ ر نومبر ۸ بجے شب)

خطاب

ایوّب ٹھاکر

رہنما جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر

مَیں اس وقت زندگی کے ایسے موڑ سے گزر رہا ہوں ، جہاں خوشی اور غمی آپس میں گلے مل رہے ہیں ۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ میں آج اس ارضِ مقدّس میں ہوں ۔ ہزاروں لاکھوں کشمیری مرنے سے پہلے اس ملک کو دیکھنے کی تمنا رکھتے ہیں جس کے لیے انہوں نے گزشتہ ۴۲ سال میں قربانیاں دی ہیں ۔ آج میں اپنے ان تمام بھائیوں اور بہنوں کا سلام آپ کو پہنچاتے ہوئے دلی مسرت سے ہم کنار ہو رہا ہوں ۔

غم اس بات کا ہے کہ کتنے ہی لوگ اس وقت کشمیر کی جیلوں میں ہیں ۔ کتنے ہی لوگ یہ خواہش رکھتے ہیں کہ مرنے سے پہلے انہیں کم از کم ایک بار پاکستان کی زیارت ہو جائے ۔ کتنے ہی ایسے لوگ پاکستان میں قدم رکھنے کی حسرت لیے اپنے رب کے پاس چلے گئے جنہوں نے یہ وصیّت کی:

"میرے بیٹے! مَیں نے اپنی زندگی میں پاکستان نہیں دیکھا، جب کشمیر آزاد ہو اور وہ پاکستان کا حصہ بنے تو میری قبر پر ضرور آنا اور یہ کہہ دینا کہ کشمیر آزاد ہو گیا ہے اور وہ پاکستان کا حصہ بن گیا ہے ۔ ن سے میری رُوح کو سکون مل جائے گا۔"

کشمیر کا کشمیری مسلمان جب پاکستان میں داخل ہوتا ہے تو عقیدت سے اس کی آنکھیں چھلک پڑتی ہیں ۔ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ پاکستان ایک نظریے کے تحت وجود میں آیا ہے ۔ وہ یہ نہیں

بھولا کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ ۔

یہ مینار ، یہ جگہ گواہ ہے کہ اس مقام پر قراردادِ پاکستان منظور ہوئی ۔ ہندوستان کے مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں کے مسلمان ایک علیحدہ ملک بنائیں گے جہاں وہ اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں گے اور اس کا نام پاکستان رکھیں گے اور اس پاکستان میں پنجاب ہوگا ، سرحد ہوگا ، سندھ ہوگا ، بلوچستان ہوگا اور کشمیر ہوگا ۔ کشمیر کا مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ جس پاکستان میں کشمیر شامل نہیں وہ پاکستان مکمل نہیں ہوا ہے ۔

یہ مینارِ پاکستان آپ سے سوال کرتا ہے کہ جس پاکستان کے نام میں "ک" ہے ، اس میں کشمیر کہاں ہے؟ یہ مسجدیں گواہ ہیں کہ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اس پاکستان میں کشمیر کو شامل کریں گے ۔ آج اس موقع پر آپ ایک اور قرارداد پاس کریں ، کشمیر کو پاکستان میں شامل کرنے کی قرارداد ۔ اور اس عہد کا اعادہ کریں کہ کشمیر کی آزادی کی منزل حاصل کرنے تک آپ اپنی جدّوجہد جاری رکھیں گے ۔

قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے ، اس لیے کہ پاکستان کے تمام دریاؤں کا منبع کشمیر ہے ۔ پنجاب اور سندھ اس لیے سرسبز و شاداب ہیں کہ ان کا پانی کشمیر سے آتا ہے ۔ کشمیر کے بلند و بالا پہاڑ پاکستان کا دفاع ہیں ۔ پاکستان کو چین سے ملانے والا علاقہ کشمیر کہلاتا ہے ۔ گلگت اور بلتستان آزاد کشمیر میں ہیں ۔ دشمنوں کی سازش ہے کہ پاکستان کو چین سے الگ کر دیا جائے اور اسے بھارت سے ملا دیا جائے ۔ اس لحاظ سے اور دفاعی لحاظ سے پاکستان کی بقاء اور سالمیت کے لیے پاکستان کو کشمیر کی ضرورت ہے ۔ اگر پاکستانیوں کو کشمیر کی ضرورت نہیں تو پاکستان کو کشمیر اور کشمیر کو پاکستان کی ضرورت ہے ۔ نظریاتی طور پر ، دفاعی اعتبار سے اور اقتصادی پہلو سے کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور اس کے حصول کے لیے آپ جدوجہد کرتے رہیں ۔

اللہ کا یہ بڑا کرم ہے کہ کشمیر کے اندر اس وقت جو تحریک چل رہی ہے ، یہ تحریک آزادی کشمیر پہلی بار اسلام کے شیدائیوں کے ہاتھ میں ہے ۔ میں افغان مجاہدین کو سلام پیش کرتا ہوں کہ ان مجاہدین نے اسلاف کی تاریخ کو دہرایا اور کشمیری مسلمانوں کے لیے ایک بے مثال نمونہ پیش کیا ۔ وہ کشمیری جو کل تک "تپسی تب ٹھس کرسی" کے نام سے مشہور تھا ، آج اس کی منزل اور اس کا عزم یہ ہے ، "ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں ، تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں" ہر کشمیری نوجوان یہ عہد کیے ہوئے ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے کشمیر کو بھارت کے چنگل سے نکال کر مملکتِ خداداد پاکستان

کا حصہ بنائے گا ۔

کشمیر کی آزادی ایک مضبوط و مستحکم پاکستان کی ضمانت ہے ۔ آزادئ کشمیر ۲۰ کروڑ مسلمانانِ ہند کی آزادی کی ضمانت ہے ۔

اس وقت ایک ہزار سے زائد کشمیری نوجوان تحریکِ آزادی میں حصہ لینے کے جرم میں جیلوں میں بند ہیں ۔ جماعتِ اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب اشرف صحرائی اور پاکستان نواز پیپلز لیگ کے قائد جناب فاروق رحمانی اور متعدّد رہنما قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں ۔ پاکستان کی سالمیت اور اس کی عظمت کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کرنے میں ہر کشمیری مسلمان فخر محسوس کرتا ہے ۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس تحریکِ آزادئ کشمیر کی حمایت کریں گے اور اسے اخلاقی امداد فراہم کریں گے ۔

بھارت کی تین لاکھ فوج کشمیر میں موجود ہے اور اس وقت وہ تقریباً پانچ لاکھ غیر مسلموں کو کشمیر میں بسانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے تاکہ وہاں مسلم آبادی کے تناسب کو کم کر سکے اور آگے چل کر وہ رائے شماری کے ذریعے کشمیر کو باقاعدہ اپنا حصہ بنانے کے لیے اپنے حق میں ووٹ حاصل کر سکے ، اس کے بعد اس کے لیے گلگت ، بلتستان اور سیاچن پر قبضہ کرنا آسان ہو جائے گا ۔ یہ ہے بھارت کا وہ خوفناک منصوبہ جس پر عمل کرنے کے لیے وہ اپنی تین لاکھ فوج کے ذریعے معصوم اور بے گناہ کشمیریوں پر ظلم و ستم ڈھا رہا ہے ۔ جبر و ناانصافی سے کام لے رہا ہے اور کشمیر میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کیے ہوئے ہے ۔ گزشتہ ایک سال میں ۲۵۰ کشمیریوں کا قتل بھارت کے مظالم کی منہ بولتی تصویر ہے ۔

پاکستان اور اسلام کی محبت ہر کشمیری مسلمان کی متاعِ حیات ہے ۔ وہ اپنی جان کا نذرانہ تو پیش کر دیتا ہے لیکن کوئی اس سے اس کی یہ متاع چھین نہیں سکتا ۔ پاکستان اور اسلام کا نعرہ بلند کرنے والی اس کی زبان کٹ تو سکتی ہے لیکن اس نعرے کو اس کے دل سے اور ذہن سے کوئی مٹا نہیں سکتا ۔ پاکستان سے اپنی جذباتی وابستگی کا اظہار وہ جبر کے پہروں میں بھی کرتا ہے اور اس محبت میں لٹنے پر وہ ماتم نہیں کرتا بلکہ سجدہ شکر ادا کرتا ہے ۔

جب کشمیری مسلمان پاکستان سے اتنی محبت کرتا ہے تو آپ کیوں خاموش ہیں ، آپ کے دل کی دھڑکنیں تیز کیوں نہیں ہوتیں ۔ آپ سب لوگوں کا اور پوری قوم کا یہ فرض اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ پاکستان اور اسلام کی عظمت اور کشمیر کی آزادی کے لیے ہندو برہمنی سامراج سے برسرِپیکار کشمیری مسلمانوں کی ہر پہلو حمایت کریں ، ان سے تعاون کریں ۔ جس طرح جہاد

افغانستان میں پاکستانی قوم نے اپنا کردار ادا کیا ہے ، کشمیری مجاہدین بھی اسی طرح کی آپ سے امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہیں۔ بھارت جس طرح کشمیری مسلمانوں پر ظلم روا رکھے ہوئے ہے ، جو جو ناانصافیاں اور زیادتیاں کر رہا ہے اور جس طرح ان کے بنیادی حقوق پامال کر رہا ہے ، آپ بین الاقوامی سطح پر بھارت کا یہ مکروہ چہرہ دنیا کے سامنے بے نقاب کریں ۔

کشمیر کی آزادی ، برما ، سری لنکا ، فلپائن اور اری ٹیریا اور فلسطین کے مسلمانوں کی آزادی کی ضمانت ثابت ہوگی ۔ کشمیر کی تحریکِ آزادی اسلام اور نظریۂ پاکستان کی بنیاد پر چل رہی ہے ۔ اس تحریک نے فضائے بدر پیدا کی ہے ۔

مجھے یقین ہے کہ:

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

خطاب

ڈاکٹر عیام

قائم مقام صدر تحریک جماعت اسلامی فلسطین

میں آپ حضرات کو فلسطین کے لوگوں کی طرف سے ، بیت المقدس کی طرف سے ، اس ملک اور شہر کی طرف سے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تھے ، سلام پیش کرتا ہوں ۔

فلسطین کا مسئلہ صرف فلسطین کا نہیں ہے ، صرف عربوں کا نہیں ہے ، یہ مسلمانوں کا مسئلہ ہے ، تمام مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور اسلام کا مسئلہ ہے ۔ پاکستان کے عوام ، پاکستان کے مسلمان عوام اور خاص طور پر جماعتِ اسلامی پاکستان اور دوسرے مخلص پاکستانی تمام مسئلوں اور قضیوں کی حمایت کرتے رہے ہیں ۔ آپ لوگوں نے مسئلہ فلسطین کی مدد کی ۔ مجاہدینِ افغانستان کی مدد کی ۔ آپ لوگ کشمیر کی مدد کر رہے ہیں آپ لوگ صومالیوں کی مدد کر رہے ہیں ۔ اریٹیریا ، فلپائن ، لبنان اور جنوبی سوڈان، ہر جگہ آپ حضرات مدد کر رہے ہیں اور اب آپ کے لیے فلسطین کی مدد کا وقت آچکا ہے ۔ خاص طور پر جماعتِ اسلامی اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لے اور فلسطین کی مدد کے لیے نکل کھڑی ہو ۔ فلسطین نے تمام حل آزما لیے ، تمام نظریے آزما لیے لیکن اب فلسطینی عوام کو اور ہم کو یہ یقین ہوگیا ہے کہ ہمارا حل اور ہماری فتح صرف اسلام سے ہے ہماری یہ اِستفاضہ ، تحریکِ جہاد فلسطین اصولوں پر قائم ہے ۔ پہلا اصول یہ ہے کہ ہم فلسطین کی ایک انچ زمین

سے بھی دستبردار نہیں ہوں گے ۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ ہم یہودیوں کی ناجائز ریاست اسرائیل کو قطعاً تسلیم نہیں کریں گے ۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ ہم جہاد جاری رکھیں گے ۔

ہمارا یہ جہاد انتفاضہ جس کو آپ دیکھ رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں ، کس چیز سے قائم ہے ؟ ہم یہودیوں کے ٹینکوں اور توپوں سے پتھروں کے ذریعے لڑ رہے ہیں ۔ ہم چھریاں لے کر لڑ رہے ہیں ۔ ہم اپنے ہاتھوں کے ناخنوں سے لڑ رہے ہیں اور اللہ نے ہمیں اسلحہ دیا تو ہم اس کے ذریعے بھی لڑیں گے ۔ اب خدا کے فضل سے پورے فلسطین کے اندر مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم ہو چکا ہے ۔ وہ ایک صف میں کھڑے ہو گئے ہیں ۔ انہوں نے اختلافات بھلا دیئے ہیں' وہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں ۔ اگر میرا پڑوسی کھانا کھاتا ہے تو پہلے مجھے کھانا کھلاتا ہے اس طرح اخوت اور بھائی چارے کا نظام پیدا ہو چکا ہے ۔ دوسری طرف ہمارے دشمنوں یہودیوں نے ظلم و ستم بھی بڑھا دیا ہے ۔ ہم پر وہ تشدد برت رہے ہیں ۔ ہمارے بڑے بڑے علماء بڑی اور بڑی نمایاں شخصیتوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے ان پر تعذیب کی جا رہی ہے ۔ ان میں ہمارے مجاہد عظیم احمد یسین بھی شامل ہیں ۔ جنہیں چند ماہ ہوئے گرفتار کیا گیا ہے اور جیل میں ان کو طرح طرح کی سزائیں دی جا رہی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم اللہ کے فضل و کرم سے اپنے جہاد سے قطعاً دستبردار نہیں ہوں گے ۔ اور میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ کسی ملک کے کسی حکمران کو کسی لیڈر کو ہم یہ حق نہیں دیں گے کہ وہ ہماری فلسطینی سرزمین کا ایک انچ بھی یہودیوں کے حوالے کرے ۔

آخر میں میں فلسطین کے مسلمانوں کی طرف سے یہ ذمہ داری جماعت اسلامی کے سپرد کرتا ہوں کہ فلسطین کو آزاد کرانا آپ لوگوں کا فرض ہے کہ آپ حضرات نے بہت کچھ پہلے کیا ہے ، تمام اسلامی تحریکوں اور مسلمانوں کی ہمیشہ مدد کی ہے ۔ اب مسجدِ اقصیٰ آپ کو پکار رہی ہے ۔ ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کامیاب کانفرنس پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں ۔ میں آپ کے سامنے اللہ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ ہم اسلام کے راستے پر قائم رہیں گے اور اسی راستے پر چلتے ہوئے جہاد کرتے رہیں گے اور فلسطین کو آزاد کرا کے دم لیں گے ۔ حضور صلی اللہ کی حدیث ہے ۔ کہ "میری امت کا ایک ایسا گروہ ضرور اٹھے گا جو مسلمانوں کی خدمت کرے گا ، دشمنوں کو ناکام کرے گا اور وہ بیت المقدس میں ہو گا ۔"

خطاب

پروفیسر غفور احمد

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۱۹۴۷ء سے امتِ مسلمہ کو ایک نیا ملک پاکستان عطا فرمایا ۔ پاکستان

محض ایک ملک ہی نہیں بلکہ یہ نئی زندگی نیا حوصلہ نیا عزم اور نئی منزل ہے ۔

ہماری یہی سوچ تھی کہ پاکستان ایک تناور درخت ہے جو دنیا کے سارے مظلوم انسانوں کو سایہ فراہم کرے گا لیکن آج پاکستان کے کچھ اندرونی اور بیرونی دشمن پاکستان کے اس درخت کو ظلم کی ٹہنی میں تبدیل کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں ۔ آپ کو یاد ہو گا کہ جب وادیٔ مہران خون میں نہا رہی تھی ۔ جب سندھ میں قتل و غارت گری ہو رہی تھی، جب کرفیو لگ رہا تھا جب لوگ اپنے گھروں میں بند کیے جا رہے تھے ۔ جب بے گناہ لوگوں کا خون سڑکوں پر ارزانی کے ساتھ بہہ رہا تھا ۔ اس وقت جب ملک کے لوگوں نے وزیر اعظم سے کہا کہ تمہارے صوبے میں یہ قتل عام کیوں ہو رہا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ سندھ میں 'منی بغاوت' ہے ۔

میرے بھائیو ! آج آپ کے اس اجتماع نے ثابت کر دیا کہ ان کا یہ الزام درست نہیں تھا ۔ مینارِ پاکستان کے سائے میں لاکھوں فرزندانِ توحید کا یہ اجتماع، جس میں مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ پاکستان کا کوئی قریہ، کوئی گاؤں، کوئی دیہات، کوئی گلی ایسی نہیں ہے کہ جہاں سے لوگ کھنچ کھنچ کر نہ آئے ہوں ۔ سندھ ، اندرونِ سندھ سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں آئے ہیں ۔ دیہات سے اور گوٹھوں سے آئے ہیں ۔ شہروں سے آئے ہیں ۔ یہاں پنجاب کے لوگ بھی ہیں ۔ یہاں پختون بھی ہیں ۔ یہاں بلوچ بھی ہیں ۔ اور یہاں مہاجر بھی ہیں ۔ آج دو دن سے اللہ کے فضل سے مینارِ پاکستان کے سائے میں ایک منی پاکستان بس رہا ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے سارے بسنے والے لوگ ایک قیام گاہ میں ، ایک شامیانے کے اندر ایک دستر خوان پر اور نماز کی ایک صف پر کھڑے ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں بلکہ ایثار ہے ، محبت ہے، قربانی ہے ، الفت ہے ، اخوت ہے ، بھائی چارہ ہے ۔ اس لیے ان کا الزام درست نہیں تھا ۔

میرے بھائیو ! انسانوں کا یہ سمندر ہے ۔ آپ نے اس شہر لاہور میں اور جلسے بھی دیکھے ہوں گے ۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ دیکھیں کہ فرق کیا ہے ۔ یہاں اسلحہ کی نمائش نہیں ہے ۔ کلاشنکوف اور خود کار ہتھیار لیے ہوئے لوگ نہیں کھڑے ۔ یہاں فائرنگ نہیں ہو رہی ہے ۔ یہاں لوگوں کے نام اور جماعتوں کے نام لے کر ٹھاہ کے نعرے نہیں لگائے جا رہے ہیں ۔ یہاں ہم جو بات کہہ رہے ہیں، شائستگی کے ساتھ کہہ رہے ہیں، یہاں اللہ کا ذکر ہے ۔ ہماری زبانیں اس کے ذکر سے تر اور ہمارے دل اس کی یاد سے پُر ہیں ۔

یہ نومبر کا مہینہ بڑا ہنگامہ خیز مہینہ رہا ہے ۔ اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں وزیر اعظم کے خلاف عدمِ اعتماد کی تحریک پیش کی گئی اور اپوزیشن نے کہا ہے کہ ہم جلد ہی چونکہ

چند ووٹوں کے ساتھ وہ تحریک ناکام ہوگئی تھی ، دوسری تحریک پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ۔

ہماری حکمران جماعت اور یہ وزیر اعظم ، ٹی وی جن کی لونڈی اور کنیز ہے ، پورے ملک سے کہہ رہی ہے ، فریاد کر رہی ہے کہ میری حکومت کو آئے ہوئے تو ابھی گیارہ مہینے ہوئے ہیں اور گیارہ سال کی کوششوں کے نتیجے میں جمہوریت بحال ہوئی ہے ۔ یہ لوگ جمہوریت کے دشمن ہیں ۔ یہ بیرونی ایجنٹ ہیں ۔ ان کے پاس باہر سے سرمایہ آتا ہے یہ پھر چاہتے ہیں کہ یہاں مارشل لاء لگ جائے ۔ یہ لوگ میری حکومت کو کام کرنے کیوں نہیں دیتے ۔ اور پھر انہوں نے ابھی حال ہی میں کہا کہ میں تو اس کے لیے بھی تیار ہوں کہ اپوزیشن کے ساتھ مل کر کوئی وسیع البنیاد حکومت بنا لوں ۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کا یہ سوال ممبران اسمبلی اور ہم سے اور آپ سے ہے ۔ اس لیے کہ پاکستان کا ہر شہری امن چاہتا ہے ، سکون چاہتا ہے ، اطمینان چاہتا ہے ، خوشحالی چاہتا ہے ۔ وہ یہ ہڑبونگ اور تبدیلیاں نہیں چاہتا ۔ لیکن میں پوری دلسوزی کے ساتھ آپ کی وساطت سے پیپلز پارٹی کی مرکزی حکومت کو یہ بتاتا ہوں کہ تمہاری حکومت اس ملک کے بسنے والے لوگوں کے لیے اب ناقابلِ برداشت ہو چکی ہے ۔ میں اس کے لیے بڑی بڑی آٹھ وجوہات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کبھی بھی ایک منظم سیاسی جماعت نہیں تھی ۔ پیپلز پارٹی ایک خاندان کی پارٹی ہے ، شراکت داران ہے ۔ اس کے اندر انتخابات نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی صفوں میں مفاد پرست اور خود غرض لوگ شامل ہو جاتے ہیں اور بہت سے مخلص لوگ جو پاکستان پیپلز پارٹی کی تشکیل کے وقت پیپلز پارٹی میں آئے تھے وہ آج ہمیں پیپلز پارٹی میں نظر نہیں آتے ۔ اس لیے کہ مخلصین کے لیے پیپلز پارٹی کی صفوں میں کوئی جگہ نہیں ہے ۔

میں پیپلز پارٹی سے یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے باڑے میں شیروں کو پالتے ہو ۔ میں جانتا ہوں ، اس لاہور شہر میں بھی ایک "شیر" تھا ۔ اور اس شیر کے مظالم بھی ہم نے دیکھے ہیں لیکن اب شیروں کا زمانہ بیت گیا ، اب کوئی شیران بیدار پاکستانیوں پر ظلم نہیں کر سکتا ۔

پھر دوسری خرابی ان کی یہ ہے کہ ان کو ایک حرص ہے ۔ نام جمہوریت کا لیتے ہیں لیکن ان کو حرص یہ ہے کہ تمام اختیارات ان کی مٹھی میں ہوں ۔ یہی حرص تھی ، میرے بھائیو جس نے ہمارا مشرقی بازو کاٹ دیا اور وہ بنگلہ دیش بن گیا ۔ یہی حرص تھی پہلے بھی اور آج بھی ۔ جب نومبر

کے الیکشن ہوئے تو اس کے بعد انہوں نے بلوچستان کی اسمبلی پر ہاتھ صاف کر دیا ۔ اور کہا کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں کہ اسے کس نے توڑا ۔

مرکزی حکومت نے پنجاب کی حکومت کو تسلیم نہیں کیا ۔ میں مرکزی حکومت سے کہتا ہوں کہ پنجاب کی حکومت اس بات کی محتاج نہیں ہے کہ تم اسے تسلیم کرو ۔ پنجاب کے لوگوں نے انہیں ووٹ دئیے ہیں ۔ ان کے ووٹوں سے وہ حکومت کر رہے ہیں ۔ اور منہ پر بول تو بڑے میٹھے ہوتے ہیں لیکن کوشش یہ ہے کہ صدر کے سارے اختیار بھی چھین لیں ۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اب کوئی دوسرا چوھدری فضل الہٰی تمہیں نہیں ملے گا اس لیے اس کی کوشش تم اب مت کرو ۔

یہ کوشش بھی ہے کہ فوج کے جتنے اعلیٰ عہدیدار ہیں ان کی تقرری اور علیحدہ کرنے کے سارے اختیارات بھی انہیں مل جائیں۔ یہ دوسری خرابی ہے ۔

تیسری خرابی ان کی بد عہدی ہے ۔ کبھی انہوں نے کوئی عہد کر کے اسے پورا نہیں کیا ۔ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ ۱۹۷۲ء میں انہوں نے جمعیت علمائے اسلام اور نیشنل عوامی پارٹی کے ساتھ اتحاد کیا اور ان کے ساتھ دو معاہدے کئے اور دونوں معاہدے انہوں نے توڑے ۔ انہوں نے قیوم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ نہ کیا ۔ لیکن قیوم لیگ کا وزیر جو لیا وہ بے اختیار وزیر تھا ۔ اور ابھی آپ کو معلوم ہے کہ صوبہ سندھ میں شہروں میں ایم کیو ایم کے لوگ کامیاب ہوئے ۔ ایم کیو ایم کے ساتھ انہوں نے ایک معاہدہ کیا ۔ وہ تحریری معاہدہ تھا ۔ لیکن ایم کیو ایم کے لوگ کہتے ہیں کہ تحریری معاہدہ میں سے انہوں نے کسی ایک شق کو بھی پورا نہیں کیا ۔ پہلے پیپلز پارٹی کے لوگ بڑی تعریفیں کرتے تھے ایم کیو ایم کی اور اب جب تنگ آنے کے بعد ایم کیو ایم نے کہا کہ ہم معاہدہ توڑتے ہیں تو اچانک ایم کیو ایم کے لوگ غدار ہو گئے ، دشمن بن گئے ۔ اب ان کے گھروں پر چھاپے پڑ رہے ہیں ۔ اب ان کے مکانوں اور دفاتر پر فائرنگ کی جا رہی ہے ۔

چوتھی خامی ان کی یہ ہے کہ یہ چاہتے ہیں کہ پورا ملک ان کی ذاتی اور خاندانی ملکیت بن جائے ۔یہ غریبوں سے ہمدردی کرنے والے لوگ نہیں ۔ ان کا خون چوسنے والے اور استحصال کرنے والے لوگ ہیں ۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمام وسائل ان کی آسائش کے لیے ان کے مشن کے لیے ہوں اور عزت و شرف ان کے لیے ہو اور ذلت و رسوائی عوام کے لیے ہو ۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ پاکستان میں ایک عمارت ہے جس کا نام ہے پی آئی ٹی ہاؤس ۔ بھٹو صاحب سے بہت پہلے یہ تعمیر ہوئی تھی ۔ ایک دن میں گزرا تو معلوم ہوا کہ نیا سائن بورڈ لگا ہوا اور بھٹو ہاؤس اس کا نام ہو چکا

ہے ۔ ریل چلی تو اس کا نام شاہنواز ایکسپریس ہوگیا ۔ میں حکومت کو بتاتا ہوں کہ تم نے بھٹو ہاؤس کا نیون سائن لگایا ۔ یہ نیو سائن اترے گا اور پی آئی ٹی ہاؤس پھر پی آئی ٹی ہاؤس بنے گا ۔

پانچویں خرابی ان کی یہ ہے کہ عریانی ، جنسی بے راہروی ، جوا اور شراب کا فروغ چاہتے ہیں ۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا ۔ بڑا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ پاکستانیو ، تمہارا سر فخر سے بلند ہونا چاہیئے کہ پاکستان میں پہلی بار ایک خاتون وزیر اعظم بنی ہے ۔ لیکن میں پہلی خاتون وزیر اعظم سے کہتا ہوں کہ پاکستان کے تاریخ کے ۴۲ سالوں میں پاکستان کی معزز خواتین کے ساتھ وہ ظلم نہیں کیا گیا ہے جو تمہاری حکومت کے گیارہ مہینوں میں کیا گیا ہے ۔ آج ہماری باعزت عصمت مآب بچیوں کو سامان تجارت بنایا گیا ہے ۔ اگر سیاحت کی انڈسٹری کو فروغ دینا ہوتا ہے تو غیر ملکی مہمانوں کو بلایا جاتا ہے اور ان کو پاکستانی ثقافت دکھائی جاتی ہے اور یہ ثقافت کیا ہے ۔ میرے بھائیو! یہ کہ چاروں صوبوں سے یہ ہماری بچیوں کو لائیں اور ان کے سامنے ان کے رقص پیش کریں ۔ انہیں ٹی وی پر بطور اشتہار پیش کیا جاتا ہے ۔ میں حکومت سے کہتا ہوں کہ عورتیں صنف نازک تو ہیں ، صنف ضعیف نہیں ۔ ہماری ان بہنوں کو ہماری ضرورت نہیں ، انشاء اللہ یہی کافی ہیں تمہاری کلائی توڑ دینے کے لیے ۔ مسلمان عورت عزت کے لیے بنی ہے ، احترام کے لیے بنی ہے ، اسلام نے اسے شرف دیا ہے اور پاکستانی قوم عورت کی یہ رسوائی اور بے عزتی گوارا نہیں کر سکتی ۔

اس کے بعد چھٹی چیز بھارت کے ساتھ ان کا رویہ ہے ۔ مجھے تعجب ہے کہ پاکستانی عوام کے لیے جو حکومت شیر ہے ، وہ حکومت راجیو گاندھی کے سامنے بھیگی بلی بن جاتی ہے ۔ اس کی ہمت اس وقت کہاں کافور ہو جاتی ہے ۔ بابری مسجد جسے مندر میں تبدیل کیا جا رہا ہے، کے معاملہ میں حکومت خاموش ہے ۔ بھاگل پور میں ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور حکومت کا کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو احتجاج کا کوئی لفظ کہہ سکے ۔ مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے اور ان کے لبوں پر مہر لگی ہوئی ہے ۔ وولر بیراج بنانے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اجازت دے دی گئی ہے ۔ یہ وہ چیز ہے جو پاکستانیوں کو پریشان کر رہی ہے جو ناقابلِ برداشت ہے ۔

ساتویں چیز یہ ہے کہ یہ ملک کی آزادی کو قرض اور امداد کے عوض رہن رکھ دینا چاہتے ہیں ۔ اب محسوس یہ ہوتا ہے کہ ملک کی پالیسیاں ملک کے اندر نہیں بنتیں ۔ ملک کے اندر کچھ اور لوگ ہیں جو ہماری پالیسیاں بناتے ہیں ۔

آٹھویں چیز یہ ہے کہ جہادِ افغانستان کے بارے میں ان کے رویہ میں سرد مہری آرہی ہے اور تبدیلی پیدا ہو رہی ہے ۔ میں ان کو دعوتِ فکر دیتا ہوں کہ جو باتیں میں نے اخلاص کے ساتھ کہی ہیں کہ تمہاری حکومت کیوں ناقابلِ برداشت ہوگئی ہے اس پر وہ سوچیں اور غور کریں ۔ ماضی کے اپنے انجام سے سبق لیں ۔ یہی وہ وجوہات ہیں کہ تمام سیاسی جماعتوں نے پہلے اسلامی جمہوری اتحاد بنایا تھا اب سی او پی بنائی ہے اور تمام سیاسی و دینی جماعتیں یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ پاکستان کو اس منجدھار سے نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم سب کو مل کر اشتراک اور تعاون کے ساتھ کام کرنا پڑے گا ۔

ہم جمہوریت چاہتے ہیں ۔ لیکن یہ جمہوریت اسلامی جمہوریت ہوگی جو قرآن و سنّت کی پابند ہوگی ۔ پاکستان ایک مثالی فلاحی مملکت ہوگا ، جہاں عدل اور انصاف ہو جہاں خوشحالی اور امن و امان ہو اور انشاء اللہ ہمیں یہ چیزیں میسر آئیں گی ۔ یہ ہمارا عظیم الشان اجتماع ہماری قوّت کا مظاہرہ نہیں بلکہ ہمارے اس عزم کا مظہر ہے کہ ہمارے دلوں کے اندر یہ حوصلہ ہے کہ زندہ رہو اور آگے بڑھتے رہو ۔ بھلا ہم سے کوئی ہمارا یہ جذبہ چھین سکتا ہے ۔ اور نہ آگے بڑھنے کا حوصلہ ۔ یہ وہ با حوصلہ لوگ ہیں کہ جب یہ نکل کھڑے ہوں گے تو یہ خطرات کے پہاڑوں کو ایمان کے ہاتھوں سے روئی کی طرح دھنک سکتے ہیں ۔ ہمارا پیغام ایک ہی پیغام ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو ۔ تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں ۔ شوہر اور بیوی کا رشتہ ختم ہو سکتا ہے ، بھائی بھائی سے جدا ہو سکتا ہے ۔ ماں بیٹے سے جدا ہو سکتی ہے ۔ باپ بیٹے سے جدا ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا تو وہ اللہ کی رسی ہے ۔ اس رسی کو پکڑنے والے کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ یہ شرکاء جب یہاں سے واپس جائیں گے تو دنیا کے ہنگاموں میں گم نہیں ہو جائیں گے ۔ یہ پاکستان کی حفاظت کے لیے اس کی بقاء کے لیے اسلامی نظام کے قیام کے لیے پہلے سے بڑھ کر کام کریں گے اور جب میدان میں نکلیں گے تو انشاء اللہ مظلوموں کی دادرسی ہوگی اور اللہ نے چاہا تو یہاں وہ اسلامی نظام آئے گا جس کے لیے ہماری آنکھیں ترس رہی ہیں ۔ میں ایک بار پھر یہ اپیل کرتا ہوں کہ اس نازک مرحلے پر پورے پاکستان کے مسلمانوں کو ، دینی جماعتوں کو سیاسی جماعتوں کو اشتراک کے ساتھ ان خطرات کا مقابلہ کرنا چاہیئے ۔

پروفیسر غفور احمد صاحب کے خطاب کے بعد جماعت کے نائب امیر جناب خرم مراد اسٹیج پر تشریف لائے ۔ انہوں نے اعلان کیا کہ جہادِ افغانستان کی کامیابی کے بعد ہم افغانستان کی تعمیرِ نَو کے جہاد میں بھی حصہ لینا چاہتے ہیں ۔ اس لیے تحریکِ اسلامی سے وابستہ انجنیئرنگ ، پلاننگ ، صنعت و حرفت اور تجارت کی صلاحیتیں اور تجربہ رکھنے والے افراد اپنے کوائف ہمیں فراہم کریں ۔

خطاب

مولانا جان محمد عباسی

نائب امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

پاکستان کی تاریخ کا یہ عظیم الشان جلسہ عام کسی ایک شہر ، ایک صوبے ، ایک برادری یا کسی قبیلے پر مشتمل نہیں ہے بلکہ یہ پاکستان کا ایک نمائندہ اجلاس اور ہمارے محترم بیرونی معزز مہمانوں کی وجہ سے عالمِ اسلام کا نمائندہ اجتماع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ اجتماع پاکستان کی تاریخ پر اثر انداز ہو گا اور انشاء اللہ دینِ حق کی راہ میں دی گئی قربانیوں کا صلہ ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو ملے گا اور دینِ اسلام کا پرچم اس مینار (مینارِ پاکستان) کی طرح بلند و بالا ہو گا اور ایک دفعہ اسلام ساری دنیا میں تمام باطل نظاموں کو شکست دے گا جنہوں نے انسانیت کو ظلم کے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے۔

میرے بھائیو! اس موقع پر میں سندھ اور حکومت کی داخلی پالیسیوں کے حوالہ سے ملکی حالات پر کچھ عرض کروں گا۔

حضرات! حکومت دینی ہو یا لادینی اس کا ایک عمومی فرض یہ ہوتا ہے کہ وہ ملک کے اندر امن و امان قائم کرے، ملکی مشکلات کو دور کرے، ملک کی اقتصادی اور دوسری صورتِ حال کی اصلاح ۔ گزشتہ گیارہ سال میں چونکہ مارشل لاء کی حکومت رہی اور اس کے بعد غیر جماعتی انتخابات کے نتیجے میں حکومت آئی تو اس پر خود پیپلز پارٹی کا یہ الزام تھا اور اس کے رہنما گلی کوچوں میں ہمیشہ یہ ناقوس بجاتے رہتے تھے کہ یہ بدامنی فوجی راج کی وجہ سے ہے پھر جب منتخب حکومت آئی تو کہا کہ یہ بدامنی افراتفری ، رشوت ستانی ، بے روزگاری اور عوام کے مسائل سب غیر جماعتی انتخابات کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ انکی کوششوں کی وجہ سے ان کی یہ حکومت نہیں بنی بلکہ ان کو تو یہ حکومت لاٹری میں ملی جب جنرل ضیاء الحق حادثہ میں انتقال کر گئے ۔ اگر جنرل ضیاء الحق کے طیارے کا حادثہ نہ ہوتا تو یہ ابھی تک عاشورہ محرم منا رہے ہوتے۔

نومبر ۱۹۸۹ء کے انتخابات میں پیپلز پارٹی کو سندھ میں مکمل اکثریت اور مرکز میں مخلوط طریقہ سے حکومت کا موقع ملا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پیپلز پارٹی کی صلاحیت اس کی اہلیت اور اس کی حکمران کا اصل معیار صوبہ سندھ ہے کیونکہ وہاں سے اسے دیہات سے ۹۹ فیصد ووٹ ملے۔ اب سندھ کے عوام کو اگر یہ امن مہیا نہیں کر سکتے ، سندھ کے عوام کے مسائل کو حل نہیں کر سکتے ، سندھ کے اندر مشکلات پر قابو نہیں پا سکتے تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ ناکام ہیں یا کامیاب ؟ پنجاب کے بارے میں تو وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری مرکزی حکومت پنجاب میں لولی لنگڑی

ہے لیکن سندھ میں تو ان کی ایک مکمل اور قوی اختیارات کی حامل حکومت ہے۔ پھر وہاں کیوں امن قائم نہیں ہوتا، وہاں لوگوں کے مسائل کیوں حل نہیں ہوتے وہاں مشکلات پر قابو کیوں نہیں پایا جا سکا۔ یہ وہ سوال ہے جو سندھ اور پاکستان کا ہر شہری اور ملک کے باہر بھی ہر شخص کرتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت صوبہ سندھ وہ حساس علاقہ ہے ۔ جو صرف پاکستان کے اندر ہی نہیں ، بلکہ پوری دنیا کے کالم نویسوں اور اخبارات کا موضوع بحث بنا ہوا ہے کیونکہ سندھ کی بڑی اہمیت ہے اس لیے کہ سندھ میں کراچی کی بین الاقوامی بندرگاہ ہے، ساری دنیا سے پورے پاکستان کے لیے اگر مال آئے گا ۔ اگر پنجاب میں ، سرحد میں، بلوچستان میں، اور آزاد کشمیر میں مال در آمد ہو گا تو وہ کراچی ہی سے آئے گا۔ کراچی تو شہ رگ پاکستان ہے۔ اگر آپ پنجاب سے کوئی چیز بر آمد کریں گے تو سندھ کے راستے جائے گی ۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی بر آمدات اور در آمدات کا انحصار سندھ پر ہے۔ اس لیے اگر سندھ میں امن ہو گا تو پورے پاکستان میں امن ہو گا اگر سندھ میں بدامنی ہو گی تو پورا پاکستان اس سے متاثر ہو گا۔ اس لیے سندھ کی اہمیت سندھ تک ہی محدود نہیں بلکہ پورے پاکستان میں ہے اور اگر سندھ کے اندر لسانی اختلاف ہوا، کشمکش ہو گی، لسانی بنیادوں پر جھگڑے ہوں گے ، فسادات ہوں گے، فتنے ہوں گے، تو پاکستان کی سلامتی اور قومی یکجہتی کو خطرہ ہو گا۔ لیکن اگر سندھ میں عمومی بدامنی ہو گی تو بھی پاکستان متاثر ہوتا ہے اور اگر سندھ میں لسانی بنیادوں پر جھگڑا ہو تو بھی پورے پاکستان اور اس کی سلامتی متاثر ہو گی ۔ اس لیے سندھ کے مسائل کی بڑی اہمیت ہے ۔

عوام کو یہ امید تھی کہ منتخب حکومت خاص طور پر سندھ سے اتنی بھاری اکثریت سے آنے والی حکومت سندھ میں امن قائم کرے گی ۔ ایسی حکومت جو بار بار یہ دعویٰ کرتی ہے کہ وہ وفاق کی علامت ہے تو وفاق کی علامت کو سب سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہئے کہ وہ وہاں یکجہتی ہے کہ نہیں، وہاں لسانی بنیادوں پر جھگڑے ہیں کہ نہیں۔ سندھ کے غریب باشندوں نے سب سے زیادہ ان کا ساتھ دے کر انہیں اوپر بٹھایا ۔ آج وہی سب سے زیادہ متأثر ہیں۔ آج سندھ کا ہاری ، زراعت پیشہ طبقہ رات کو ٹیوب ویل پر نہیں جا سکتا، رات کو ٹریکٹر نہیں چلا سکتا، دن میں اپنے کھیت میں نہیں جا سکتا ۔ سندھ کا تاجر عام راستوں سے گزر نہیں سکتا۔ وہ سامان نہ لے جا سکتا ہے نہ بھیج سکتا ہے ۔ آج شاہراہیں اور ریل محفوظ نہیں ہے۔ صوبہ سندھ کے اندر امن وامان کی یہ صورتِ حال اس حکومت کی اہلیت کا آئینہ ہے اور جس کے بعد ان کے تمام دعوے بالکل بیکار اور فریب نظر ہیں ۔

میرے بھائیو! اس بدامنی کے نتیجہ میں سندھ معاشی طور پر تباہ ہوگیا ہے صنعتیں رک گئی ہیں۔ عام لوگوں کو اور صنعتکار کو اغوا کیا جاتا ہے حتیٰ کہ پرائمری اسکول کے ٹیچروں تک کو اغوا کیا جاتا ہے اور تاوان کی وصولی کا آپ معیار دیکھیں تو سندھ کے دارالحکومت کراچی کے صرف چھ صنعت کاروں سے تین کروڑ روپے تاوان لیا گیا ۔ ایسا تاوان تو جنگی قیدی بھی نہیں دیتے ۔ صنعت کار اگر صبح ذرا تفریح کرنے کے لیے نکلیں تو ان کو بکرے کی طرح اٹھالیا جاتا ہے اور ۵۰، ۵۰ لاکھ روپے ان سے وصول کیا جاتا ہے۔ وہ چھ صنعت کار پاکستان چھوڑ کر مشرق وسطیٰ چلے گئے ہیں۔ ترقی کی یہ جو باتیں کی جاتی ہیں دراصل فریب ہیں۔ صوبہ سندھ ملک کی ۸۰ فیصد صنعتوں کا صوبہ تھا اس کے اندر اب کوئی صنعت لگانے کے لیے تیار نہیں۔ صنعتیں بند ہو رہی ہیں جس کے نتیجے میں بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔

میرے بھائیو! اس اقتصادی اور معاشی تباہی سے پورا ملک متأثر ہو رہا ہے۔ لسانی فسادات میں اب تک اس چھوٹے سے صوبے میں ایک ہزار افراد قتل ہو چکے ہیں اور اب بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ دارالحکومت میں کرفیو ہے اور فوج ہے ۔ آپ کو شاید معلوم نہیں لیکن خود پیپلز پارٹی سندھ کی گلی گلی اور کوچے کوچے میں جا کر یہ بات کہتی تھی کہ بدامنی فوجی حکومت خود کرا رہی ہے تاکہ بدامنی کے بہانے فوج سندھیوں کی گردنوں پر مسلّط ہو۔ پیپلز پارٹی یہ کہتی تھی کہ جب ہم آئیں گے تو بغیر فوج کے اور بغیر کرفیو کے حکومت چلائیں گے ۔ بدقسمتی سے وہاں آج فوج بھی موجود ہے اور کرفیو کے بغیر کراچی شہر کا گزارا نہیں ہو رہا۔ میں پوچھتا ہوں کہ اس قوم کو کب تک کرفیو ٹینٹ میں رکھو گے ۔ مریض کو زیادہ دیر آپریشن تھیٹر میں رکھو گے تو اس کے بچنے کا امکان کم ہو جائے گا اس طرح اس شہر کو اس صوبے کو ان شہریوں کو آپ فوج اور کرفیو کے اپریشن تھیٹر میں رکھیں گے تو یہ سلسلہ آخر کب تک جاری رہے گا ۔ میرے بھائیو ! یہ ان کی حکومت کی اہلیت کا حال ہے۔ ان کا حل تو یہ ہے کہ وزیراعظم صاحبہ جو نواز شریف حکومت کو گرانے کے لیے بڑا زور لگا رہی ہیں، ان کا پٹرول پمپ رتوڈیرو میں ڈاکو لوٹ کر لے گئے۔ ان کے منشی کو اغوا کر کے لے گئے ، جب ان کے ووٹروں کو اغوا کیا گیا اور ان کے رشتہ دار فریاد لے کر ان کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنا منشی پیسے دے کر چھڑا لیا ہے آپ بھی جا کر پیسے دے کر اپنے آدمی چھڑا لیں۔

تعلیمی اداروں میں بدامنی ہے ، جس سے پورا ملک متأثر ہو رہا ہے دوسری طرف ان کی بدعنوانیوں کا یہ حال ہے کہ گیارہ سال میں جتنے جرائم پیشہ لوگ تھے جنہوں نے تخریب کاری کی ، ٹرینیں لُوٹیں، جہاز اغوا کیے، وہ سب معتبر بن گئے اور ان کو گریڈ ۱۷ سے لیکر گریڈ ۲۲ تک

نوکری دی جارہی ہے۔ اس کا نتیجہ نکل رہا ہے کہ دستوری ادارے ، فیڈرل پبلک سروس کمشن وغیرہ، سب معطل ہیں اور یہ کبھی پلیسمنٹ بیورو کے ذریعے کبھی کسی اور نام سے اپنی پارٹی کے افراد کو بھرتی کر رہے ہیں جس کے نتیجے میں یہ ہوگا کہ ملکی خزانہ میں لوٹ کھسوٹ ہوگی، نااہل لوگوں کی بھرتی ہوگی اور یہ ادارے سیاسی اکھاڑے بن جائیں گے اور ایک خاص سیاسی پارٹی کے لیے کام کریں گے اس طرح ملک میں ایک شدید بحران پیدا کیا جارہا ہے۔

میرے بھائیو ! انکا بڑا اصرار تھا کہ مخالف منشیات فروش ہیں اور ہیروئن بیچنے والے ہیں۔ ابھی چند روز قبل کی بات ہے کہ کراچی شہر میں لوگوں نے منشیات فروشوں کے خلاف احتجاج کیا۔ علماء نے جلوس نکالا تو علماء پر گولی چلا دی گئی، ۶ آدمی شہید ہو گئے۔ اس طرح یہ خود منشیات فروشوں کی سرپرستی کر رہے ہیں ۔

ٹی وی میں اس حکومت نے سب سے اہم پروگرام یہ لکھا ہے کہ مختلف خواتین کو بلاکر حدود آرڈیننس اور دیگر شرعی قوانین پر نکتہ چینی کرائی جائے۔ شریعت کے خلاف کچھ نہ کچھ کہلوایا جائے۔ ایسے ایسے ادیبوں اور دانشوروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لایا جارہا ہے جو اخلاقیات کو کمزور کرنے کی کوشش کریں اور شریعت کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کریں۔

یہ ملک کی داخلی صورتِ حال ہے ۔ اس صورتِ حال میں ہمیں اب سوچنا ہوگا اور ہمارا احتجاج اس بارے میں قوم کا رخ متعین کرنے اور قوم کو متحرک کرنے میں ، قوم کو ایک نیا عزم اور نیا ولولہ دینے میں انشاء اللہ بنیادی کردار ادا کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس اجتماع میں شرکت کرنے والے جب یہاں سے واپس جائیں گے تو حکومت کو یا تو درست ہونا پڑے گا جس کا مجھے ایک فیصد امکان بھی نظر نہیں آتا ، پھر ان کو عوام کے ہاتھوں شکست کھانا پڑے گی۔

سندھ کے لسانی حوالہ سے مَیں ایک بات کہوں گا کہ اگر سندھ کا نوجوان ، وہ میرے بیٹے نجم الدین کی صورت میں ہو یا میرے بھائی محمد صالح کے بیٹے صدرالدین کی صورت میں ہو، وہ اگر پنجاب کے نوجوان ہمایوں سے مل کر، پختون بھائیوں سے مل کر، کشمیریوں سے مل کر، افغانستان کی سرزمین میں اپنا خون دے سکتا ہے تو وہ پاکستان کی سلامتی کے لیے کیوں خون نہیں دے گا۔ اس بات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سندھ کے نوجوان بھی اسلام سے وابستہ ہیں ۔ آپ صرف چند سر پھرے لوگوں پر نہ جائیں ، یہ نوجوان جنہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی ہے۔ جن کے نورانی چہرے تھے، انہوں نے اپنی جوانی افغانستان کی سرزمین پر اسلام کے لیے قربان کر دی تو مجھے یقین ہے کہ سندھ کے نوجوان انشاء اللہ اسلام کی خاطر، پاکستان کی خاطر، قومی یکجہتی کی خاطر، اپنی جان قربان

کر دیں گے ۔ انشاء اللہ مستقبل ہمارا ہے ۔ اس اجتماع میں سینکڑوں سندھی خواتین صرف دین کی خاطر اتنا لمبا سفر کر کے یہاں آئی ہیں ۔ تو سندھ کے مرد ہوں یا سندھ کی خواتین، وہ اسلام اور پاکستان کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس کے استحکام کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

آئیے عہد کریں کہ انشاء اللہ ہم اسلام کو سربلند کریں گے اور اس ملک میں شریعت کو نافذ کر کے عصبیتوں کو ختم کر کے دم لیں گے ۔ اور اسلامی قومیت کو سربلند کریں گے ۔ انشاء اللہ پاکستان تاقیامت سلامت رہے گا اور ان لوگوں کے عزائم خاک میں مل جائیں گے جو پاکستان کو بری نظر سے دیکھتے ہیں ۔

خطاب

قاضی حسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و صلوٰۃ کے بعد،

برادرانِ اسلام اور محترم خواتینِ اسلام،

آج مینارِ پاکستان کے سائے میں پاکستان کی مسلمان قوم کا، پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا اجتماع ہے۔ یہ اجتماعِ عام ایک عزم اور ایک عہد کرنے کیلیے بلایا گیا ہے۔ اس مقام پر جہاں مینارِ پاکستان اس وقت کھڑا ہے، ہم نے ۱۹۴۰ء میں ایک عزم کیا تھا۔ برِصغیر ہند و پاکستان کے مسلمانوں نے ایک قرار داد پاس کی تھی۔ اس وقت کسی کو یہ یقین نہیں تھا کہ برِصغیر پاکستان کے مسلمان اپنے لیے ایک الگ ملک حاصل کر سکیں گے، لیکن مسلمانوں کے اس پختہ عہد کے مقابلہ میں لوگوں کے تمام حسابات اور ان کے تمام اندازے غلط ثابت ہوئے۔ آج بھی ہم ایک عہد کرنے کے لیے آئے ہیں۔

یہ مقام جہاں پر ہم آج بیٹھے ہیں، اس کے ایک طرف مینارِ پاکستان ہے، سامنے اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی تعمیر کردہ مسجد ہے، جنہیں اقبال نے کفر اور اسلام کی کشمکش میں مسلمانوں کے ترکش کا آخری تیر قرار دیا تھا۔ اسی مقام سے چند سو گز کے فاصلے پر حضرت سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، جنہوں نے اس لاہور شہر کو اس لیے اپنا مسکن بنایا کہ یہاں معرفتِ الٰہی کا خزانہ تقسیم کریں۔ اسی مقام کے بالکل پاس شاہی مسجد کی دیوار کے سائے میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مرقد ہے، جس کی دیوار پر لکھا ہوا ہے:

بیا تا کارِ ایں اُمّت بسیازیم
قمارِ زندگی مردانہ بازیم
چناں نالیم اندر مسجدِ شہر
کہ دل در سینۂ مُلّا گدازیم

"آؤ کہ اس ملت کی بگڑی بنا دیں۔ اس زندگی کو داؤ پر لگا دیں اور شہر کی مسجد میں اتنا روئیں، اتنا روئیں کہ علمائے کرام کے سینہ کے اندر دل بھی پسیج جائیں۔"

اور جب ان کے دل نرم ہو جائیں گے تو قوم کی بگڑی بھی بن جائے گی۔ علامہ اقبالؒ نے اس تاریکی کے دور میں جب روشنی نظر نہیں آ رہی تھی، یہ نوید سنائی اور اس امید کا اظہار کیا کہ:

کیا عجب مری نوا ہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

اور کہا کہ:

اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے ہے تو
تیرے لیے ہے میرا شعلۂ نوا قندیل

اور یہ بھی ایک حسنِ اتفاق ہے کہ آج ۹ رنومبر کو یومِ اقبالؒ بھی ہے اور ان کا مرقد بھی قریب ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا تھا کہ بّرِ صغیر ہند و پاک کے شمال مغرب میں اور شمال مشرق میں مسلمانوں کا آزاد وطن ہو جس میں وہ اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کیلیے آزاد ہوں۔

اور پھر یہ شہر، وہ شہر ہے، جسے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند کیا، اس کو منتخب کیا، تقسیم سے قبل ہجرت کر کے دارالسلام پٹھانکوٹ آئے۔ اپنی دعوت کیلیے خطۂ پنجاب کو پسند کیا۔ اور پھر پاکستان بننے کے بعد دارالسلام پٹھانکوٹ سے لاہور منتقل ہوئے۔ لاہور ملّتِ اسلامیہ کا دھڑکتا ہوا دل ہے، لاہور زندہ دلوں کا شہر ہے، لاہور قربانی دینے والے مسلمانوں کا شہر ہے اور اس لاہور شہر کے اندر آج مسلمانوں کا یہ عظیم الشان اجتماع، جو ہجوم نہیں ہے، بلکہ پر عزم مجاہدین کا اجتماع ہے۔ جو عزم کرنے اور عہد کرنے کیلیے اکٹھے ہوئے ہیں۔ وہ عہد یہ ہے کہ ہم اس ملک کو اسلامی انقلاب کی منزل تک پہنچا کر دم لیں گے تاکہ اس کے گرد پوری امت اکٹھی ہو سکے۔

میرے بھائیو! ہمارے مسائل کا کوئی اور حل نہیں ہے بجز اس کے کہ امّتِ مسلمہ کو دوبارہ قرآن کے گرد اکٹھا کر دیا جائے۔ قرآن اُمّتِ مسلمہ کو پکار پکار کر کہہ رہا ہے، قرآن امّتِ مسلمہ کو بلا رہا

ہے، قرآن امّتِ مسلمہ کو اپنی حقیقت سے باخبر کر رہا ہے، قرآن امّتِ مسلمہ سے کہتا ہے کہ:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس، تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ"

"تم سب سے بہتر امّت ہو" کیوں سب سے بہتر امت ہو؟ کیا ہے تم میں؟ "اخرجت للناس" "لوگوں کیلیے بھیجے گئے ہو، کس لیے بھیجے گئے ہو لوگوں کے پاس؟ اس لیے کہ "تامرون بالمعروف" یعنی "نیکی کا حکم دیتے ہو" اور "و تنھون عن المنکر" اور "منکر سے منع کرتے ہو" اور "تومنون باللہ" اور "اللہ پر ایمان رکھتے ہو" یہ کام اگر آپ کر رہے ہیں تو آپ "خیر امّتِ" ہیں، لیکن یہ کام تو "امّتِ مسلمہ" سے چھوٹ گیا ہے۔

ہمارے تمام مصائب کی جڑ یہی ہے کہ ہم نے اپنے اصل منصب کو بھلا دیا ہے۔ ہم اپنے اصل مقام کو بھول چکے ہیں۔ کس لیے اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم کو بھیجا تھا اور کس لیے اس امت کو اللہ نے اٹھایا تھا، ہم اس چیز کو بھول گئے ہیں۔ اسی لیے آج اخلاقی بحران ہے، تمام خرابیوں کی جڑ یہ اخلاقی بحران ہے۔ ہماری قوم اخلاقی طور پر دیوالیہ ہوگئی ہے۔ اس سے زیادہ اخلاقی دیوالیہ پن اور کیا ہو سکتا ہے کہ اب پارلیمنٹ کا ممبر فروخت ہوتا ہے یعنی ساڑھے تین چار لاکھ لوگوں کا نمائندہ چند ٹکوں پر فروخت ہو جاتا ہے۔ منڈی میں اس کے دام لگتے ہیں، وہ ذلیل اور خوار اور رسوا ہو کر اپنے ضمیر کو بیچتا ہے۔ آپ مجھے بتائیے کہ جب کسی ملک کی پارلیمنٹ کا ممبر فروخت ہوتا ہے اور وہ پیسے کے عوض اپنی رائے دیتا ہے، تو پھر اس ملک پر کسی کو فوج چڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟ خرید و فروخت کا یہ سلسلہ جو ابھی حال ہی میں چل پڑا تھا اس دوران کچھ ارکان اسمبلی نے قرآنِ کریم پر حلف اٹھایا تھا کہ ہم اسلامی جمہوری اتحاد کا ساتھ دیں گے ان ممبران پارلیمنٹ میں ایک ہندو ممبر تھا اس نے سب لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر یہ روداد بیان کی کہ "جب حلف لیا جارہا تھا تو ان مسلمان ممبران نے قرآنِ کریم پر حلف اٹھایا، مجھے کہا کہ تم اپنے دین دھرم پر حلف دو تو میں نے کہا کہ میں تو اس معاملہ میں اپنے دین دھرم کو نہیں لاتا۔ میری تو زبان کافی ہے۔" وہ زبان والا رانا چندر سنگھ اسلامی جمہوری اتحاد کے ساتھ رہا اور جنہوں نے قرآنِ کریم پر حلف اٹھایا تھا، انہوں نے اسلامی جمہوری اتحاد کا ساتھ نہیں دیا۔ اس نے تمام لوگوں کے سامنے ان کو شرمندہ کیا جنہوں نے قرآنِ کریم پر حلف اٹھایا تھا کہ یہ لوگ اپنے دین دھرم سے پھر گئے، میں نے تو زبان دے دی تھی اور میں اپنی زبان سے نہیں پھرا۔

یہ اخلاقی دیوالیہ پن ہے کہ کسی کو اپنے عہد کا کوئی پاس نہیں ہے، کسی کی کوئی زبان باقی نہیں رہی، حلال اور حرام میں کوئی تمیز نہیں رہی، جائز اور ناجائز میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ پیسہ چاہیے

جس طریقے سے بھی آئے، وہ حلال ہو یا حرام، بس منفعت چاہیے۔ سب مصلحت کے بندے بن گئے ہیں۔ ایک طبقہ کے اندر دولت جلد از جلد کمانے کی دوڑ لگی ہوئی ہے اور اس کے نتیجے میں مزدور کی حالت خراب ہے، کسان کی حالت خراب ہے، غریب اور امیر کے درمیان تفاوت ہے۔ ایک کو دو وقت کا کھانا نصیب نہیں ہوتا، غریب کو بچے کے علاج کیلیے دوائی نصیب نہیں ہے، اس کے بچے کیلیے سکول نہیں ہے، اس کے لیے کتاب نہیں ہے، اس کے سکول میں استاد نہیں ہے۔ امیروں کے بچے انگلینڈ اور امریکہ کے سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ ان کے لیے خصوصی اہتمام اور انتظامات ہیں۔ عیش و عشرت کے محلات تعمیر ہو رہے ہیں۔ وہ فیشن ایبل زندگی گزار رہے ہیں۔

یہ اس اخلاقی دیوالیہ پن کا شاخسانہ اور نتیجہ ہے کہ ملک میں بدامنی ہے، اغوا کی وارداتیں ہیں ایک چلتے پھرتے شریف آدمی کو اغوا کر لیا جاتا ہے اور پھر دس دس لاکھ، بیس بیس لاکھ روپے اس کے بدلے میں طلب کیے جاتے ہیں اور یہ سودا ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ہوتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ڈاکو اور وڈیرے اور اغوا شدہ کے درمیان بات چیت ہوتی ہے۔ کہاں اور کس کے پاس کوئی فریاد لے کر جائے؟ آدمی قتل ہو جاتا ہے، مقتول کے گھر پر پولیس والے آتے ہیں اور مقتول کے گھر میں، مقتول کی لاش پر بیٹھ کر سودا کرتے ہیں۔ پیسہ پہلے لیتے ہیں مقدمہ بعد میں درج کیا جاتا ہے۔

رشوت کا آج دور دورہ ہے، یہ جو پوری قوم پریشان ہے ان تمام خرابیوں کے ذمہ دار جو لوگ ہیں ان میں منتخب نمائندے، بڑے بڑے سرکاری افسر، بڑے بڑے زمیندار اور بڑے بڑے سرمایہ دار بھی شامل ہیں۔ یہ کلب ایک طرف لوگوں کو لوٹ رہا ہے اور دوسری طرف ان کو آپس میں لڑا رہا ہے۔ سندھی کو کہا جاتا ہے کہ پنجابی نے تمہارے حقوق غصب کر لیے، مہاجر کو کہا جاتا ہے کہ تمہیں پختون اور پنجابی نے لوٹ لیا، پنجابی کو اکسایا جاتا ہے کہ سارے لوگ تمہیں ہی گالیاں دے رہے ہیں، بلوچستان کے عوام کو اکسایا جاتا ہے کہ اتنا بڑا تمہارا علاقہ ہے، ایک دوسرے سے لڑوا کر، تعصبات کا بازار گرم کر کے اس طبقہ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ آپس میں لوگ لڑتے مرتے رہیں اور اس کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔ ایک غریب چھابڑی والے پختون اور ایک غریب مہاجر نے، ایک غریب پنجابی اور ایک غریب سندھی نے اور ایک غریب پختون نے ایک غریب مہاجر کا کچھ نہیں بگاڑا، یہ سب لوگ مظلوم ہیں اور ان سب کو لوٹنے والا ایک ہی طبقہ ہے، وہ اگر پختون ہے تو سب سے پہلے پختون کو دباتا ہے، اس پر ظلم ڈھاتا ہے، وہ اگر مہاجر ہے تو سب سے پہلے اس کا ہاتھ اپنے مہاجر بھائی کی طرف پہنچ سکتا ہے، اگر وہ سندھی ہے تو سب سے پہلے وہ سندھی غریب کو کھائے

گا۔ پورے ملک کے اندر ایک محدود طبقہ ہے جس نے غریب لوگوں کی زندگی اجیرن بنادی ہے اور وہ تعصّبات پیدا کر کے ایک دوسرے کو لڑا رہا ہے۔

فرقہ بندی کا بھی ایک بازار گرم ہے۔ ہم ایک امّتِ مسلمہ ہیں۔ اللہ نے ہمیں کہا" وان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ"

اس امّتِ مسلمہ میں شیعہ سنّی کی تقسیم تو پہلے سے چلی آرہی تھی، اب اہلسنت والجماعت میں، اہلحدیث اور حنفی میں، پھر حنفیوں میں دیوبندی اور بریلوی، تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ یہ جو دور گزر رہا ہے، اس نے ایسا تفرقہ علماء کے درمیان ڈال دیا ہے کہ ایک جمعیت علمائے اسلام تھی مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی، اس میں سے دو امامِ انقلاب ہیں۔ ایک امام انقلاب مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں اور ایک امام انقلاب مولانا سمیع الحق ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی کی زیرِ قیادت تھی اب اس میں سے ایک امام انقلاب علامہ طاہر القادری صاحب ہیں اور دوسرے امام انقلاب حاجی حنیف طیب صاحب ہیں اور تیسرے قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب ہیں۔ ایک جمعیت اہلحدیث تھی، اس کے تو پانچ سے بھی زائد ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ گزشتہ گیارہ سالہ جو دور گزرا ہے، اس میں علماء کی یہ حالت ہو گئی۔ ان کا کوئی مشترکہ پلیٹ فارم نہیں رہا۔ امام انقلاب سے کام نہیں بنتا، جب تک اس کے پیچھے مقتدی نہ آجائیں۔ امام آپ نے کئی بنا دیے، لیکن مقتدی ابھی نیّت باندھنے کے لیے تیار نہیں تو انقلاب کیسے آسکتا ہے۔

فرقہ بندی کے ذریعے سے اور چھوٹے چھوٹے گروہوں کے ذریعے سے ہم کوئی خیر امّتِ مسلمہ کو نہیں پہنچا سکتے۔ اس بنیادی کام کی ضرورت ہے کہ امت ایک ہو جائے، امت قاضی حسین احمد پر اکٹھی ہو سکتی ہے نہ مولانا فضل الرحمن پر، نہ مولانا سمیع الحق پر اور نہ مولانا شاہ احمد نورانی پر۔ نہ بریلوی مکتب فکر کے گرد اور نہ ہی دیوبندی مکتب فکر کے گرد اکٹھی ہو سکتی ہے، نہ سارے لوگ اہلحدیث بن سکتے ہیں۔ امت اکٹھی ہو سکتی ہے تو صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اکٹھی ہو سکتی ہے۔ سب کو توحید کی طرف بلایا جائے اور یہ کہا جائے کہ آؤ ہم سب قرآن و سنّت پر اکٹھے ہو جائیں۔ چھوٹے چھوٹے اختلافات تو صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے بھی آپس میں تھے۔ آپس میں اختلافات کرتے ہوئے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اور برگزیدہ لوگ ساری امت کیلیے ستارے بن سکتے ہیں تو ان کی پیروی میں ہم کیوں چھوٹے اختلافات رکھتے ہوئے بھی ایک جماعت نہیں بن سکتے، اکٹھے کیوں نہیں ہو سکتے۔ اسلام کی بالادستی کیلیے، اسلام کے غلبہ کیلیے کیوں ہم پنجابی، سندھی، بلوچ اور مہاجر کا اختلاف نہیں بھلا سکتے حالانکہ

یورپ بھی آج اکٹھا ہو رہا ہے۔ یورپ کے ممالک نے اپنے لیے ہدف مقرر کیا ہے کہ ۱۹۹۲ء میں ہم سب لوگ ایک یونائٹڈ سٹیٹس آف یورپ بنالیں گے۔ ویزے کی پابندیاں انہوں نے ختم کر دی ہیں، کسٹم کی پابندیاں ختم کر رہے ہیں، آزاد تجارت کر رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ اس اتحاد میں برکت ہے، اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ کیا اس کے لیے کسی بہت بڑی عقل کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ تمہارے اتحاد میں قوت اور برکت ہے؟ کیا مسلمان اس کو نہیں سمجھتے کہ وہ ایک امتِ مسلمہ تھے تو ساری دنیا پر حکمران تھے اور اب آپس میں منتشر ہو کر ۵۰ ٹکڑوں میں بٹ گئے ہیں تو ہر جگہ ذلیل و خوار اور رسوا ہیں۔ فلسطین کے مسئلہ کا کیا حل ہے؟ امتِ مسلمہ کے پاس ہی اس کا حل ہے۔ چھوٹی چھوٹی عرب ریاستوں کے پاس اس کا حل نہیں ہے۔ ان عرب ممالک کے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے، جنہوں نے اپنے عوام کو بھی دبا رکھا ہے۔ ان اسلامی ممالک کے پاس مسئلہ فلسطین کا کوئی حل نہیں ہے جہاں روس یا امریکہ کے ایجنٹ حکمران ہیں فلسطین کا حل اسی وقت ممکن ہے کہ امتِ مسلمہ نئے عزم کے ساتھ اٹھے۔ کشمیر کا حل بھی اس وقت ممکن ہے کہ پاکستان کے مسلمان عوام کشمیریوں کی پشتیبانی کیلیے کھڑے ہو جائیں۔ افغانستان کا مسئلہ اسی وقت حل ہوا اور روس وہاں سے گیا جب افغانستان کے عوام اٹھے اور پاکستان کے مسلمان عوام نے ان کی پشتیبانی کی۔ ان کو پناہ بھی دی اور ان کے ساتھ ان کے جہاد میں حصہ بھی لیا۔ اتحادِ امت اور اس کے جہاد سے یہ تمام مسائل حل ہوں گے چھوٹے چھوٹے تعصبات کا شکار ہو کر آپ اپنے مسائل حل نہیں کر سکتے۔ یہی بات ہم نے کراچی میں گلی گلی، کوچہ کوچہ جا کر لوگوں کو سمجھائی۔ سندھ میں لوگوں کو سمجھائی، سارے ملک میں لوگوں کو سمجھائی کہ اس طرح کے تعصبات میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے سے لڑتے رہیں گے تو کوئی بھی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ امن بھی قائم نہیں ہو گا اور ہمارا خون بہتا رہے گا۔ مسئلے اور زیادہ گھمبیر ہوتے چلے جائیں گے۔ ہم نے یہی کراچی کے لوگوں سے کہا، مہاجروں سے کہا کہ آپ کے آباؤ اجداد نے ہندوستان چھوڑا، ہجرت کی کہ ہم پاکستان کو دارالہجرت بنائیں گے، اور یہاں سے پھر ہندوستان کے مسلمانوں کو رہائی اور آزادی دلائیں گے۔ اب آپ نے اپنے لیے ایک چھوٹا سا گھروندہ بنانے کی فکر کر لی، اور بجائے اس کے کہ آپ اُمتِ مسلمہ کے اتحاد کیلیے اٹھتے، آپ نے ایک لسانی تنظیم کا روپ دھار لیا اور کہہ دیا کہ ہم تو اردو بولنے والی ایک الگ قوم ہیں۔ ہم نے ان کو یہی بات سمجھانے کی کوشش کی کہ اس سے آپ کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ہماری ان کوششوں کا اور ہمارے بار بار وہاں جانے کا اتنا فائدہ تو ضرور ہوا ہے کہ آج ایم کیو ایم کا تین آدمیوں کا ایک وفد اس اجتماع میں شرکت کیلیے آیا ہے۔ ایم کیو ایم کے دو ارکان قومی اسمبلی اور ایک رکن صوبائی اسمبلی جناب الطاف حسین کا خط لے کر یہاں ہمارے پاس آئے اور

انہوں نے ہمیں یہ یقین دلایا کہ ہم جماعتِ اسلامی کے اس نیک مقصد میں اس کے ساتھ ہیں۔

آپ مسلسل محنت کریں، لوگوں کے پاس جائیں، محبت کا پیغام عام کریں، لوگوں کو بتائیں کہ امّتِ مسلمہ کے مسائل کا حل لسانی تنظیموں کے پاس نہیں ہے۔ امّتِ مسلمہ کو بانٹنے سے اس کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ان کے مسائل کا حل یہ ہے کہ قرآن کے گرد سب اکٹھے ہو جائیں۔ اسی طرح سے اس ملک کی بگڑی کو بنا سکتے ہیں۔

ملک کی خرابیاں اپنی آخری حدوں کو چھو رہی ہیں۔ علاج کس کے پاس ہے؟ علاج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹنے میں ہے۔ یہی علاج جماعتِ اسلامی نے اپنی تشکیل کے وقت کیا تھا۔ لوگوں سے یہی کہا تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بگڑے ہوئے معاشرے، ایک منتشر قوم کے مسائل کو جس طریقہ سے حل کیا اور جس طریقہ سے اسے ایک مقصد کے گرد مجتمع کر لیا، اسی راستے کو اختیار کر لو۔ وہ راستہ یہ ہے کہ اللہ کی بندگی پر سب اکٹھے ہو جاؤ۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے رُستم کے دربار میں پوچھا گیا کہ تم کیا مقصد لے کر نکلے ہو، تو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ، ہمارا منشور ''اخراج العباد من عبادۃ العباد الی عبادۃ رب العباد'' بندوں کو بندوں کی غلامی اور خدائی سے نکال کر بندں کے رب کی غلامی میں دینا ہے'' اسی کیلیے ہم نکلے ہیں کہ کوئی بھی دنیا میں ایک دوسرے کا محتاج نہ رہے۔

کس نہ باشد درجہاں محتاج کس
نکتۂ شرعِ مبیں این است و بس

کوئی ایک کسی دوسرے کا محتاج نہ رہے۔ یہی شریعت کا نکتہ ہے اور اسی لیے شریعت آئی ہے اور یہی ہماری دعوت ہے کہ اللہ کی بندگی کی طرف لوٹو۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ ان کی اطاعت کرو، ان کی محبت اور عشق سے سینوں کو آباد کرو اور پھر جب اس کا اقرار کر لو تو تضاد اور دورنگی اور منافقت کو چھوڑ دو۔ یکسو ہو کر آجاؤ اور پھر ایک منظم قوّت بن جاؤ اور ایک منظم قوّت بن کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرو۔ خیر کی طرف لوگوں کو بلاؤ اور منکرات کے خلاف جہاد شروع کر دو۔ معروف اور نیکیوں کو پھیلانے کیلیے جہاد شروع کرو۔ یہ کام آپ کرنے لگیں گے تو آج اس وقت اگر آپ دو تین لاکھ کی تعداد میں یہاں موجود ہیں تو ایک دو سال کے اندر آپ تیس لاکھ ہو جائیں گے۔ اس کام کیلیے آپ ہمارا ساتھ دیں، اس کام کے لیے عزم کریں، اسی کام کیلیے حوصلہ اور جرأت اور ہمّت سے آگے بڑھیں، یہی اس ملک اور اس امت کی بگڑی بنانے کا طریقۂ علاج ہے۔

انڈو سوویت زیونسٹ لابی یعنی بھارت، صیہونی روس اور دنیا بھر کی تمام کفر کی طاقتوں کی سازش ہے کہ مسلمان امت ایک نہ ہونے پائے، امتِ مسلمہ سے ان کو خوف ہے، صلیبی جنگوں کی یاد ان کو اس وقت بھی ستا رہی ہے جب سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے یورپ کی مشترکہ قوّت کو شکست دی تھی۔ اس وقت بھی جب امتِ مسلمہ کی بات ہے تو ان کو وہ منظر یاد آجاتا ہے جب امتِ مسلمہ نے یورپ کی متحدہ قوّت کو شکست دی تھی۔ آج بھی وہی امت ہے، آج بھی وہی مسلمان ہیں، ان کے پاس بہت بڑی زمین ہے، ان کے پاس بہت بڑے وسائل ہیں اور ان کے پاس سب سے بڑی قوّت اللہ پر ایمان ہے۔ اللہ کی آخری کتاب ہے، محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق ہے، ان کی محبت ہے۔ یہ مسلمان اگر اکٹھے ہو جائیں تو یورپ کی طاقتوں کو، روس کو، امریکہ کو اور بھارت کو معلوم ہے کہ ان کے مقابلہ میں پھر وہ اکٹھے نہیں ٹھہر سکتے۔ اور یہ اسرائیل تو ایک معمولی دھبہ ہے۔ امتِ مسلمہ اکٹھی ہو جائے تو اسرائیل باقی رہ ہی نہیں سکتا۔ ہندوستان ٹوٹا ہوا ملک ہے۔ یہ ایک متحدہ ملک نہیں ہے۔ اس میں برہمن اقلیت میں ہیں جو اس وقت پورے ہندوستان پر حکومت کر رہے ہیں۔ اس میں بڑی تعداد اچھوتوں اور شیڈولڈ کاسٹ کی ہے۔ اس میں بہت بڑی تعداد دوسری چھوٹی اقوام کی ہے اور وہ ایک متحدہ قوم بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں اس لیے اگر امتِ مسلمہ اکٹھی ہو جائے تو بھارت کے کروڑوں مسلمان بھارت کی غلامی سے نجات پا سکتے ہیں۔

امت مسلمہ کے اتحاد کی اب ایک بہت بڑی امید پیدا ہوئی ہے۔ آج سے تیس سال پہلے آپ اس بات کی امید نہیں کر سکتے تھے کہ عالمی اسلامی تحریکیں اتنی بڑی قوّت کے ساتھ اس اتحاد کا مظاہرہ ایک جگہ پر کر سکیں گی۔ اللہ کے فضل سے مسلمان ممالک کے اندر ایک نئی لہر دوڑ گئی ہے۔ ان کے اندر ایک نئی روح بیدار ہو گئی ہے، جذبہ ہے اور مسلمان پھر سے اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو حاصل کرنے کیلیے دوبارہ دنیا کی امامت کے مقامِ بلند کو حاصل کرنے کیلیے اکٹھے ہو رہے ہیں وہ اللہ کی طرف، اور اسلام کی طرف رجوع کر رہے ہیں۔ فلسطین کے مسلمانوں نے، سیکولر اور لادین نظریات سے مایوس ہو کر پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لیا ہے۔ مسجد کو اپنا مرکز بنا لیا ہے" اللہ اکبر" کو اپنا نعرہ بنا لیا ہے۔ آج کشمیر میں نوجوان پھر سے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ایوب ٹھاکر کی بات آپ نے سن لی ہے۔ آپ تک آپ کی حکومت خبریں نہیں پہنچاتی۔ پاکستان کے ریڈیو اور ٹیلیویژن نے چپ سادھ لی ہے۔ ان کے اندر ہمت اور حوصلہ نہیں ہے۔ آپ کی حکومت نے ہندوستان کی بالادستی کو قبول کر لیا ہے۔ اس لیے آپ سے یہ پوشیدہ ہے کہ کشمیر کے اندر کیا صورتحال ہے۔ کشمیر میں ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ سری نگر کا شہر اور کشمیر کا پورا کاروبار مسلمان تحریکوں کے ایک ہی اعلان اور ایک ہی مطالبہ پر بند ہو جاتا ہے۔ جب یہ تحریکیں اعلان

کرتی ہیں تو پورے کشمیر میں پاکستان کے پرچم لے کر لوگ باہر نکل آتے ہیں اور بھارتی فوج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ان کے اندر آزادی کی تڑپ ہے اور جہاد کا جذبہ ان کے اندر پھر پیدا ہوا ہے۔ چاروں طرف یہ بہار، جہادِ افغانستان کی وجہ سے ہے۔

افغانستان کے اندر مجاہدین کی اسلامی حکومت کے قیام کے امکانات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اس کے راستے میں اغیار کی سازشیں حائل ہیں، اغیار کوشش کر رہے ہیں کہ مجاہدین اکٹھے نہ ہوں بلکہ آپس میں منتشر رہیں تاکہ اس کے نتیجے میں وہاں افراتفری ہو، طوائف الملوکی ہو اور افغانوں کا خون اسی طرح بہتا رہے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ افغانستان میں بڑے بڑے جیّد علماء ہیں، بہت حکیم اور دانا مجاہدین رہنما ہیں، اور وہ اپنے گھر کو انشاء اللہ درست کر لیں گے۔ وہاں جب مجاہدین کی حکومت آئے گی تو پاکستان میں اسلامی انقلاب کا یہ قافلہ آگے بڑھے گا۔ یہ دونوں ممالک یک جان دو قالب ہوں گے۔ پھر کشمیر کو ہندوستان غلام نہیں رکھ سکے گا۔ فلسطین کے مسلمان آزاد ہوں گے اور روس کے مسلمان بھی آزاد ہوں گے اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی ایک نئی تحریک ابھرے گی۔ ایک نئے جذبے، نئے ولولے کے ساتھ مسلمان دوبارہ اٹھیں گے۔ امتِ مسلمہ متحد ہوگی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر متحد ہوگی، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور رہبری میں اپنے اختلافات بھول جائے گی۔ ایک امتِ واحدہ بنے گی اور دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے گی۔

میرے بھائیو! یہ شوقِ شہادت، جذبۂ جہاد، یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے جذبات، مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی کسی اور قوم میں یہ قوتیں نہیں ہیں۔ آپ کے پاس اللہ کی آخری کتاب ہے، جو قیامت تک رہنما کتاب ہے۔ آپ اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ آپؐ کے بعد کوئی امت آنے والی نہیں ہے۔ آپ ہی نے اس دنیا کی امامت پھر سے سنبھالنی ہے، جو آپ کی میراث اور ورثہ ہے۔ یہی ہماری دعوت ہے کہ قرآن کے گرد پھر سے اکٹھے ہو جاؤ اور ایک منظم جماعت بناؤ اور دوسرے ساتھیوں کے پاس جاؤ۔ صرف جذباتی نعرے لگانے سے انقلاب نہیں آئے گا۔ آپ اتنی بڑی تعداد میں جمع ہوئے ہیں تو کسی فیصلے کے بغیر منتشر ہونا خسارے کی بات ہے۔ اس لیے آؤ سب مل کر عہد کریں کہ ہم مسلسل محنت کریں گے۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ نے کیا کیا کرنا ہے۔ سب سے پہلے اپنا جائزہ لیں اور محاسبہ کریں، اگر آپ کی اپنی زندگی میں کوئی دورنگی، کوئی منافقت، زبان اور قول و فعل میں کوئی تضاد ہے تو ابھی سے یہ عہد کر لیں کہ اس کو دور کر لیں گے۔ اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر، جنت

کی خاطر اور امتِ مسلمہ کی عظمت کی خاطر، کیا اس کیلیے آپ تیار ہیں۔ عہد کرتے ہیں، (کرتے ہیں کی آوازیں) خود اپنے آپ کو بالکل یکسو کریں گے (کریں گے کی آوازیں) اس کے بعد آپ ایک اور عہد کر لیں۔ وہ عہد یہ ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کریں گے۔ اپنے بچّوں کی، اپنی بیوی کی، اپنی بیٹیوں کی اصلاح کریں گے۔ میں اپنی بہنوں سے کہتا ہوں کہ میری بہنو! یہ جو تمام امت بنتی ہے یہ تمہارے ہاتھ سے بنتی ہے۔ جو آپ کو یہ کہتے ہیں کہ آپ باہر نکل آئیں اور آپ مساوی مواقع کی تلاش کریں وہ آپ کو فریب دیتے ہیں۔ وہ احترام و مقام جو اسلام دینِ فطرت نے خاتون خانہ کو دیا ہے، وہ یہ لوگ چھیننا چاہتے ہیں۔ یہ سازش ہے جو عورتوں کے خلاف کی جارہی ہے۔ آپ کے ہاتھ میں قوم کی تقدیر ہے، آپ نے قوم کو بنانا ہے، آپ ہی کو مخاطب کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

زشام ما بروں آور سحر را
بہ قرآں باز خواں اہلِ نظر را
تو مے دانی کہ سوزِ قرأتِ تُو
دگر گوں کرد تقدیرِ عُمرؓ را

کہ ہماری جو اندھیری رات ہے اس میں سپیدہ سحر کو نمودار کر دے۔ صبح کو طلوع کر دے پھر سے ہمیں قرآن سنادے، کیا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ یہ تمہاری قرأت کا سوز تھا جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقدیر بدل ڈالی تھی۔ بہن کی تلاوتِ قرآن سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔

میری بہنو! قرآن کی تلاوت کرو اور اپنے بچّوں کو سنبھالو، اپنے بھائیوں کو سنبھالو، اپنے گھر کے ماحول کو اسلامی رنگ میں رنگ دو اور اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو بنالو، بہنیں بھی عہد کر لیں، بھائی بھی عہد کر لیں کہ اپنے گھر کی اصلاح کریں گے۔ بچّوں کو دین کی تعلیم دیں گے اور قرآن سمجھائیں گے۔

میرے بھائیو، ایک اور عہد کریں، اور وہ عہد یہ کر لیں کہ اپنے گھر کو شمعِ نور بنا کر اپنے پڑوس کے ساتھ حُسنِ اخلاق، حُسنِ سلوک، اچھے برتاؤ کے ذریعے، دوست کے ساتھ، اپنے پڑوسی کے ساتھ، معاملہ کرنے والے کے ساتھ، حسنِ اخلاق کے ذریعے سے دین کی دعوت پھیلائیں گے اور اس کیلیے کوئی نہ کوئی وقت وقف کریں گے اور ہر روز کسی کے پاس دین کی دعوت لے کر جائیں گے۔

میرے بھائیو! اگر آپ نے ایک تسلسل کے ساتھ یہ کام شروع کر دیا، محلے محلے، گلی گلی، کوچے کوچے، قریے قریے آپ نے اپنے آپ کو منظم کر لیا، آپ اپنے گھر کے اندر اجتماع کر کے قرآنِ کریم اور حدیث سنانے لگیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دو تین سال کے اندر اندر کوئی بھی ہمارا راستہ روک نہیں سکے گا۔ کوئی بھی ہمارے راستے میں کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ اس کے ساتھ میں ایک اور عہد لینا چاہتا ہوں کہ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور جرائد کے ذریعے سے جو فحاشی اور عریانی کو پھیلایا جاتا ہے، یہ جو منشیات کے اڈے قائم کیے جارہے ہیں، یہ جو ہیروئن فروشی عام ہو رہی ہے اور ہیروئن کی وجہ سے پاکیزہ اور اچھے خوبصورت نوجوان تباہ ہو رہے ہیں اور اس کے ذریعے سے کچھ لوگ ساری قوم کا اخلاقی دیوالیہ نکال رہے ہیں، اس کے خلاف منظم ہونے کی ضرورت ہے، اس کے خلاف اقدام کرنے کی ضرورت ہے، اس کو اس طرح ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنا غیرت کے خلاف ہے۔ یہ ہماری غیرت پر حملہ ہے۔ یہ ہماری عزتوں پر حملہ ہے۔ کیا آپ اس غنڈہ گردی کے خلاف اور اس فحاشی اور عریانی کے خلاف منظم ہوں گے؟ (ہوں گے کی پُرجوش آوازیں)

میرے بھائیو! ایک زبردست تحریک چلا کر ہم فحاشی اور عریانی کی بیخ کنی کر دیں گے اور جو حکومت اس کو پھیلا رہی ہے اس حکومت کو بھی اٹھا کر باہر پھینک دیں گے۔ کیا آپ عہد کرتے ہیں؟ (عہد کرتے ہیں کی پرجوش آوازیں)

آئیے سب دعا کریں:

"اے اللہ، ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ تو گواہ رہ، ہم نے سچے دل سے اخلاص سے تیرے ساتھ عہد باندھا ہے۔ اے اللہ تو ہمیں اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ تو نصرت بھیج۔ میرے رب، میرے پروردگار، تو ہماری مدد کر، تو ہمارے شامل حال ہے اور تو پھر مسلمانوں کی اس حالت زار کو ایک اچھی حالت میں تبدیل کر دے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وبارک وسلّم

درسِ قرآن

(قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ .... الفَاسِقِیْن)

مولانا گوہر رحمٰن

درسِ قرآن کے لیے جو موضوع منتخب کیا گیا تھا، اسی موضوع کی مناسبت سے میں نے ابھی سورۃ توبہ کی آیات ۲۳ اور ۲۴ کی تلاوت کی ہے۔

ترجمہ:

" اے وہ لوگو جو مان چکے ہو توحید کو ، اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ، نہ بناؤ تم اپنے باپ دادا اور بھائیوں کو اپنے دوست ، اگر انہوں نے پسند کر لیا ہو کفر کو ایمان کے مقابلے میں ۔ اور جو بھی دوستی رکھے گا ان سے تو یہی دوستی رکھنے والے لوگ ظالم ہیں ۔ اس لیے کہ کفر و شرک بہت بڑا ظلم ہے اور ظالم کی مدد کرنے والا بھی ظالم ہے ، کہہ دو ، اگر ہوں تمہارے باپ دادا ، تمہارے بیٹے اور بیٹیاں ، تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا قبیلہ اور خاندان اور تمہارے وہ مال کہ کمائے ہیں تم نے وہ مال اور وہ تجارت کہ تم ڈرتے ہو اس تجارت کے خراب ہونے سے اور وہ گھر کہ تم انہیں پسند کرتے ہو ، اگر ہوں یہ چیزیں زیادہ محبوب اور زیادہ پسند تمہیں اللہ اور رسول کی اطاعت سے ، اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے ، تو پھر تم انتظار کرو ، یہاں تک کہ آ جائے تمہارے بارے میں اللہ کا فیصلہ یعنی جہاد نہ کرنے والوں کے بارے میں جو فیصلہ ہے وہ آنے کا انتظار کرو۔ اور اللہ توفیق نہیں دیتا ، اللہ سیدھے راستے پر نہیں چلاتا ، جبر کے ذریعے ، ان لوگوں کو جو اللہ کے باغی اور سرکش ہوں ، وہ جاہل اور لاعلم نہ ہوں "۔ یہاں اس جگہ ہدایت کے معنے راستے پر چلانا ہے ۔

میرے بھائیو، محترم بہنو، اور عزیز ساتھیو اور بزرگو! ان دو آیات سے پہلے سورۃ توبہ میں ہجرت فی سبیل اللہ کا مضمون ہے ۔ ہجرت بھی جہاد ہی کی ایک قسم ہے ۔ اس کے بعد یہ دو آیتیں

آئی ہیں ۔ پہلی آیت میں فرمایا ، اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بھائی کفر کو پسند کر چکے ہوں اسلام کے مقابلے میں ، شیطانی نظام انہیں پسند ہو ، اسلامی نظام کے مقابلے میں ، شرک کا نظام انہیں محبوب ہو توحید پر مبنی نظام کے مقابلے میں ، اللہ و رسولؐ کی نافرمانی اور بغاوت کا نظام انہیں پسند آگیا ہو ، اللہ کی اطاعت کے نظام کے مقابلے میں تم ان کو دوست نہ بناؤ ۔

(تفسیر کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آیات کو قرآن و سنّت اور صحابہؓ کے اقوال کی روشنی میں سمجھنا چاہیے اور پھر حالات پر منطبق کرنا چاہیے ۔ قرآن حالات پر منطبق کرنے کے لیے نازل ہوا ہے۔)

تو کفر کی کئی قسمیں ہیں ۔ سوشلزم کا نظام بھی کفر ہے ۔ مغرب کی لادینی جمہوریت کا نظام بھی شیطانی طاغوتی نظام ہے ، اللہ کا بنایا ہوا راستہ ، اللہ کا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے ۔ فرنگی ماڈل کی جمہوریت بھی شیطانی نظام ہے ، اسلامی نظام نہیں ۔ سرمایہ دارانہ نظام ، جاگیردارانہ نظام ، استحصالی نظام ، اللہ کے بندوں کو اپنا غلام بنانے والا نظام ، مادہ پرستانہ نظام ، یہ بھی طاغوتی اور شیطانی نظام ہے اور جہاں مذہبی پیشواؤں کی بات ہی قانون سمجھی جاتی ہو ، اللہ اور رسول کے قانون کی بالاستی کے بجائے مذہبی پیشوا کو بالادستی حاصل ہو ، یہ بھی شیطانی نظام ہے ۔

اس آیت میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ اگر یہ نظام تمہارے باپ دادا کو پسند آگئے ہوں ، سوشلزم پسند ہو ، مغرب کی جمہوریت پسند آگئی ہو ، پاپائیت پسند آگئی ہو ، ملوکیت اور بادشاہت پسند آگئی ہو تو تم انہیں سمجھاؤ ، نرمی سے سمجھاؤ ، ان کی اصلاح کی کوشش کرو ، محبت اور پیار سے سمجھاؤ ، لیکن اگر وہ اس سے باز نہ آئیں تو تم ان کو دوست نہ بناؤ ، اپنے ساتھی نہ بناؤ ، ان کا ساتھ نہ دو ۔ اگرچہ تمہارے باپ ہوں ، تمہارے بھائی ہوں ، اور جس نے ایسا کیا تو وہ لوگ ظالم ہوں گے ۔ اس لیے کہ کفر کا نظام ظلم کا نظام ہے ۔ "ان الشرک لظلم عظیم" "شرک ظلم عظیم ہے" لہٰذا مشرک سے تعاون کرنے والا بھی ظالم ہوتا ہے ، اور شرک کا ارتکاب کرنے والا بھی ظالم ہو گا ۔

دوسری آیت میں اللہ نے آٹھ چیزوں کا ذکر فرمایا جن میں سے پانچ کا تعلق نسب اور خاندان اور خونی رشتے سے ہے اور تین کا تعلق ذریعہ معاش اور اموال سے ہے ۔ رشتہ داروں سے محبت ہونی چاہیے ، صلہ رحمی اسلام کا بنیادی حکم ہے ۔ اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنا ، ان کی اصلاح کرنا ، ان کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا ، ان کی خدمتیں کرنا ، یہ اسلام کا تقاضا ہے ۔ اس کو قوم پرستی نہیں کہا جاتا ، لیکن اگر یہ پانچ قسم کے رشتہ دار تمہیں اللہ اور رسولؐ سے بھی زیادہ محبوب بن جائیں تو تم فاسق بن جاؤ گے ۔ پھر تم اللہ کے عذاب کا انتظار کرو ۔

تین ذرائع معاش ہیں ۔ مال جو تم نے کمایا ہے ، وہ تجارت جس میں خرابی پیدا ہونے کا

تمہیں اندیشہ ہو ، کساد بازاری کا خطرہ ہو ، کہ دوکان بند ہو جائے گی ، گاہک ناراض ہو جائے گا اور جن گھروں میں تم رہتے ہو اور پسند کرتے ہو کہ وہ آرام دہ ہیں ۔

تین چیزیں یہ ہو گئیں اور وہ پانچ ۔ ان آٹھ چیزوں کے ساتھ تمہاری محبت اگر اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے زیادہ ہو جائے ، اللہ کے راستے میں جہاد کی محبت سے بھی زیادہ ہو جائے تو یہ تمہارا وہ جرم ہے جو مستوجب سزا ہے ۔ یہ صرف ایسی غلطی نہیں ہے کہ ثواب میں کمی آجائے گی ، درجہ کم ہو جائے گا۔ نہیں ، یہ جرم مستوجب سزا ہے پھر تم انتظار کرو کہ اللہ کا حکم تمہارے لیے آجائے عذاب دینے کا اور اللہ فاسقوں کو توفیق بھی نہیں دیتا ۔

یہ لوگ فاسق ہیں ۔ بات کو توجہ سے سننے کی کوشش کیجئے ، فاسق اس کو کہا جاتا ہے جو جانتا ہو کہ یہ کام برا ہے پھر بھی کرتا ہے ۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانا ، جس طرح کوئی رعیت اپنے بادشاہ کا حکم ماننے سے باغی ہو جائے ، اس کو فاسق و باغی کہتے ہیں ۔ فاسق اور باغی جب بغاوت سے باز آ جائیں تو اللہ توفیق دیتا ہے ، ان پر رحم کرتا ہے ، توبہ قبول کرتا ہے ، گناہ معاف کرتا ہے ، لیکن فاسق اور باغی جب بغاوت سے باز نہ آئیں تو جبراً اللہ تعالیٰ انہیں جنت کے راستے پر نہیں چلاتا ۔

اب اس آیت میں تو کئی نکات ہیں ، لیکن ظاہر ہے کہ اس مختصر وقت میں سارے نکات بیان نہیں ہو سکتے ۔ لیکن دو باتوں پر غور کریں ۔ ایک یہ کہ ان آٹھ چیزوں سے محبت ، اللہ اور رسول ﷺ کی محبت سے زیادہ محبت ہو اور جہاد کی محبت سے بھی زیادہ محبت ہو تو پھر فاسق بن جاؤ گے ، اور اللہ کے عذاب کے مستحق بن جاؤ گے ۔ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت زیادہ ہونے کے معنے کیا ہیں؟ اس کے معنے ہمارے مفسرین نے بیان کیے ہیں ۔ ہمارے سلف صالحین نے بیان کیے ہیں اور قرآن کو ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سمجھنا ہے ، قرآن کو ہمیں تابعین سے سمجھنا ہے ، قرآن کو ہمیں سلف صالحین سے سمجھنا ہے ۔ عبداللہ ابن عباسؓ کا قول تفسیر ابن جریر میں سند کے ساتھ ، اور ابن کثیر میں ابن جریر کا حوالہ دے کر نقل ہوا! خدا اور رسول ﷺ کا حکم ماننے کے مقابلے میں باپ دادا اور خاندان کو راضی کرنا پسند ہو تو یہ ایک عذاب ہے ۔ ایک طرف اللہ کا حکم ہے ، اور دوسری طرف تیرے خاندان کا حکم ہے ۔ تیرے قبیلے کا حکم ہے ، تیرے باپ دادا کی مرضی ہے ، تیری بیوی کا حکم ہے ، یا کسی اور شخص کا کسی کو حکم ہے تو پہلے یہ بات دیکھیں گے کہ یہ حکم قرآن وحدیث کے خلاف ہے یا نہیں؟ اگر تمہیں اطمینان ہو گیا ہو کہ خلاف ہے ، پھر بھی تم نے ان کو خوش کرنے کے لیے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم چھوڑ دیا تو تم اللہ کے عذاب کے مستحق ہو گے لہٰذا خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مقابلے میں ساری دنیا کو چھوڑنا ہے ، لیکن شریعت کو

چھوڑنا نہیں ۔

میرے بھائیو! اس ایمان کی تعریف میں کئی احادیث اس وقت ذہن میں آرہی ہیں جو بیان نہیں کی جا سکتیں ۔ ایک بہت مشہور روایت سنیے ۔ یہ بخاری شریف کتاب الایمان میں تین سندوں کے ساتھ ایک باب میں بیان کی گئی ہے ، دو سندوں کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ، اور ایک سند کے ساتھ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر باب قائم کیا ہے کہ نبیؐ کی محبت ایمان کا شعبہ ہے ۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری روح اور میری جان ہے ، تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لایا اور تم میں سے کوئی شخص ایمان پر باقی نہیں رہ سکے گا ، جب تک اس کے دل میں مجھ سے محبت باپ سے زیادہ نہ ہو ، اپنی اولاد سے زیادہ نہ ہو ، اپنی جان سے زیادہ نہ ہو ، اور سارے جہان سے زیادہ نہ ہو ۔ سارے جہان کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو ، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو ، ان کی شریعت کے ایک حکم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہو ، تب جا کر وہ مومن بنے گا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، خدا کی قسم مومن نہیں ہے ۔ اب مزید تشریح کی کیا ضرورت ہے ، ایک حدیث ہی کافی ہے ۔

دوسری حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے ۔ باب حلاوۃ الایمان ، یعنی ایمان کی مٹھاس ۔ ایمان کی مٹھاس کا مین خلاصہ بیان کر دوں ، ایک جملے میں ایمان کی مٹھاس اور شیرینی سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اللہ کی اطاعت کرنے میں لذت محسوس ہوتی ہو ، مسرّت محسوس ہوتی ہو، دل میں خوشی محسوس ہوتی ہو کہ میں نے بڑا خزانہ کما لیا۔

اللہ کی نافرمانی اگر مومن سے صادر ہو جائے جو ہو سکتی ہے تو اس کے دل میں کدورت اور انقباض ہو ، دل اس کا پریشان ہو ، طبیعت اس کی پریشان و غمگین ہو ، جب تک وہ اصلاح نہ کر لے اپنی زندگی کی اور تیری نشانی کیا ہے ۔ ترجمہ :

اللہ کے دین کے کاموں میں ، اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے میں ، جو مشقتیں بھی ہوں ، جو محنتیں بھی ہوں اور جو آزمائشیں بھی اسے اٹھانی پڑیں تو طبعاً تو وہ پریشان ہو گا، لیکن روحانی طور پر ان مصیبتوں کی وجہ سے اسے خوشی محسوس ہوتی ہو کہ میں نے تو بہت بڑا سرمایہ کمایا ہے ۔ پھانسی کے تختے پر ، جیل کی کوٹھری میں ، بندوق کی گولیوں کے سامنے ، جو اسے طبعاً پریشانی ہوتی ہے ، کبھی کبھی طبعاً گھبراہٹ بھی آ جاتی ہے۔ یہ فطرت کا تقاضا ہے ۔ لیکن روحانی

طور پر ، ایمانی طور پر ، ہر طرح سے خوشی محسوس ہوتی ہے ۔ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے سے ۔ یہ ہے حلاوت الایمان ۔

یہ تشریح میں نے نہیں کی ۔ میرا مقام نہیں ہے کہ میں حدیث کی تشریح کرنے کا دعویٰ کروں ۔ حدیث کے جاننے والوں نے تشریح کی ہے ۔ شیخ الاسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں یہ تشریح کی ہے ۔ حافظ ابنِ حجر العسقلانی نے فتح الباری میں یہ تشریح کی ہے ۔ یہ محدثین کی تشریح ہے اور اس کو ہم عقل کے لحاظ سے بھی جان سکتے ہیں تو فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے:

” تین صفتیں جس کے اندر ہوں گی ، اس کو ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی ، ایمان کی شیرینی محسوس ہوگی ۔ اس کو اطاعت میں لذت محسوس ہوگی ، اسے نافرمانی پر پریشانی حاصل ہوگی ، اسے اللہ کے راستے میں مشقتیں اٹھانے میں روحانی طور پر لذّت اور مسرّت محسوس ہوگی ۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت سب سے زیادہ ہو ۔ دوسری یہ کہ کسی سے محبت کرتا ہو تو اللہ کے لیے کرتا ہو اور تیسری یہ کہ کفر کے ساتھ اُسے ایسی نفرت ہو جیسے آگ میں ڈالنے سے اُسے نفرت ہے “

میرے بھائیو! آج پاکستان میں جو نظام ہے ، یہ مشرکانہ ہے ، یہ نظام شیطانی ہے ، یہ نظام طاغوتی ہے ۔ اس کے چلانے والوں کو میں نے کافر نہیں کہا ۔ بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے ، چلانے والے تو کلمہ پڑھتے ہیں تو انہیں مسلمان ہی کہیں گے ۔ لیکن نظام کی بات کرتا ہوں ۔ اس نظامِ شرک سے، اس طاغوتی نظام سے ، ہمارے دلوں میں نفرت ہے یا نہیں ؟ یقیناً نفرت ہے ۔ جب اس شیطانی نظام سے ہم سب کو نفرت ہے ۔تو جس چیز سے نفرت ہوتی ہے اس کو مٹانے کی کوشش کریں گے یا نہیں؟ ہاتھ اٹھالیجیے ، وعدہ کیجیے کہ شیطانی نظام کو مٹانے کے لیے جہاد کریں گے ۔ جہاد جاری رکھیں گے ۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے ، یہ حلاوت الایمان کا تقاضا ہے ، یہ محبت ایمان کا تقاضا ہے ، یہ تقویٰ کا تقاضا ہے ، یہ ولایت کا تقاضا ہے ۔

ایک بات ذہن میں آگئی ، اسی پر میں ختم کرتا ہوں ۔ قرآن میں ایک آیت ہے حافظ عماد الدین ابنِ کثیر ، تفسیر ابنِ کثیر میں ”حق تُقٰتہ“ کی تفسیر کرتے ہوئے ترجمان القرآن ، مفسّرِ قرآن ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ حق تُقٰتہ کے معنے کیا ہیں ؟ کامل تقویٰ کیا ہوتا ہے ، کامل بزرگی کیا ہوتی ہے ، ولی اللہ کون ہوتا ہے ، اللہ والا کون ہوتا ہے؟ تو کہا دو صفتیں اس میں ہوتی ہیں اور بھی ہیں ، لیکن دو نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ حق بات کہتا رہے گا ۔

فرعون کے سامنے بھی ، نمرود کے سامنے بھی ، گرجے میں جاکر بھی ، اور تھانے کے اندر بھی ، مسجد کے اندر بھی ، اسمبلیوں کے اندر بھی ، جہاں بھی موقع ملے گا وہ بات پیار سے کرے گا مگر سچی بات کرے گا کہ یہی ولی اللہ ہے ۔

اور دوسری بات یہ کہ باطل کو مٹانے کے لیے توحید کا لفظ ہے ۔ یعنی توحید کو قائم کرنے کے لیے جہاد کرے گا۔ محبت کا تقاضا یہی ہے ۔

اس آیت میں دوسری بات آئی ہے ۔ جہاد کی ، اب جہاد کی بات اس میں آ ہی گئی جو لمبی بھی ہے اور مختصر بھی ہے ، لیکن میں مختصر ہی کر دوں گا۔ میرے بھائیو! جہاد کے معنے کیا ہیں؟ جہاد ہر اس سعی ، محنت ، مشقت کو کہا جاتا ہے ، جو اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے کی جائے ۔ جہاد کوئی کھیل نہیں ہے ، عبادت ہے ۔ عبادت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے ۔ اچھل کود کا نام جہاد نہیں ہے ۔ جہاد مقدّس عبادت ہے ۔ ہر وہ جدّوجہد ، جو دین کو غالب کرنے کے لیے کی جائے جہاد ہے ۔ اگر سوشلزم کا نظام لانے کے لیے محنت کی جائے تو یہ شیطان کے راستے میں جہاد ہے ۔ اللہ ہم سب کو اس سے بچائے ۔ مغرب کی گندی ، نجس ، شیطانی ، طاغوتی اور حیوانی جمہوریت کو لانے کے لیے محنت کی جائے تو یہ جہاد شیطان کے راستے میں ہے ۔ یہ جہاد اللہ کے راستے میں نہیں ہے ۔ اگر محنت کی جائے کسی جنرل کی حکمرانی قائم کرنے کے لیے ، مارشل لاء لانے کے لیے ، آمریت لانے کے لیے ، ملوکیت لانے کے لیے، یا بھٹو خاندان یا کسی اور خاندان کی بادشاہت قائم کرنے کے لیے ، اسلام کا غلبہ مقصد نہ ہو تو پھر یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے ۔ بلکہ شیطان کے راستے میں جہاد ہے ۔ اگر کوئی کوشش کرے جماعتِ اسلامی کے ایک فرد کی ذات کو اونچا کرنے کے لیے تو یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے ۔ حالانکہ جماعتِ اسلامی کے اکابر ہم سب کے اکابر ہیں ۔

اس کی ایک قسم قتال ہے ، ایک قسم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: "جہاد کرو کفار کے مقابلے میں مال کے ذریعے ، اور اپنی جانوں کے ذریعے ، اور اپنی زبان کے ذریعے تو زبان سے قتل نہیں ہو سکتا ، زبان سے تو سمجھایا جاتا ہے ۔ سمجھانا بھی جہاد ہے "

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ کچھ لوگ کلمہ تو رسولؐ اللہ کا پڑھتے ہوں گے ، کام رسولؐ اللہ کا نہیں کرتے ہوں گے ۔ ان کے مقابلے میں بھی ہاتھ زبان اور

دل سے جہاد کرو ۔

جماعتِ اسلامی کا یہ پورا نظام جہاد کا نظام ہے ۔ ہم رائے عامہ کے ذریعے ، ہم دعوت کے ذریعے ، ہم تبلیغ کے ذریعے ، ہم لٹریچر کی تقسیم کے ذریعے ، ہم درس ہائے قرآن وحدیث کے ذریعے ، ہم اس قسم کے جلسوں اور جلوسوں کے ذریعے اور اگر اسمبلی کے اندر ہماری آواز پہنچ جائے تو وہاں بھی اس کے ذریعے اس مقصد کے لیے ہم رائے عامہ کو اسلام کے لیے ہموار کرتے ہیں ۔ ہم رائے عامہ کے ذریعے طاغوتی نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں ، اور منافقت کے نظام کا خاتمہ بھی چاہتے ہیں اور اسلام کا غلبہ چاہتے ہیں ۔ یہ سارا کام جہاد ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس درس میں برکت ڈالے ۔ یہ بڑا مختصر درس تھا ۔ اس لئے کہ وقت مختصر تھا لیکن یہ اللہ کا کلام ہے اللہ کرے کہ اس کا یہ فائدہ تب ہے کہ ہم جب واپس اپنے محاذ پر جائیں تو ہمارے اندر اپنی اصلاح کا جذبہ بھی پہلے سے زیادہ ہو ، ماحول کی اصلاح کا جذبہ بھی پہلے سے زیادہ ہو اور بینظیر کی شیطانی ، طاغوتی اور غیر شرعی حکومت کو ختم کر کے اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد کا جذبہ بھی پہلے سے زیادہ ہو ، اور جن لوگوں نے ۴۳ سال تک منافقت کی سیاست کی ہے ، آج اس منافقت کی سیاست کو ختم کرنے کے لیے بھی اللہ ہمارے اندر جذبۂ جہاد بیدار فرمائے ۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اجتماعِ عام میں بین الاقوامی نمائندگی

خلیل احمد حامدی

ایک مدت سے یہ خواہش تھی کہ جماعتِ اسلامی پاکستان کی طرف سے دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں کو پاکستان میں جمع کیا جائے اور خود ان کے حالات و مناہج بھی معلوم کیے جائیں اور پاکستان کی اسلامی تحریک کی کارکردگی بھی ان کے سامنے آجائے ۔ کئی بار یہ پروگرام بنا اور پھر ملتوی ہوتا رہا ۔ خود اسلامی تحریکیں بھی جماعتِ اسلامی پاکستان کو بڑی اہمیت دیتی ہیں اور اس کے کام اور عالمی اثرات کا ادراک رکھتی ہیں ۔ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات بھی اس امر کے مُقتضی ہیں کہ دنیا کے مختلف حصوں میں ہونے والی احیائے اسلام کی جدوجہد میں باہم تعارف و ہم آہنگی پیدا ہو ۔ اور علاقوں اور زبانوں کی دیواروں کے باوجود تحریکوں کی مساعی سے دنیا کے اندر امتِ مسلمہ کا تصور اُجاگر کیا جائے ۔

اسلامی تحریکوں کی نظر میں خود مملکتِ خداداد پاکستان کی بھی بڑی اہمیت ہے ۔ یہ مملکت اسلام کی علامت کے طور پر معرضِ وجود میں آئی ۔ جس دور میں اس کا نام مُسلم دنیا میں اُبھر کر آیا وہ مُسلم ملت کے اندر مایوسی اور ذہنی و فکری پژمردگی کا دور تھا ۔ فلسطین میں اسرائیلی ریاست کے قیام سے مسلمانوں کے مزید حوصلے ٹوٹ گئے ۔ بہت سے مسلم ممالک بھی ابھی تک استعماری طاقتوں کی غلامی میں تھے ۔ مغربی تہذیب کا جادو ابھی سر پر چڑھ کر بول رہا تھا۔ اسلام متحرک و فعال نظریہ کی حیثیت سے ذہنوں سے غائب تھا ۔ مادہ پرستانہ نظریات پر مسلم معاشروں کی تعمیر کی جا رہی تھی ۔ ان حالات میں پاکستان ایک اسلامی مملکت کی حیثیت سے ابھرا اور اس نے مسلمانوں کے

ذہنوں میں اسلام کا بالعموم اور اسلامی خلافت کا بالخصوص نقشہ تازہ کر دیا مگر پاکستان نے اسلام کی برتری کی جو رَو عالم اسلام کے اندر پیدا کر دی تھی وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہی ، کیونکہ پاکستانی قیادت نے مغرب پرستی کا وہی وطیرہ اپنا لیا جو مسلم ممالک کے حکمرانوں کا تھا۔ گویا پاکستان کا تشخص اسلامی حیثیت سے دیرپا نہ رہا۔ صرف اسلامی تحریک ہی وہ طاقت تھی جو اپنی دستوری جدوجہد اور اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبے کی بنا پر پاکستان کو عالمِ اسلامی کے اندر متعارف کرانے اور اسے مستقبل کا اہم ملک ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

پاکستان کی اہمیت دوبارہ اس وقت اُجاگر ہوگئی جب افغانستان میں جہاد شروع ہوگیا ۔ اس جہاد کو دنیا کے اندر متعارف کرانے میں تحریکِ اسلامی پاکستان نے بنیادی کردار ادا کیا ہے ۔ اس جہاد کی وجہ سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی مجاہدینِ افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان کی محبت میں اضافہ ہو گیا ، کیونکہ پاکستان نے افغان مہاجرین کو پناہ دی اور مجاہدین کے ساتھ پوری ہم آہنگی کا راستہ اختیار کیا ۔ دنیا کی اسلامی تحریکوں نے پاکستان کے اس کردار کو بہت سراہا اور یوں پاکستان ازسرِ نو ایک اہم مملکت کی حیثیت سے مسلمانوں کی آنکھوں کا تارا بن گیا۔ گویا پاکستان جس قدر اسلام کے قریب ہوتا ہے اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے اور جونہی اسلام سے بُعد اختیار کرتا ہے اس کا تشخص مجروح اور امتیاز خاک آلود ہو جاتا ہے ۔

ان حالات میں جماعتِ اسلامی پاکستان نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعت کے اجتماع عام (۸ تا ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء) کے موقع پر دنیا کی اسلامی تحریکوں کو بھی مدعو کیا جائے اور ۱۱ نومبر ۱۹۸۹ء کو ایک بین الاقوامی اسلامی سیمینار منعقد کیا جائے ۔ اس فیصلے نے قدیم خواہش کے اندر برقی رَو دوڑا دی اور عالمی اجتماع کی تیاریاں شروع ہوگئیں ۔

فیصلے اور اجتماع کے درمیان وقت بہت کم تھا۔ تحریکی رہنماؤں کے ساتھ رابطے اور انہیں شرکت پر آمادہ کرنا آسان نہ تھا ۔ ہر رہنما اپنی جگہ بے حد مصروف اور اپنے پیشگی طے شدہ پروگراموں سے وابستہ تھا ۔ تاہم ہمیں اس بات پر بڑی خوشی ہے ، بلکہ ہمیں فخر ہے کہ ان رہنماؤں نے ہماری دعوت قبول کی اور اپنی جملہ مصروفیات کو ملتوی کر کے ہمارے اجتماع میں شرکت کی ۔ بعض حضرات نے تو اس بارے میں غیر معمولی تعاون کیا ۔ مثلاً استاذ نجم الدین اربکان اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق ترکی کے مختلف شہروں کے دورے پر تھے ۔ انہیں بہت دیر سے اطلاع ملی ، وہ اپنا دورہ درمیان میں منقطع کر کے ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کی صبح لاہور پہنچے ۔ استاذ مامون الھضیبی مصری پارلیمنٹ میں اخوان المسلمون کی اسمبلی پارٹی کے چیف ہیں ، وہ بھی اسمبلی کے اجلاس کو

چھوڑ کر آ گئے ۔ یہی عزیمت ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع حماد الجھنی نے دکھائی ۔ فلسطین کی تحریک مزاحمتِ اسلامی (حماس) کے رہنما ڈاکٹر محمد صیام کی پاکستان آمد بھی ایک معجزہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزائے خیر سے نوازے اور اپنے نیک مشن میں کامیاب فرمائے ۔

جن تحریکوں اور اداروں نے اجتماع میں شرکت کی ، وہ یہ ہیں:

۱۔ اخوان المسلمون ، مصر

یہ تین رکنی وفد تھا ۔ اس کے سربراہ اخوان المسلمون کے نائب مرشد عام استاذ مصطفی مشہور تھے ۔ استاذ مامون الحضیبی ایڈووکیٹ (پارٹی لیڈر اخوان المسلمون نیشنل اسمبلی مصر) اور استاذ فواد السید مصطفی اس کے رکن تھے خود اخوان کے مرشد عام استاذ محمد حامد ابوالنصر کی خواہش تھی کہ وہ بھی شریک ہوں۔ لیکن ان کی طبیعت ناساز تھی اور سفر کرنے سے معذور تھے ۔

۲۔ رفاہ پارٹی ، ترکی

استاذ نجم الدین اربکان کی قیادت میں چار رکنی وفد نے شرکت کی ۔ استاذ محمد امین سراج (رفاہ پارٹی کے شعبۂ تعلیم و تربیت کے انچارج) ، تورک اصیل اور کرم اللہ ارکانِ وفد تھے ۔ رفاہ پارٹی کا سابق نام ملّی سلامت پارٹی ہے ۔

۳۔ اسلامک پارٹی ، ملائشیا

یہ دو رکنی وفد تھا ۔ استاذ فاضل نور پریذیڈنٹ اسلامک پارٹی اور شیخ عبدالہادی اوانگ ڈپٹی پریذیڈنٹ ۔ اس پارٹی کی تاسیس ۱۹۵۱ء میں ہوئی ہے ۔ اب پچھلے پانچ سالوں میں اس میں بنیادی تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ پارٹی کی موجودہ قیادت اسے صحیح معنوں میں اسلامی تحریک بنانے کی کوشش میں ہے ۔

۴۔ جمعیت ارشاد و اصلاح ، الجزائر

اس جمعیت کے سربراہ جناب استاذ محفوظ النحناح خود شریک ہوئے ۔ موصوف فرانس کے دورے پر تھے ۔ وہاں سے الجزائر پہنچے اور پھر بلا توقف پاکستان روانہ ہو گئے ۔ الجزائر میں اسلامی تحریک تین تنظیموں پر مشتمل ہے ۔ (۱) جمعیت ارشاد و اصلاح (یہ اخوان المسلمون مصر کے طرز پر اصلاح و تربیت کے کام کر رہی ہے) ۔ (۲) جمعیت العلماء الجزائرین: اس کے صدر شیخ احمد سحنون

ہیں۔ اس کو شیخ عبدالحمید بن بادیس نے قائم کیا تھا اور ان کے بعد شیخ محمد البشیر الابراہیمی اس کی قیادت کرتے رہے ۔ اب اس فرض کو احمد سحنون انجام دے رہے ہیں ۔ (۳) جبهة انقاذ الاسلامية (نجاتِ اسلامی محاذ) ۔ اس کے صدر عباس مدنی ہیں۔

۵۔ حرکت اتجاہ اسلامی (تحریک رجحان اسلامی) ، تونس

اس کے سربراہ استاذ راشد الغنوشی بھی خود شریک ہوئے ۔ حرکت اتجاہ اسلامی کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہے ۔ یہ ۱۹۸۶ء میں وجود میں آئی۔ مگر اس نے کم عمری کے باوجود تونس کی سیاست پر گہرا اثر ڈالا ہے ۔ اس تحریک کے جہاد کے نتیجے میں بورقیبہ اور اس کے لادینی نظام کا بُت پاش پاش ہوا ہے ۔ حرکت اتجاہ اسلامی کا نیا نام حرکت نہضت ہے ۔ ابھی اس کا جہاد جاری ہے ۔

۶۔ حركة المقاومة الاسلامية (تحریکِ مزاحمتِ اسلامی) فلسطین

اس کا مخفف 'حماس' ہے ۔ اس کے موجودہ رہنما ڈاکٹر محمد صیام نے اجتماع میں شرکت کی ۔ حماس کے بانی اور قائد استاذ احمد یٰسین نو ماہ سے جیل میں ہیں ۔ ڈاکٹر محمد صیام قائم مقام صدر ہیں۔ موصوف بڑی فاضل شخصیت ہیں۔ اور غزہ کی اسلامی یونیورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ ان سے پہلے ڈاکٹر محمد صقر تھے جنہیں یہودی حکام نے ملک سے نکال دیا تھا۔ یہ بات اب سب پر واضح ہو چکی ہے کہ فلسطین میں موجودہ انتفاضہ کو برپا کرنے کا سہرا غزہ کی اسلامی یونیورسٹی اور تحریک حماس کے سر ہے ۔

۷۔ جمعیت اصلاح اجتماعی ، کویت

اس جمعیت کے صدر جناب استاذ عبداللہ علی المطوع تشریف لائے۔ موصوف عالمِ اسلام کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ دنیا کی بہت سی دعوتی اور رفاہی تنظیموں کے ممبر ہیں ۔ اپنی ذاتی اور تحریکی مصروفیتوں کے ہجوم میں وہ لاہور پہنچے ۔ جمعیت اصلاح اجتماعی گو کویت کی مقامی تنظیم ہے ، مگر اس کے اثرات اکنافِ عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کا ہفت روزہ المجتمع اس وقت اسلامی تحریکوں کا آرگن بن چکا ہے ۔

۸۔ ادارۂ شئوون اسلامی ، کویت

یہ ادارہ کویت کی وزارتِ اوقاف کا ایک شعبہ ہے۔ اس کے ڈائریکٹر جناب نادر نوری صاحب شریکِ اجتماع ہوئے ۔ نادر نوری اسلامی تحریک کے ایک نوجوان اور ابھرتے ہوئے رہنما ہیں۔ ذاتی

کردار ، تحریکی وابستگی اور ملنسار طبیعت کی وجہ سے اسلامی حلقوں میں ہر دلعزیز ہوتے جا رہے ہیں ۔

۹۔ امدادِ فلسطین و لبنان کمیٹی ، کویت

اس کمیٹی کے صدر جناب مبارک سعدون المطوع نے اجتماع میں شرکت کی ۔ امداد فلسطین و لبنان کمیٹی (لجنۃ مناصرۃ فلسطین و لبنان) کا حلقہ کارکردگی صرف فلسطین اور لبنان ہے ۔ اس کے صدر مبارک سعدون المطوع کویت کے نامور ایڈووکیٹ ہیں۔ کویت میں بار ایسوسی ایشن کے عہدیدار ہیں ۔ بڑے پُرجوش تحریکی نوجوان ہیں۔

۱۰۔ انٹرنیشنل اسلامی فیڈریشن برائے سٹوڈنٹس آرگنائزیشن (افسو) انتظامی دفتر کویت

یہ تنظیم ، جیساکہ نام سے ظاہر ہے، بین الاقوامی پیمانے کی تنظیم ہے ۔ اس کا میدانِ کار اسلامی لٹریچر کو دنیا کی مختلف زبانوں میں منتقل کرنا، نوجوانوں کے تربیتی کیمپ منعقد کرنا، تحریکوں کے مابین رابطہ قائم کرنا اور دعوت و تبلیغ سے متعلق مختلف مہمات سرانجام دینا ہے ۔ اب تک یہ تنظیم دنیا کی ایک سو کے قریب زبانوں میں مختلف اسلامی کتب کا ترجمہ کر چکی ہے ۔ ان میں سے ۶۲ زبانوں میں یہ لٹریچر چھپ چکا ہے ۔ اور بقیہ زبانوں کا لٹریچر چھاپنے کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بانیوں میں سے ہیں۔ افسو کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر جناب مصطفٰی الطحان ہمارے اجتماع میں شریک ہوئے ۔

۱۱۔ جمعیتِ اصلاح ، بحرین

اس جمعیت کی طرف سے پانچ رکنی وفد جمعیت کے صدر جناب شیخ خلیفہ بن محمد آل خلیفہ کی قیادت میں آیا ۔ جمعیتِ اصلاح بحرین کے اندر دعوت و تربیت کے میدان میں سرگرمِ عمل ہے ۔ بحرین کا نوجوان جو چند سال پیشتر آوارگی و بے دینی کی طرف لڑھکتا جا رہا تھا ، اس تنظیم نے اسے سنبھال لیا ہے ۔ بحرینی وفد کے دوسرے ارکان عبداللہ الکوھجی ، احمد مالود ، نظام یعقوبی اور سیّد عیسیٰ تھے ۔ اوّل الذکر بحرین کے مشہور تاجر ہیں۔ ثانی الذکر احمد مالود جمعیت کے مالیات کے انچارج اور نظام یعقوبی بحرین کے نامور محقق ہیں۔ حدیث اور رجال پر عبور رکھتے ہیں ۔ سیّد عیسیٰ پر جمعیت کے نوجوانوں کی ذمہ داری ہے ۔ وفد کے سربراہ شیخ خلیفہ بن محمد آل خلیفہ بحرین کے حکمران خاندان کے ایک اہم فرد ہیں ، وزیرِ عدل رہ چکے ہیں اور اب آزادانہ وکالت کرتے ہیں ۔

۱۲۔ جمعیت اصلاح، دبئی (متحدہ عرب امارات)

اس جمعیت کے ایک اہم رکن شیخ احمد صالح نے جمعیت کی نمایندگی کی ۔ جمعیت کے صدر شیخ صالح الرئیس مدعو تھے ۔ مگر وہ انہی دنوں قاہرہ میں حیثیتِ دعوت و خدمت کی کانفرنس میں گئے ہوئے تھے اور پوری کوشش کے باوجود نہ پہنچ سکے ۔ جمعیتِ اصلاح دس سال سے قائم ہے ۔ کویت اور بحرین کی طرح اس جمعیت نے بھی امارات کی نسلِ نَو پر خوشگوار اثر ڈالا ہے ۔ اس کی طرف سے الاصلاح کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی نکلتا ہے۔

۱۳۔ ادارۂ تربیت اسلامی (وزارتِ معارف)، سعودی عرب

اس ادارے کے ڈائریکٹر جنرل حمد ابراہیم الصلیفیح نے شرکت کی ۔ موصوف طالب علمی کے زمانے سے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی معتقد ہیں ۔ جرأت و شجاعت انہیں ورثے میں ملی ہے ۔ سعودی عرب کی اس نسل کے ایک اچھے نمونے ہیں جو اسلام کو مکمل نظامِ حیات سمجھتی ہے اور اسلامی تحریکوں کی اہمیت سے آگاہ ہے۔ ادارۂ تربیت اسلامی سعودی عرب کے مڈل اور ہائی سکولوں میں اسلامیات کے نصاب اور اسلامی تربیت کی نگرانی کرتا ہے ۔ ڈاکٹر حمد ابراہیم کی کوشش سے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب رسالۂ دینیات (مبادیٔ الاسلام) سعودی عرب کے تمام سکولوں میں اضافی نصاب کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔

۱۴۔ الندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی (ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ)، سعودی عرب

اسے مختصر الفاظ میں 'وامی' کہتے ہیں ۔ وامی کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر مانع حماد الجُہنی اجتماع میں تشریف لائے ۔ ڈاکٹر مانع کنگ سعود یونیورسٹی ریاض میں پروفیسر ہیں اور وامی کی قیادت بھی کر رہے ہیں ۔ وامی دنیا میں تعلیمی اداروں میں اسلام کی نشر و اشاعت اور اسلامی اقدار کے فروغ اور نوجوان نسل کی تربیت کا کام سرانجام دے رہی ہے ۔ دنیا کی اسلامی تنظیموں کے ساتھ بھی اس کے تعلقات ہیں ۔ افریقہ کو اس نے خاص طور پر اپنی دعوتی سرگرمیوں کے لیے منتخب کر رکھا ہے ۔ ڈاکٹر مانع بڑے فاضل، وسیع الذہن اور جدید تقاضوں کا ادراک رکھنے والے شخص ہیں۔

۱۵۔ ادارۂ شؤون اسلامی، سلطنتِ عُمان

اس ادارے کے ڈاکٹر صالح سعود نے عُمان کی نمایندگی کی ۔ ان کے ساتھ سلطنت عُمان کے مفتی اعظم کے نمائندے بھی تھے ۔ یہ دونوں نوجوان عُمان کے اندر اسلامی فکر کی ترویج کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔

۱۶۔ تحریک اسلامی ، شمالی یمن

یمن میں تحریکِ اسلامی کے نام سے کوئی مستقل تنظیم نہیں ہے ۔ البتہ وہاں تحریکی ذہن اور شعور بڑی قوت رکھتا ہے ۔ شیخ عبدالوہاب الدیلمی اور شیخ سلیمان الأهدل دونوں یمن کے اسلامی ذہن کے نمائندے ہیں ۔ دونوں یمن کے جلیل القدر علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ یمن کی نسلِ نو کے اندر ان حضرات نے دین کی رُوح وسیع پیمانے پر پھونک رکھی ہے ۔ یہ دونوں حضرات اجتماع میں شریک ہوئے۔

۱۷۔ الحرکۃ الاسلامیۃ فی الصومال: (تحریکِ اسلامی صومالیہ)

اس کے سربراہ شیخ محمد نور نے اپنی تحریک کی نمائندگی کی ۔ یہ لوگ صومالیہ کے اندر اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ صومالیہ ، جو ماضی میں ایک عظیم اسلامی ریاست تھی ، انگریزی اور فرانسیسی استعمار نے وہاں غلبہ پانے کے بعد اس کے کئی ٹکڑے کر دیے اور صومالی قوم کی طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اب آزادی کے بعد صومالیہ دو حصوں میں منقسم ہو چکا ہے ۔ ایک کا نام صومالیہ ہے جس پر ایک لادین اشتراکی حکومت قابض ہے اور دوسرا حصہ جیبوٹی کہلاتا ہے ۔ اسی طرح صومالی قوم کا بہت بڑا حصہ کینیا کے اندر بھی پایا جاتا ہے ۔ اسے بھی مقامی حکومت نے بُری طرح دبا کر رکھا ہوا ہے۔

۱۸۔ حرکۃ الجہاد الاسلامی فی اری تیریا (اریٹریا کی تحریک جہاد اسلامی)

اس تحریک کا دو رکنی وفد شریک ہوا ۔ وفد کا سربراہ اری تیریا کا مجاہد شیخ عثمان تھا۔ یہ ایک نوخیز تحریک ہے جسے وجود میں آئے ہوئے ابھی صرف ایک سال ہوا ہے ۔ اس تحریک سے وابستہ نوجوان پہلے "نیشنل محاذِ آزادی اریٹریا" کے ساتھ وابستہ تھے۔ اور سالہا سال تک اس کے زیرِ سایہ جہادِ آزادی میں لگے رہے ، مگر یہ بات واشگاف ہو گئی کہ نیشنل محاذِ آزادی کی قیادت پر جن لوگوں کا قبضہ ہے وہ لادینیت کے علمبردار اور اخلاص سے عاری ہیں ۔ چنانچہ اسلام پسند نوجوانوں نے آخر کار اپنی الگ تحریک قائم کر لی اور اب اریٹریا کے تمام وہ طبقے جو اسلامی ذہن رکھتے ہیں ، اس تحریک کے پرچم تلے جمع ہو رہے ہیں ۔

۱۹۔ مورو اسلامک فرنٹ ، جنوبی فلپائن

اس فرنٹ کے صدر استاذ سلامت ہاشم ہیں۔ استاذ سلامت ہاشم ان دنوں جنوبی فلپائن میں خود جہادِ آزادی کی قیادت کر رہے ہیں ، اس لیے وہ خود اجتماع میں شریک نہ ہو سکے۔ ان کے

نمائندوں کا ایک وفد جس کے سربراہ محمد امین تھے، شریک ہوا۔ مورو اسلامک فرنٹ اسلامی اصولوں پر جنوبی فلپائن کی آزادی چاہتا ہے۔ اس کے اثرات جنوبی فلپائن کے سب سے بڑے جزیرے مینڈاناؤ میں بڑے گہرے پائے جاتے ہیں۔ جزائر سولو، تاوی تاوی اور پامیلان میں بھی اسے معتد بہ طاقت حاصل ہے۔ فلپائنی مسلمانوں کا دین پسند عنصر ان کی پشت پر ہے۔

۲۰۔ اسلامی ترقیاتی پارٹی، انڈونیشیا

اسلامی ترقیاتی پارٹی، ماشومی پارٹی کا نیا نام ہے۔ ۱۹۵۶ء سے ماشومی پارٹی انڈونیشیا میں خلافِ قانون ہے۔ اس لیے اس پارٹی نے رفاہی اور سیاسی جدوجہد کے لیے نئے نام سے مذکورہ بالا پارٹی تشکیل دے رکھی ہے۔ اسے حد درجہ محدود پیمانے پر سرگرمیوں کی اجازت ہے۔ ماشومی والوں نے دعوت کی اشاعت کے لیے ایک دوسرا ادارہ "دیوانِ دعوت اسلامی" قائم کر رکھا ہے۔ ہم نے سابق ماشومی کے صدر جناب ڈاکٹر محمد ناصر کو دعوت نامہ بھیجا تھا، مگر انہیں کئی سالوں سے سوہارتو حکومت کی طرف سے ملک سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے وہ شریکِ اجتماع نہ ہو سکے۔ البتہ ان کے نمائندے جناب حلمی امیرالدین شریک ہوئے۔

۲۱۔ اسلامک کلچرل سنٹر، جاپان

جاپان کے اندر اسلام کے فروغ میں یہ سنٹر عظیم کردار سرانجام دے رہا ہے۔ اس کے سیکرٹری جنرل جناب عبدالکریم سایتو جاپانی مسلمانوں کے اندر بڑی عزت و تکریم سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی عمر ۷۵ سال ہے، مگر جواں ہمت اور جواں عزم ہیں۔ یہ ان کے اخلاص اور قوتِ ایمانی کا کرشمہ ہے۔ عبدالکریم سایتو کئی عالمی اداروں کے رکن ہیں، مثلاً رابطۂ عالم اسلامی مکہ اور عالمی اسلامی رفاہی ادارہ کویت۔

۲۲۔ جماعتِ اسلامی، بنگلہ دیش

اس کے نائب امیر مولانا ابوالکلام محمد یوسف اجتماع میں شریک ہوئے۔ جماعتِ اسلامی بنگلہ دیش اس وقت اپنے ملک کی سب سے منظم اور وسیع الاثر اسلامی پارٹی سمجھی جاتی ہے۔ جماعتِ اسلامی کی طرف سے قوم کے مختلف طبقوں میں کام کرنے کے لیے متعدد ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

اسلامی ایجوکیشن سوسائٹی (سربراہ: عبدالرب)، مودودی اکیڈمی (چیئرمین: عباس علی خاں)، دارالافتاء (صدر سید محمد علی)، دارالعربیہ (سربراہ مولانا ابوالکلام محمد یوسف)، .B.I.I

(پبلشنگ ادارہ ، سربراہ عبد الغفار صاحب) ، اسلامک پرچنگ سوسائٹی (صدر: بدر عالم) ، مسجد مشن (صدر: بلال الدین) ، اسلامک ویلفیئر سوسائٹی (چیئرمین: محمد یونس) ، الفلاح ٹرسٹ (جس کے تحت روزنامہ سنگرام نکلتا ہے ۔ چیئرمین شمس الرحمان) ، کسان ویلفیئر سوسائٹی (صدر: مولانا ابو الکلام محمد یوسف) ، لیبر ویلفیئر آرگنائزیشن (صدر: ایڈوکیٹ انصار علی) ، چھاترو شبر (جمعیت طلباء صدر: امین الاسلام)، چھاتری شنگستا ، (جمعیت طالبات ، ناظمہ جبیبہ خاتون)، آئیڈیل ٹیچر ایسوسی ایشن (صدر: ڈاکٹر محمد لقمان) ، اسلامک ریسرچ بیورو (ڈائریکٹر میر قاسم علی)، اسلامک سنٹر (ڈائریکٹر پروفسر نذیر احمد)۔

جماعتِ اسلامی کی شاخیں یوں ہیں:

۶۸ ڈسٹرکٹ برانچ

۴۶۰ سب ڈسٹرکٹ برانچ

۳۰۰۰ یونین کونسل برانچ

۵۰۰۰ لوکل برانچ

تعداد ارکان ۵ ہزار ، کارکن ۵۰ ہزار ، متفقین (رجسٹرڈ) ۵ لاکھ ، معصین (غیر رجسٹرڈ) ۲۰ لاکھ ، سکول ۵۰۰ سو ، شفاخانے ۲۰ ۔

ابلاغِ عامہ میں جماعت کا کام: روزنامہ سنگرام (اشاعت ۵۰ ہزار تک) ، ہفت روزہ سونار بنگلہ (اشاعت ۵۰ ہزار) ، ماہنامہ پرتھوی (اشاعت ۴۰ ہزار) ماہنامہ قلم (علمی و ادبی مجلہ ، اشاعت ۲۰ ہزار) ، ماہنامہ الاسلام انگریزی (حال ہی میں جاری ہوا ہے)۔

۲۳۔ روھنگیا سالڈیرٹی آرگنائزیشن ، ارکان برما

برما کا جنوبی علاقہ اراکان کہلاتا ہے۔ یہاں مسلمانوں کی مملکت صدیوں تک قائم رہی ہے ۔ پھر جاپانی اور انگریز آگئے اور جب آزادی ملی تو وہاں بدھ مذہب کے علمبرداروں کا غلبہ ہو گیا ۔ اور پھر وہاں فوجی انقلاب برپا ہو گیا جس نے اشتراکی نظام کو نافذ کیا اور برما کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ان تمام ادوار میں جنوبی برما کے مسلمان غلامی کی زندگی بسر کرتے رہے ۔ اب ان کے اندر اپنی سابق مملکت بحال کرنے کی تحریک چل رہی ہے ۔ اس کا نام روھنگیا سالڈیریٹی آرگنائیزیشن ہے ۔ اس کے صدر ڈاکٹر محمد یونس ہیں ۔ اس تحریک کا وفد ڈاکٹر یونس صاحب کی قیادت میں شریکِ اجتماع ہوا ۔

۲۴۔ مسلم سٹوڈنٹس یونین برائے یورپ

اس یونین کے موجودہ صدر جناب احمد سلیم تشریف لائے ۔ موصوف جرمنی میں آخن شہر میں رہتے ہیں ۔ یونین اُن مسلمان اور عرب طلباء میں کام کرتی ہے جو یورپ میں بغرضِ تعلیم و ملازمت رہتے ہیں ۔ مغربی معاشرے کے اندر مسلمان نوجوانوں کو اسلام پر قائم رکھنا ، بلکہ اسلام کا علمبردار بنا دینا آسان کام نہیں ہے ۔ یہ یونین اسی مشکل کام کو سرانجام دے رہی ہے اور بتوفیقِ خدا اسے بڑی کامیابی حاصل ہو رہی ہے ۔ سینکڑوں طلباء اس سے وابستہ ہو چکے ہیں ۔ ان کا طریقِ کار تربیتی کیمپ لگانا ، مستحق طلبا کی مدد کرنا اور دینی تعلیم دینا ہے ۔

۲۵۔ یُو کے اسلامک مشن ، برطانیہ

اسے برطانیہ کی جماعتِ اسلامی کہنا چاہیے ۔ اس کے صدر نامور عالمِ دین مولانا سید شریف احمد ہیں۔ اور سیکرٹری جنرل جناب تنظیم واسطی ۔ مؤخرالذکر جناب تنظیم واسطی صاحب (جو لندن میں ایجنسی افغان پریس کے جنرل مینجر بھی ہیں) تشریف لائے ۔ یو کے اسلامک مشن ان پاکستانی حضرات تک جو برطانیہ کے اندر رہتے ہیں، دین کا پیغام پہنچا رہا ہے ۔ اس کی ملک بھر میں ۳۰ شاخیں ہیں۔ مسلم ایجوکیشنل ٹرسٹ کے تحت برطانیہ کے تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ کو قرآنِ کریم اور مبادیاتِ دین کی تعلیم دینے کا بھی انتظام کیا گیا ہے جو کئی سال سے کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔

۲۶۔ اسلامک سرکل شمالی امریکہ و کینیڈا

اسکا مختصر نام ICNA ہے ۔ اکنا کی طرف سے تین رکنی وفد نے شرکت کی۔ جو اکنا کے صدر جناب عاقب ثاقب ، سکرٹری جنرل جناب ظہیرالدین اور رکن شوریٰ جناب عبدالشکور صاحب پر مشتمل تھا۔ اکنا بنیادی طور پر شمالی امریکہ اور کینیڈا کے اندر رہنے والے پاکستانی اور ہندوستانی مسلمانوں کی سب سے بڑی اسلامی تنظیم کا نام ہے ۔ دیگر ممالک کے لوگوں کے اندر بھی اس کے اثرات ہیں۔ اس کے ساتھ جو نوجوان وابستہ ہیں ، وہ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ ان کے اثرات امریکہ کے مختلف شہروں میں روزافزوں ہیں۔ امید ہے مستقبل میں یہ تنظیم امریکہ کے اندر جاہلی تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب کے فروغ کا بہت بڑا ذریعہ بن جائے گی ۔ اکنا کی طرف سے انگریزی میں 'دی میسج' کے نام سے ایک ماہنامہ بھی نکل رہا ہے ۔

۲۷۔ اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ

اس کے نائب صدر جناب داؤد زونگ امریکہ سے پاکستان آئے ۔ اسلامک سوسائٹی کا صدر دفتر امریکہ کی ریاست انڈیانا پولیس کے ایک شہر پلین فیلڈ میں ہے ۔ ISNA دراصل مختلف اسلامی تنظیموں کی سرپرست تنظیم کا نام ہے ۔ اس کے ساتھ جو تنظیمیں وابستہ ہیں وہ یہ ہیں: مسلم سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (MAS) ۔ اس کی تاسیس ۱۹۶۳ء میں ہوئی ۔ مسلم عرب یوتھ ایسوی ایشن (MAYA) ۔ یہ ۱۹۷۷ء میں قائم ہوئی ۔ ملائیشین اسلامک سٹڈی گروپ (MISG) ۔ اس کا قیام بھی ۱۹۷۷ء میں عمل میں آیا ۔ مسلم کمیونٹی ایسوسی ایشن (MCA) ۔ ایسوسی ایشن آف مسلم سوشل سائنٹسٹس (AMSS) ، ایسوسی ایشن آف سائنٹسٹس اینڈ انجینئرز (AMSE) ، اسلامک میڈیکل ایسوسی ایشن (IMA) ، انٹرنیشنل فاؤنڈیشن آف ڈویلپمنٹ (IFD) ، اسلامک ٹیچنگ سنٹر (ITC) ، فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن (FIE) ، نارتھ امریکہ اسلامک ٹرسٹ (NAIT) ، مسلم کریڈٹ یونین (MCU) ۔ یہ تمام تنظیمیں اور ادارے اپنے اپنے میدان میں احیائے اسلام کا کام کر رہے ہیں ۔

ISNA کی طرف سے انگریزی میں ایک معیاری ماہنامہ THE ISLAMIC HORIZONS کے نام سے نکلتا ہے۔

۲۸۔ اسلامک سنٹر میونخ ، جرمنی

اس کے ڈائرکٹر نو مسلم جناب احمد وان ڈنسفر شریک ہوئے ۔ موصوف اپنے تقویٰ و اخلاص اور اسلام سے وفاداری اور فہم و بصیرت کے لحاظ سے سلف کا نمونہ معلوم ہوتے ہیں ۔

۲۹۔ جماعتِ اسلامی مقبوضہ کشمیر

اس کی نمایندگی جناب محمد ایوب ٹھاکر (یُوکے) اور جناب غلام نبی فائی (USA) نے کی ۔ اجتماعِ عام کے بعد مقبوضہ کشمیر کی تحریکِ آزادی نے شدّت اختیار کر لی ہے ۔ تحریکِ اسلامی پاکستان اسی طرح اس تحریک کے ساتھ ہے جس طرح اس نے جہادِ افغانستان کا ساتھ دیا اور دے رہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیاب فرمائے ۔

۳۰۔ حکومت اسلامی مجاہدین ، افغانستان

اس کی نمایندگی حکومت کے تین وزراء استاذ یاسر ، استاذ عبد الحق اور نور اللہ عماد نے کی ۔ علاوہ ازیں مجاہدین افغانستان کے مختلف کمانڈروں اور کارکنوں نے بھی بھاری تعداد میں اجتماع

میں سامعین کے طور پر شرکت کی ۔

کچھ اور ادارے بھی مدعو تھے، مگر وہ وقت کی تنگی اور دعوت نامے تاخیر سے پہنچنے کی وجہ سے نمایندگی نہ کر سکے ۔ بعض دوستوں کی طرف سے معذرت کے ساتھ پیغامات موصول ہوگئے ۔ ان میں قابلِ ذکر جناب عمر بہاؤالدین الامیری ہیں ۔ وہ شام کے باشندے ہیں، مگر ۱۹۶۴ء سے بعث پارٹی کی حکومت برسراقتدار آنے کے بعد غریب الوطنی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور زیادہ تر مراکش میں رہتے ہیں ۔ انہوں نے طویل مسافت اور قلتِ وقت کی بنا پر اپنا یہ پیغام بھیج دیا ہے کہ "ہم جماعتِ اسلامی کے ساتھ اپنی پوری یکجہتی کا اعلان کرتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں ۔ جماعت نے جہادِ افغانستان میں جو کردار ادا کیا ہے، اُس پر تمام مسلمان جماعت کے ممنون ہیں ۔ امید ہے کہ نئے امیرِ جماعت اپنے پیشروؤں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نصب العین کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے..." سوڈان کے اسلامک نیشنل فرنٹ کی طرف سے مبارک بادی کا پیغام ملا ۔ اس کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر حسن ترابی موجودہ فوجی انقلاب کے بعد سے گھر میں نظربند ہیں ۔ فرنٹ کے دوسرے قائدین بھی مختلف مسائل میں الجھے ہوئے تھے، اس لیے وہ نہ پہنچ سکے ۔ شام کی اسلامی تحریک کے سربراہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ عین وقت پر ذاتی مسئلے سے دوچار ہوگئے اور سفر نہ کر سکے ۔ شام کی تحریکِ اسلامی کی طرف سے یہ پیغام موصول ہوا کہ اس موقع پر شام کے ان مظلوموں کو یاد رکھا جائے جو اب تک شام کی جیلوں میں تعذیب کی چکی میں پس رہے ہیں ۔

پشاور کے اندر مختلف اسلامی تنظیموں نے افغان مہاجرین و مجاہدین کی خدمت کے لیے دفاتر قائم کیے ہوئے ہیں، ان تمام تنظیموں نے بھرپور شرکت کی ۔ مثلاً لجنۃ الدعوۃ الاسلامیۃ (کویت) ، ریلیف ایجنسی (سوڈان) ، مکتب الخدمات (اس کے انچارج شہید ڈاکٹر عبداللہ عزام تھے ۔ وہ خود بھی آئے اور ان کے دفتر کے دوسرے افراد نے بھی شرکت کی) مکتب رابطہ العالم الاسلامی، ریلیف بیورو (سعودی عرب) اسلامک اکیڈمی برائے سائنس و ٹیکنالوجی (سعودی عرب)، طلبہ و اساتذہ معہدِ شرعی، طلبہ و اساتذہ جامعۂ دعوت و جہاد۔ یوں جماعتِ اسلامی کا اجتماعِ عام قائدین اور حاضرین دونوں لحاظ سے بین الاقوامی اجتماع بن گیا ۔

عالمی برادری کا ایک نظارہ

۸ ر نومبر ۱۹۸۹ء کو اجتماعِ عام کی شام کی نشست میں مہمانوں کا تعارف کرایا گیا ۔ ہر وفد کا سربراہ اسٹیج پر کھڑا ہو جاتا اور امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان سے بغل گیر ہوتا اور پھر دونوں رہنما ایک

دوسرے کا ہاتھ تھام کر یکجہتی کی علامت بن جاتے ۔ اس منظر نے حاضرین کے اندر جوش و خروش پیدا کر دیا اور اسلامی تحریک کی عالم گیریت اور اخوتِ اسلامی کی ہمہ گیری کا تصور حقیقت بن کر سامنے آ گیا ۔ مشرق و مغرب ، زبان و جغرافیہ اور نسل و رنگ کے فاصلے، جنہیں اسلامی تحریکیں محو کر چکی ہیں، بے معنی ہو کر رہ گئے ۔ اور یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلامی تحریک ہی دراصل دنیا کے اندر اسلامی ملت اور اسلامی خلافت کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرے گی ۔ الجزائر، تونس، مصر، فلسطین، ممالکِ خلیج، برِعظیم ہندوپاک، ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن، برما، صومالیہ، اری ٹیریا، افغانستان، جاپان اور یورپ و امریکہ کے اندر دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کی طرف سے مینارِ پاکستان کے زیرِ سایہ اعلانِ یکجہتی اُسی طرح کی ایک تاریخی حقیقت بن گیا ہے جس طرح ۱۹۴۰ء میں قراردادِ پاکستان کا صدور نقشِ بر حجر ثابت ہوا ۔

انتفاضہ کی گونج جلسۂ عام میں

۹ نومبر رات کو جلسۂ عام میں فلسطین کی تحریکِ جہاد (انتفاضہ) کے قائد جناب ڈاکٹر محمد صیام نے مفصل تقریر کی ۔ ان سے پہلے جناب پروفیسر غفور احمد صاحب اور مولانا جان محمد عباسی خطاب فرما چکے تھے ۔ جلسۂ عام میں ڈاکٹر محمد صیام نے خطاب کر کے اپنا پیغام پاکستان کے لاکھوں انسانوں تک براہِ راست پہنچا دیا ۔ ڈاکٹر محمد صیام کی تقریر کا خلاصہ درج ذیل ہے:۔

انتفاضہ فلسطین کے رہنما اور غزہ اسلامی یونیورسٹی کے چانسلر نے نعروں کی گونج میں فلسطینی مجاہدین کا سلام کارکنانِ تحریکِ اسلامی کو پیش کیا ۔ انہوں نے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بتایا کہ فلسطین میں جو نوجوان اور بچے خالی ہاتھوں یہودی ٹینکوں اور گنوں سے لڑ رہے ہیں یہ نوجوان حسن البناءؒ، عزّالدین القسام اور مولانا مودودیؒ کے افکار نے تیار کیے ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ اسرائیل کا یہ خواب ہم نے پریشان کر دیا ہے کہ وہ سمجھتا تھا کہ پچھلے ۴۱ سالوں کے اندر اس نے اسرائیل کے اندر بسنے والے مسلمانوں کے دل و دماغ سے اسلام کے نقوش کھرچ دیے ہیں ۔ اس وقت تحریکِ جہاد میں نہ صرف غزہ اور مغربی کنارے کے مسلمان فلسطینی حصہ لے رہے ہیں، بلکہ اسرائیل کے اندر رہنے والے مسلمان (جو اسرائیلی شہری بن چکے تھے) تحریکِ جہاد میں برابر کے شامل ہو چکے ہیں ۔ اب مقبوضہ فلسطین کے اندر رہنے والے ۱۸ لاکھ فلسطینی اسرائیل کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ انتفاضہ کا پہلا دھماکہ غزہ کی اسلامی یونیورسٹی سے ہوا ۔ اس یونیورسٹی کے طلبہ نے، جن کی تربیت چند سالوں سے اسلامی تحریک کے قائدین کر رہے تھے، جہاد کا بڑے معصومانہ اور مظلومانہ انداز سے آغاز کیا ۔ ان کا یہ اقدام اخلاص و ایمان اور جرأت و شجاعت

کے غیر معمولی سرمایے پر مبنی تھا ۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے یہ لہر پورے فلسطین میں پھیل گئی ۔ اور اب بوڑھے ہوں یا جوان، عورتیں ہوں یا بچے، اینٹوں، پتھروں اور چھریوں سے مسجدوں سے ایمانی حرارت لے کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوتے ہیں ۔ دو سال انہوں نے گزار لیے ہیں ۔ انہوں نے بتایا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ تحریک جہاد کسی وقتی جذبے پر قائم نہیں، بلکہ اس کے پیچھے ایمان اور شہادت کا عقیدہ کار فرما ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت مقبوضہ فلسطین کے اندر تمام فلسطینی قوم باہم شیر و شکر ہو چکی ہے ۔ سب مل کر ظالموں سے نجات حاصل کر رہے ہیں ۔ اجتماعی کفالت اور اجتماعی تعلیم کا نظام قائم کیا جا چکا ہے ۔ تن آسانی ، آوارگی اور بے دینی ختم ہو چکی ہے ۔ نوجوان نسل مسجدوں کا رخ کر رہی ہے ۔ ڈاکٹر محمد صیام نے انتفاضہ کے تین اصول بیان کیے :

۱ ۔ ہم فلسطین کی ایک بالشت زمین سے بھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ باہر سے آنے والے اسرائیلیوں کو فلسطین سے اسی طرح نکلنا ہو گا جس طرح افغانستان سے روسی نکلے ہیں ۔

۲ ۔ ہم کسی امن کانفرنس کے حق میں نہیں ہیں۔ یہ امن کانفرنسیں انتفاضہ کی ہوا خیزی اور درپردہ اسرائیل کو بچانے کے لیے کی جا رہی ہیں ۔

۳ ۔ ہمارا جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک پورا فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا ۔

بیرونی مندوبین کے خطابات

۱۰ر نومبر (جمعتہ المبارک) کو اجتماع عام کے آخری پروگرام میں بیرونی مندوبین کی تقاریر تھیں ۔ ان تقاریر میں جن مندوبین نے حصہ لیا، وہ یہ ہیں:

۔ استاذ مصطفیٰ مشہور: موصوف اخوان المسلمون سے امام حسن البنا رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے سے منسلک ہیں اور مکتبِ ارشاد (مرکزی مجلسِ عاملہ) کے رکن رہے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں ۔ عمر اور علم اور تحریکی تعلق کے لحاظ سے موصوف مُرشدِ عام کے بعد دوسری بڑی حیثیت رکھتے ہیں ۔ جیل میں بھی کئی سال تک مبتلائے تعذیب رہے ہیں ۔ متوازن اور حلیمانہ مزاج رکھتے ہیں ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی وقت میں دو شخصیتوں کو اٹھایا جنہوں نے اسلام کی تجدید کا کارنامہ انجام دیا ۔ عالمِ عرب میں امام حسن البنا شہید (جنہوں نے ۱۹۲۶ء میں اخوان المسلمون کی تاسیس کی) اور دوسرے امام ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ (جنہوں نے ۱۹۳۳ء

میں ترجمان القرآن کے ذریعے احیائے اسلام کا آغاز کیا) ۔ اور اب یہ دونوں تحریکیں اخوان اور جماعت عالمی پیمانے پر ہر پہلو سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے ہم آہنگ ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے پوری دنیا کے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کر رکھا ہے ۔ انہوں نے خواتین سے اپیل کی کہ جاہلیت کی یلغار کے سامنے انہیں اسی طرح بند باندھ دینا چاہیے جس طرح دورِ اوّل میں خواتین نے جاہلیت کو شکست دے دی تھی ۔ خواتین کی بھرپور شرکت کے بغیر معاشرے میں اصلاح نہیں ہو سکتی اور نہ مطلوبہ اسلامی انقلاب برپا ہو سکتا ہے ۔ آخر میں انہوں نے مرشدِ عام کی طرف سے امیر جماعتِ اسلامی اور کارکنانِ جماعت کو سلام پیش کیا اور کانفرنس کی کامیابی اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے ان کی دعائیں اور تمنائیں پہنچائیں ۔

۲ ۔ ڈاکٹر مانع حماد الجھنی :۔ ریاض میں وامی کے سکیرٹری جنرل ہیں ۔ دنیا کے حالات، تحریکوں کی مشکلات اور اعدائے اسلام کی سازشوں سے خوب آگاہ ہیں ۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں مختلف دینی جماعتوں کے اندر اتحاد یا کم از کم تنسیق (Coardinat ion) پر زور دیا ۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری کمزوری کا بنیادی سبب اسلام کے نام پر ہمارا باہمی افتراق ہے ۔ حنفی، حنبلی اور سلفی جماعتوں کو آپس میں مل جُل کر کام کرنا چاہیے ۔ جو تحزّب اور تعصب کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ ملّت کا خیر خواہ نہیں ہے ۔ انہوں نے "وامی" کے بارے میں بتایا کہ وہ اتحادِ اسلام کے لیے فضا ہموار کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے ۔ انہوں نے خرافات و بدعات کو بھی ضعفِ ملّت کا ایک اہم سبب بتایا ۔

۳ ۔ استاذ راشد الغنوشی :۔ تونس کی تحریک رحجانِ اسلامی کے سربراہ نے تونس کی تحریک کا سلام پاکستان کی تحریکِ اسلامی کو پہنچایا ۔ انہوں نے ضیاء الحق مرحوم کو بھی خراجِ عقیدت پیش کیا کہ انہوں نے جہادِ افغانستان میں غیر معمولی کردار ادا کیا، پاکستان کو ایٹمی طاقت بنایا اور شریعت کے نفاذ کی کوشش کی ۔ انہوں نے بتایا کہ تحریکِ اسلامی کو کامیابی سے ہمکنار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسے جمہوری فضا نصیب ہو ۔ تونس کے حالات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے ذکر کیا کہ وہاں ۳۲ سال تک بورقیبہ نے اپنا آمرانہ نظام قائم کیے رکھا اور لادینی نظام کو طاقت کے بل پر تونسی عوام پر ٹھونسا، دین میں تحریف کی اور بے حیائی کو فروغ دیا ۔ اور اسلام کی ایک ایک قدر کو پامال کرنے کی کوشش کی ۔ مگر بڑے بڑے دانشور اور علمبردارانِ تہذیب دم بخود بیٹھے رہے ۔ آخر کار مسجدوں میں حلقہ ہائے درس میں شامل ہونے والے نوجوانوں کے ایک گروہ کو اللہ نے یہ توفیق دی کہ وہ آمریت کے خلاف اُٹھیں ۔ انہوں نے جیلیں بھگتیں، انتہائی اذیتیں برداشت کیں اور اللہ کی مدد و نصرت سے بورقیبی آمریت کا بت

پاش پاش کر دیا ۔ تاہم ابھی تونس میں مشکلات باقی ہیں ۔ ان کے ازالے کے لیے جدوجہد ہو رہی ہے ۔ راشد الغنوشی کی عمر ۵۰ سال کے لگ بھگ ہے ۔ موصوف نے دمشق یونیورسٹی سے فلسفہ میں تخصص حاصل کیا ہے ۔

۴ ۔ استاذ محفوظ النحناح :۔ انہوں نے الجزائر اور پاکستان کے روابط کی مختصر تاریخ بیان کی ۔ اور اس امر کا اعتراف کیا کہ الجزائر کی آزادی (۱۹۶۳ء) میں پاکستان کی تحریک اسلامی کا بڑا حصہ ہے ۔ علامہ محمد البشیر الابراہیمی الجزائری تحریکِ آزادی کے دوران دو مرتبہ پاکستان تشریف لائے ۔ وہ مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑے متأثر ہوئے ۔ الجزائر میں انہوں نے مولانا مودودیؒ کی دعوت کو پھیلانے کی حوصلہ افزائی کی ۔ الجزائر آزادی کے بعد لادینی قیادت کے چنگل میں آ گیا ۔ پہلے بن بلّا کا اشتراکی دور تھا اور پھر ہواری بومدین نے اشتراکیت اور لادینیت کو فروغ دیا ۔ اب اسلام پسند عناصر کی جدوجہد سے الجزائری دستور کے اندر "اشتراکیت" کا لفظ حذف کیا جا چکا ہے اور اسلامی اقدار کی ترویج کو مقصد ریاست قرار دیا گیا ہے۔ استاذ محفوظ النحناح اسی مدرسۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں جو عبدالحمید بن بادیس نے قائم کیا تھا اور جسے ان کے رفیقِ کار علامہ محمد البشیر الابراہیمی نے جمعیت العلماء الجزائریین کے پلیٹ فارم سے وسعت بخشی ۔ محفوظ النحناح عالم دین ہیں اور تحریکی فکر و کردار سے پوری طرح سرشار۔ محفوظ النحناح نے بتایا کہ الجزائر کا نوجوان مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ کی فکر و دعوت سے نہ صرف واقف ہے بلکہ اس کا گرویدہ ہے ۔ الجزائر کی اسلامی تحریک پر تین بڑے مفکرین کے غیر معمولی اثرات پڑے ہیں ایک مرحوم مالک بن نبی جنہیں دورِ جدید کا فیلسوفِ اسلام کہا جاتا ہے اور دوسرے مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ جو نسلِ نو کے امام ہیں ۔ اور تیسرے امام حسن البنّا رحمتہ اللہ علیہ ۔

۵ ۔ شیخ عیسیٰ بن محمد آل خلیفہ : بحرین کی جمعیتِ اصلاح کی طرف سے انہوں نے جماعتِ اسلامی کو سلام و تحیات پیش کیے ۔ انہوں نے کہا کہ نسلِ نَو ایمان اور جہاد کی طاقت سے دنیا کے اندر اپنی امامت قائم کر سکتی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ دو مرتبہ بحرین تشریف لائے (۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۸ء میں) انہوں نے ہماری تحریک کے لیے جو خطوطِ کار تجویز کیے، ہم اُن پر آج تک قائم ہیں ۔ اُن کی رہنمائی ہمارے لیے ایک قندیل ہے ۔ اور انشاء اللہ اس قندیل کی روشنی میں ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے ۔ انہوں نے جماعت کے اجتماعِ عام کی حاضری اور تنظیم و نسق پر اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج تک میں نے ایسا اجتماع نہیں دیکھا ۔

۶ ۔ استاذ احمد وان ڈنفر :۔ یہ جرمن نو مسلم ہیں ۔ پہلی مرتبہ پاکستان تشریف لائے ہیں اور اس امر

پر بہت خوش ہیں کہ اُن کی پاکستان میں پہلی مرتبہ آمد ایسے موقع پر ہوئی ہے جبکہ جماعت اسلامی کا عام اجتماع منعقد ہو رہا ہے۔ انہوں نے انگریزی میں مختصر تقریر کی اور فرمایا کہ یورپ کے اندر اب اسلام کا پیغام پھیل رہا ہے ۔ یورپ پہلے اندلس کی طرف سے اسلام سے آشنا ہوا، مگر اس وقت اسلام فتوحات کے جلو میں آگے بڑھا اور فرانس اور اٹلی کی سرحدوں تک پہنچا ۔ دوسری مرتبہ عثمانی خلفاء نے یورپ میں پیش قدمی کرتے ہوئے وی آنا (ہنگری) کی دیواریں جا چھوئیں ۔ دونوں مرتبہ اسلام ایک غالب قوت کے رنگ میں یورپ کے سامنے آیا ۔ اب تیسری مرتبہ اسلام دعوت اور مغرب کی مادی تہذیب میں پسی ہوئی قوم کے لیے نجات دہندہ کی صورت میں آ رہا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ اگر اسلام کو صحیح اسلوب اور باکردار کارکنوں کے ذریعے یورپ میں پیش کیا گیا تو یقیناً اسے غلبہ نصیب ہوگا کیونکہ آج یورپ کے تمام دروازے اسلام کے لیے کھل چکے ہیں۔

۷ ۔ استاذ فاضل نور: اسلامک پارٹی ملائشیا کے صدر نے پہلے اپنی پارٹی اور پارٹی کے مُرشدِ عام جناب یوسف راوا کی طرف سے جماعتِ اسلامی کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس اہم تقریب کے موقع پر اسلامک پارٹی کو دعوت نامہ بھیجا ۔ انہوں نے مولانا مودودیؒ کو بھی زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا جن کی فکر آج ملائشیا کے اندر نئی نسل کا اوڑھنا بچھونا بنی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں جماعتِ اسلامی کی کامیابی پوری اسلامی ملّت کی کامیابی ہوگی ۔ انہوں نے بتایا کہ اسلامک پارٹی ملائشیا کے اندر اسلامی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ یہ پارٹی ۱۹۵۱ء میں قائم ہوئی تھی ۔ انہوں نے جہادِ افغانستان میں جماعتِ اسلامی کے کردار کو سراہا اور امید ظاہر کی کہ جماعت اسلامی کی جدوجہد سے پاکستان میں اسلامی شریعت قائم ہوگی اور افغانستان میں مجاہدین کی اسلامی حکومت برسرِاقتدار آئے گی ۔

۸ ۔ عاقب ثاقب: شمالی امریکہ و کینیڈا میں اسلامک سرکل کے صدر جناب حافظ عاقب ثاقب نے اپنے مختصر خطاب میں اسلامک سرکل کی تاریخ اور خدمات بیان کیں ۔ انہوں نے بتایا کہ ۲۰ سال قبل اسلامک سرکل کا قیام عمل میں آیا تھا ۔ اس وقت اس کے ارکان صرف ۱۳ تھے ۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے اس کے کام میں یہ برکت پیدا کی ہے کہ اس کے متوسّلین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے ۔ اسلامک سرکل امریکہ اور کینیڈا میں اسلامی دعوت کی اشاعت کا کام کر رہا ہے ۔ مسلمانوں کے اندر بھی اور غیر مسلموں کے اندر بھی ۔ کوئین (نیویارک) میں اس کا صدر دفتر ہے ۔ جہاں اس کی مختلف سرگرمیاں جاری رہتی ہیں ۔ لٹریچر، اجتماعات، تربیتی کیمپ اور انفرادی تعلقات اس کے وسائل ہیں ۔ اسلام پر الزامات کا دفاع بھی اسلامک سرکل کرتا ہے ۔

۹ ۔ تنظیم واسطی: یو کے اسلامک مشن برطانیہ کے سکرٹری جنرل جناب تنظیم واسطی صاحب نے

تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ مشن کا آغاز ۲۵ سال پہلے ہوا تھا۔ ۲۰ ہزار سے زائد افراد اس کے زیرِ اثر ہیں۔ ۳۶ مساجد اس کے بالواسطہ یا بلاواسطہ زیرِ انتظام ہیں۔ ویک اینڈ سکولوں میں اور دیگر تعلیمی اداروں میں ۵ ہزار مسلمان بچے اور بچیاں پڑھتے ہیں۔ برطانیہ کی سب سے منظم اور جامع تنظیم اسلامک مشن ہے۔

۱۰۔ استاذ یاسر: افغان عبوری حکومت کے ایک وزیر جناب یاسر نوجوان اور پُرعزم شخصیت کے مالک ہیں۔ موصوف جب افغانستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے تو سیدھے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ طالب علم تھے اور اپنی تعلیم کی تکمیل کرنا چاہتے تھے، مولانا مرحوم نے مشورہ دیا کہ وہ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لے لیں۔ چنانچہ مولانا مرحوم کی طرف سے ان کو جامعہ کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز کے نام سفارشی خط دیا گیا جس کی بنا پر انہیں اللہ تعالیٰ نے مدینہ یونیورسٹی میں حصولِ علم کا موقع فراہم کر دیا۔ موصوف علمِ شریعت میں اچھا درک حاصل کر چکے ہیں، عربی زبان پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ تحریکی فکر و تربیت کی چلتی پھرتی تصویر ہیں۔ انہوں نے جہادِ افغانستان کی بھرپور مدد و حمایت پر پاکستان اور جماعتِ اسلامی کا شکریہ ادا کیا اور واشگاف اعلان کیا کہ ہمارا جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک افغانستان میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہو جاتی۔ ہمارا جہاد صرف روسیوں کے اخراج کیلیے نہیں تھا، بلکہ وہاں اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کے لیے ہے۔

۱۱۔ مولانا ابوالکلام محمد یوسف: جماعتِ اسلامی بنگلہ دیش اس وقت بنگلہ دیش کی ایک انتہائی منظم اور مقبول جماعت ہے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں پہلے ان آزمائشوں کا ذکر کیا جو بنگلہ دیش کے قیام کے وقت جماعت کے کارکنوں کو پیش آئیں۔ اس کے بعد انہوں نے جماعت کی رفتارِ کار اعداد و شمار کی زبان میں بیان کی۔ یہ اعداد و شمار ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۱۲۔ شیخ عبدالوھاب الدیلمی: یہ شمالی یمن کی تحریکِ اسلامی کے اہم رہنما ہیں اور یمن کے چوٹی کے علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے یمن کے اندر مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس بات پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ مولانا مودودیؒ کی فکر کا تحفہ یمن تک پہنچا اور یمن کا نوجوان ان سے متاثر ہوا۔ شاید یمن کا کوئی گھرانہ ایسا ہو گا جس میں مولانا مودودیؒ کو جاننے والا کوئی نہ ہو۔ مولانا کی فکر جو خالصتہً کتاب و سنّت پر مبنی ہے، صدیوں تک یمن کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ یمن کی اسلامی تحریک ملک کے اندر غیر اسلامی نظریات ختم کر کے اسلامی نظام قائم کرنا چاہتی ہے۔ البتہ اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے اندر اتحاد پیدا کیا

جائے ۔ دشمن طاقتیں اسلام کے مقابلے میں اکٹھی ہو رہی ہیں، ہمیں بھی دنیا بھر میں اسلامی برادری کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہیے ۔ انہوں نے پاکستان میں جماعتِ اسلامی کی کوششوں کو سراہا اور اس امر کا خاص طور پر ذکر کیا کہ جماعت دیگر دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کی کوشش کر رہی ہے ۔

نوٹ:۔ وقت کی کمی کی وجہ سے بہت سے بیرونی مندوبین اجتماعِ عام میں اپنے خیالات پیش نہ کر سکے ۔ اس طرح بعض حضرات ۱۰ نومبر ۱۹۸۹ء کی صبح کو لاہور پہنچ سکے ۔ طویل سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے وہ اپنے ہوٹل میں آرام کرتے رہے ۔ ترکی کے نامور مجاہد استاذ نجم الدین اربکان بھی ان لوگوں میں سے تھے جو جمعتہ المبارک کی صبح استنبول اور کراچی کا سفر کرتے ہوئے لاہور پہنچے۔ اس طرح کویت کے عبداللہ علی المطوع اور مصطفیٰ الطحان بھی لیٹ ہو گئے کیونکہ ان کا جہاز دبئی میں آ کر خراب ہو گیا اور نیا جہاز پہنچنے تک انہیں آدھا دن دبئی میں رکنا پڑا ۔ بہر حال جو لوگ مینارِ پاکستان میں خطاب نہ کر سکے انہیں الحمراء ہال میں پورا موقع دیا گیا ۔

لاہور کارپوریشن کا استقبالیہ باغِ جناح میں

۱۰ نومبر (جمعتہ المبارک) کو لاہور کارپوریشن کے میئر میاں محمد اظہر صاحب کی طرف سے بیرونی مہمانوں کے اعزاز میں گلستانِ فاطمہ میں عصرانہ دیا گیا ۔ اس موقع پر شہر لاہور کی معزز شخصیات بھی مدعو تھیں ۔ گلستانِ فاطمہ باغِ جناح کا ایک حصہ ہے جو پھولوں کے پلاٹوں، کٹے سجے ہوئے پودوں، فوارے میں سے نکلنے والی پھوار اور مخملیں سبزہ زار کے پُر کشش مناظر رکھتا ہے۔ سڑک سے لے کر نشست گاہوں تک سرخ بانات کی پٹی بچھی ہوئی تھی ۔ مہمانوں کے لیے خصوصی نشستوں کا انتظام تھا ۔ کارپوریشن کی طرف سے اس استقبالیے کی تقریب نے مہمانوں پر خوشگوار اثر چھوڑا ۔ خود میئر صاحب کی تقریر نے جو نہایت متوازن اور اسلامی نظریے کی عکاس تھی، مہمانوں کی طرف سے تحسین و ستایش کا غیر معمولی خراج حاصل کر لیا ۔ یہ تقریر گو اُردو میں تھی، مگر خاکسار نے اس کے اہم نکات مہمانوں کو عربی زبان میں منتقل کر دیے۔

استقبالیہ تقریر کے بعد دو مہمانوں کو دعوتِ خطاب دی گئی ۔ ایک مصری پارلیمنٹ میں اخوان المسلمون کے پارٹی لیڈر (مصری پارلیمنٹ میں اخوان المسلمون کے نمایندوں کی تعداد ۳۵ ہے) جناب مامون الھضیبی ایڈوکیٹ اور دوسرے ترکی کی نامور شخصیت رفاہ پارٹی کے رہنما جناب

نجم الدین اربکان ۔ پہلی تقریر اربکان صاحب کی تھی جو انہوں نے ترکی زبان میں کی، جس کا ترجمہ عبدالرحمان قریشی صاحب نے اردو میں کیا ۔ اربکان صاحب نے شکر و سپاس کے تمہیدی کلمات کے بعد ترکی کے حالات پر روشنی ڈالی ۔ پاکستان اور ترکی کی طویل دوستی کا ذکر کیا ۔ اور پھر رفاہ پارٹی کی دعوت و تعلیم اور سیاست و اقتصاد کے بارے میں خدمات کا خلاصہ پیش کیا ۔ موصوف کی تقریر کا اہم نقطہ یہ تھا کہ ترکی کی موجودہ حکومت یورپ کی مشترکہ اقتصادی منڈی کا رکن بننے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہے ۔ ترکی کے مسلمان اس اسکیم کے خلاف ہیں جبکہ ترکی کا لادین طبقہ، یہودی اور فری میسن کے حلقے پورا زور لگا رہے ہیں کہ یہ اسکیم کامیاب ہو جائے ۔ اربکان صاحب نے بتایا کہ ترکی اگر اس منڈی کا رکن بن گیا تو نہ صرف تجارت میں وہ اس منڈی کی طاقتوں کا غلام بن کر رہ جائے گا، بلکہ اس کے بعد ثقافت و تعلیم کے عنوان سے ترکی میں الحاد و دہریت کی بھرپور تحریک برپا کی جائے گی اور ترکی کے اندر ابھرنے والی اسلامی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جائے گی ۔ انہوں نے بتایا کہ رفاہ پارٹی اس کی پوری مخالفت کر رہی ہے ۔ اربکان صاحب نے پچھلے بلدیاتی انتخابات میں رفاہ پارٹی کی کامیابیوں کا بھی ذکر کیا ۔ اور بتایا کہ اس وقت ۸۰ بلدیات رفاہ پارٹی کے ہاتھ میں ہیں جن میں قابل ذکر قونیہ، سیواس اور مرعش کی بلدیات ہیں ۔ امام و خطیب مدارس کے قیام کے لیے رفاہ پارٹی نے جو تگ و دو کی ہے انہوں نے اس کا بھی ذکر کیا ۔

اربکان صاحب کے بعد مامون الھضیبی صاحب نے عربی میں خطاب کیا جس کا راقم نے اُردو ترجمہ کیا۔ مامون صاحب اخوان المسلمون کے دوسرے مرحوم مُرشدِ عام حسن الھضیبی کے صاحبزادے ہیں اور نہایت منجھے ہوئے پارلیمنٹرین ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریوں کے ساتھ وکالت میں بھی اونچی دستگاہ رکھتے ہیں ۔ انہوں نے پاکستان میں پہلی مرتبہ اپنی آمد پر اظہارِ مسرت کیا ۔ میزبان صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اخوتِ اسلامی کے جذبے کے تحت بیرونی مہمانوں کا اکرام کیا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ یہی وہ حقیقی دولت ہے جو صرف مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے دے رکھی ہے ۔ مسلمان دنیا کے جس حصے میں بھی جائے وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ مل کر یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنے خاندان میں آگیا ہے ۔ مامون الھضیبی نے کہا کہ پاکستان اسلام کے لیے وجود میں آیا ہے اسے اسلام کا صحیح معنوں میں گہوارہ بننا چاہیے ۔ یہاں اسلامی شریعت کا مکمل نفاذ ہونا چاہیے ۔ اسی میں پاکستان کی طاقت و ترقی کا راز ہے ۔ انہوں نے کہا کہ میں مصری پارلیمنٹ میں بھی اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتا رہتا ہوں ۔ مَیں نے لاتعداد ایسی تحریکیں اور بل پارلیمنٹ کے اندر داخل کر رکھے ہیں جن میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ تمام اسلامی قوانین جو مختلف کمیٹیوں کی طرف سے مدون کر کے پارلیمنٹ کے حوالے کیے گئے ہیں انہیں عملی جامہ پہنایا

جائے ۔ یہی آواز میں گلستانِ فاطمہ میں کھڑا ہو کر بلند کرتا ہوں کہ پاکستان کی حکومت کو یہاں شریعت جاری و ساری کرنی چاہیے ۔

ان دونوں تقریروں کے بعد نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا اور یہ خوبصورت اور ہلکی پھلکی تقریب اختتام کو پہنچ گئی ۔

منصورہ : امیرِ جماعت کا عشائیہ

اگلا پروگرام امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان کی طرف سے منصورہ میں غیر ملکی مہمانوں کے عشائیے کا تھا ۔ کھانے سے پہلے منصورہ آڈیٹوریم میں تمام مہمان جمع ہو گئے ۔ اور علم و ادب، شعر و نغمہ اور طنز و مزاح کا بڑا خوشگوار اور ہلکا پھلکا پروگرام بروئے کار آ گیا ۔ ڈاکٹر حمد ابراہیم الصلیفیح نے مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کی تاریخ بیان کی ۔ ۱۹۶۰ء میں جب مولانا مودودیؒ مدینہ یونیورسٹی کی تاسیس کی اسکیم لے کر سعودی عرب گئے تھے، اس وقت حمد ابراہیم نے اپنے گھر پر نوجوانوں کو جمع کیا تھا اور ان کی مولاناؒ کے ساتھ نشست منعقد کی تھی ۔ اس کے بعد ۱۹۶۶ء میں موصوف سعودی عرب کے کلچرل اتاشی بن کر پاکستان آ گئے اور مولانا مرحوم کے ساتھ ان کا مستقل تعلق قائم ہو گیا ۔ اس دوران وہ زیادہ تر کراچی میں رہے اور چوہدری غلام محمد مرحوم سے بھی ان کی گہری وابستگی ہو گئی ۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف فکر و ذہن کے لحاظ سے سراپا تحریک ہیں ۔ انہوں نے اپنی ہلکی پھلکی گفتگو میں بتایا کہ مجھے جماعتِ اسلامی کی دو باتیں بڑی پسند ہیں ۔ ایک عوام کے ساتھ کاروانوں کے ذریعے جماعت کا رابطہ قائم کرنا اور دوسرا وقتاً فوقتاً باہم تنقید و محاسبہ کرتے رہنا ۔ (گزشتہ رات مینارِ پاکستان میں ارکان کا خصوصی اجتماع ہوا تھا جس میں مرکزی قیادت کا محاسبہ کیا گیا تھا ۔ موصوف کا اشارہ اس اجتماع کی جانب تھا) ۔ اس تقریب میں عرب طلبا نے عربی ترانے پیش کیے ۔ اور پھر کشمیری رہنما جناب ڈاکٹر محمد ایوب ٹھاکر نے اُردو میں مقبوضہ کشمیر کے حالات اور وہاں تحریکِ اسلامی کی خدمات اور آزمائشیں بیان کیں ۔ راقم نے اس کا ترجمہ عربی میں مہمانوں کو سنایا اور اُن کو جماعتِ اسلامی کشمیر کی اہمیت بتائی ۔ نیز یہ بھی بتایا کہ اس وقت کشمیر کی آزادی کی زمام تحریکِ اسلامی کے ہاتھ میں ہے اور جس طرح فلسطین میں انتفاضہ برپا ہو چکا ہے، اس طرح کشمیر میں بھی انتفاضہ شروع ہو چکا ہے اور اس کی پشت پناہی کی ضرورت ہے ۔

بین الاقوامی سیمینار

۱۱ر نومبر ۱۹۸۹ء (بروز ہفتہ) الحمراء ہال میں اسلامی تحریکوں کا ایک روزہ بین الاقوامی

سیمینار منعقد کیا گیا اس کے دو اجلاس تھے ۔ صبح ۹ تا ۱ بجے تک اور شام ۵ بجے تا ۱۲ بجے رات تک ۔ پہلے اجلاس کا موضوع تھا: عہدِ حاضر کی اسلامی تحریکیں، ان کی کارکردگی اور کامیابیاں ۔ اس کی صدارت اخوان المسلمون کے نائب مُرشدِ عام استاذ مصطفیٰ مشہور نے کی اور مہمان خصوصی کے فرائض بحرین کی جمعیت اصلاح کے صدر شیخ عیسیٰ بن محمد آل خلیفہ نے سرانجام دیے ۔ دوسرے اجلاس کے صدر ترکی کے استاذ نجم الدین اربکان تھے اور مہمان خصوصی ڈاکٹر محمد صیام (فلسطین) اور موضوع مذاکرہ تھا، "موجود دور کے نمایاں اسلامی مسائل۔" افتتاحی خطاب امیرِ جماعتِ اسلامی پاکستان جناب قاضی حسین احمد نے کیا ۔ ان دونوں اجلاسوں کے اندر تمام تحریکوں نے شرکت کی ۔ اس سیمینار کی مکمل رپورٹ ہم اگلی قسط میں پیش کریں گے ۔

بیرونی مہمانوں نے جماعت کے اجتماع عام اور بین الاقوامی سیمینار کے پروگرام کو بے حد سراہا ۔ امارات کے احمد صالح اور بحرین کے شیخ عیسیٰ بن محمد آل خلیفہ نے کہا کہ ہم نے اپنی زندگی میں اسلام پسندوں کا اتنا بڑا اجتماع آج تک نہیں دیکھا ۔ راشد الغنوشی (تونس) نے کہا کہ جماعتِ اسلامی عالمِ اسلام کی سب سے بڑی تحریک ہے ۔ ہماری تحریک جماعتِ اسلامی کی شاگرد ہے ۔ ڈاکٹر محمد صیام (فلسطین) نے فرمایا کہ جب انتفاضہ کے کارکنوں کو یہ معلوم ہو گا کہ مینارِ پاکستان میں لاکھوں انسانوں نے ان کے حق میں نعرے لگائے ہیں اور ان کے لیے دعائیں کی ہیں تو ان کے حوصلے کتنے گنا بڑھ جائیں گے۔ محفوظ النحناح کا تأثر یہ تھا کہ اس اجتماع عظیم کے اندر مجھے بار بار مولانا مودودی رحمتہ اللہ علیہ یاد آتے رہے کہ یہ انسان کس قدر مخلص تھا کہ ایک مودودیؒ سے لاکھوں مودودی پیدا ہو گئے ہیں۔ الجزائر میں بھی ان کے چاہنے والے لاکھوں کی تعداد میں ہیں ۔

بعد میں ان حضرات نے اپنے خطوط کے ذریعے بھی کانفرنس کی کامیابی پر مبارک باد کے پیغام بھیجے ہیں ۔

مختصر رُودادِ اجتماعِ ارکان

قیمِ جماعتِ اسلامی پاکستان

پہلے سے طے شدہ مطبوعہ پروگرام کے مطابق اجتماعِ ارکان کا وقت ۸ نومبر کو رات کے کھانے اور عشاء کی نماز کے بعد ۱۰ بجے طے کیا گیا تھا۔ سٹیج سے بھی اس کا اعلان کر دیا گیا اور جائے اجتماع جماعتِ اسلامی ضلع لاہور کی قیام گاہ قرار پائی۔

قیم جماعت نے ارکان کے نام ایک مراسلے میں پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ جو ارکان جماعت کی پالیسی کے بارے میں یا کوئی اور سوال پوچھنا چاہیں یا مرکزی قیادت کا محاسبہ کرنا چاہیں وہ اپنے سوالات اور احتساب کے امور تحریری صورت میں قیم جماعت کے پاس ۱۵ اکتوبر تک پہنچا دیں۔ یہ سرکلر ایشیا، ترجمان القرآن اور جسارت میں بھی شائع کرا دیا گیا تھا۔

مرکز میں محترم امیرِ جماعت نے ایک کمیٹی مقرر کر دی تھی جسے اس سلسلے میں آمدہ تمام خطوط کا جائزہ لے کر سوالات اور احتساب کے ضمن میں موصول شدہ نکات کو مرتب کرنا تھا۔ کمیٹی نے طے کیا کہ ۲۰ اکتوبر تک موصول ہونے والے خطوط پر غور و خوض کر لیا جائے۔ اس کمیٹی نے ایسے سوالات کو جن کا تعلق مرکز یا مرکزی قیادت سے نہیں تھا اور ان خطوط کو جن میں مختلف تجاویز پیش کی گئی تھیں، چھانٹ کر الگ کر دیا۔ احتساب کے ضمن میں زیادہ تر عمومی نوعیت کے سوالات اٹھائے گئے تھے جبکہ چند ارکان نے مرکزی ذمہ داران میں سے بعض حضرات کا نام لے کر احتساب بھی بھیجا تھا۔ کمیٹی نے طے کیا کہ عمومی نوعیت کے سوالات کو عنوانات میں تقسیم کر دیا جائے اور محترم امیرِ جماعت یا امیرِ جماعت کے حکم سے نائب امراء ان کے جوابات دے دیں۔

جو احتساب ذاتی نوعیت کا تھا اس کا جواب متعلقہ ذمہ دار کی طرف سے خود دینے کا فیصلہ ہوا ۔ معلومات حاصل کرنے کے لئے جو سوالات پوچھے گئے تھے انہیں امیرِ جماعت، نائب اُمراء، قیمِ جماعت اور نائب قیم حافظ محمد ادریس صاحب کے درمیان تقسیم کر دیا گیا تھا کہ وہ ان کے جواب دیں ۔

اجتماعِ ارکان دس بجے شب تلاوتِ قرآن مجید سے شروع ہوا ۔ پہلے محترم قیمِ جماعت نے اجتماع کی کارروائی کو چلانے کے بارے میں طریقِ کار اور بعض دوسرے امور کی وضاحت کی اور کہا کہ اجتماعِ عام کے نہایت مصروف پروگرام میں اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ تمام ارکان ہر موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں ۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق موصول شدہ خطوط کی روشنی میں مرکزی ذمہ داران سوالات اور احتساب کا جواب دیں گے ۔ قیمِ جماعت نے ارکان سے اس بارے میں رائے بھی لی ۔ اجتماعِ ارکان نے اس طریقِ کار کے حق میں رائے دی ۔

قیمِ جماعت کی اس وضاحت کے بعد محترم امیرِ جماعت نے ابتدا میں مختصر خطاب کیا اور اجتماعِ ارکان کی دستوری اہمیت پر روشنی ڈالی ۔ اسی خطاب میں آپ نے جماعت کی پالیسی سے متعلق عمومی نوعیت کے سوالات و مسائل کا تذکرہ کیا اور ان کا جواب دیا ۔ آپ نے فرمایا کہ جو امور فقہی نوعیت کے ہیں ان کے بارے میں ایک کمیٹی مقرر کر دی جائے جو ان امور پر اپنی رائے پیش کرے ۔ امیرِ جماعت نے اسی اجلاس میں اس کمیٹی کا اعلان بھی کیا ۔ کمیٹی مندرجہ ذیل علماء پر مشتمل ہے ۔

۱ ۔ مولانا جان محمد عباسی صاحب نائب امیرِ جماعت و امیرِ جماعت اسلامی صوبہ سندھ ۔

۲ ۔ مولانا گوہر رحمان صاحب امیر جماعت اسلامی صوبہ سرحد

۳ ۔ مولانا عبدالحق بلوچ صاحب امیر جماعت اسلامی صوبہ بلوچستان

۴ ۔ مولانا ملک غلام علی صاحب سابق جج وفاقی شرعی عدالت و سابق معاون خصوصی مولانا مودودیؒ

۵ ۔ مولانا عبدالمالک صاحب صدر جمعیۃ اتحاد العلماء پاکستان منصورہ و شیخ الحدیث مرکزی علوم اسلامیہ منصورہ

۶ ۔ مولانا خلیل احمد حامدی صاحب ناظم شعبہ دارالعروبہ جماعتِ اسلامی پاکستان

کمیٹی کے اعلان اور منظوری کے بعد محترم امیر جماعت نے اپنے بارے میں موصول ہونے والے احتسابی سوالات کا جواب دیا ۔ نائب امرائے جماعت پروفیسر غفور احمد صاحب اور مولانا جان محمد عباسی صاحب نے بھی ذاتی محاسبے کے ضمن میں جواب دیے ۔ عام نوعیت کے سوالات کے

جوابات نائب امراء پروفیسر خورشید احمد صاحب، جناب خرم مراد صاحب، چوھدری رحمت الٰہی صاحب، قیمِ جماعت محمد اسلم سلیمی اور نائب قیم جماعت حافظ محمد ادریس صاحب نے دیے ۔

سوا بارہ بجے شب اجتماع کے آخر میں محترم امیرِ جماعت نے دعا کرائی ۔ جماعت کے فوت ہو جانے والے تمام ارکان و کارکنان اور دیگر مسلمانوں کی مغفرت کی دعا بھی کی گئی ۔

اختتامی خطاب

(خطبۂ جمعہ)

قاضی حسین احمد

امیر جماعتِ اسلامی پاکستان

حمد و ثنائ کے بعد!

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا، اسکا علم حاصل کرنا، قرآنِ کریم کو دعوت کا ذریعہ بنانا، اور اس سے دن رات کا تعلق، تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کا فرض ہے۔ دعوت الی اللہ کے لیے بھی یہ ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور احادیث کے ذریعے سے ہی ہم قرآن کو سمجھ سکتے ہیں۔

دوسری بات میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اخلاص کے بغیر آپ کی کوئی عبادت مقبول ہی نہیں ہو سکتی۔ جتنی عبادتیں بھی ہوں، آپ قربانی دیں، جان دیں، مال دیں، سب کچھ خرچ کر دیں۔ ان کا آخرت میں کوئی فائدہ آپ کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ خالص اللہ کے لیے نہ ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ تعلق بڑھانے کے لیے، اور اپنے تمام اعمال کو اللہ کے لیے خالص کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ وہ عبادات بھی کریں جو دوسرے لوگوں کو نظر نہیں آتیں۔ تہجد کی نماز ہے، تنہائی میں نوافل ہیں، روزہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے جو آپ کے دل کے اندر ہو۔ اپنی نیت کو ہر وقت صاف رکھیے، اللہ کی طرف متوجہ رکھیے۔ جماعت کا کوئی بھی کام کریں اقامتِ دین کی جدوجہد کریں، اس غرض کے لیے سفر کریں، جلسے میں جائیں، جلوس میں جائیں یہ سب کام کرتے ہوئے اللہ کی یاد ہمیشہ ساتھ ہو، اور ہر کام سے اللہ کے ساتھ تعلق بڑھائیے۔ اس کے نتیجہ میں اخلاص پیدا ہو گا، اور یاد رکھیے کہ اخلاص کے بغیر سارے اعمال اکارت ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیے کہ کامیابی تو اللہ کی نصرت اور اس کی تائید کے ذریعے ہی آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری آزمائش

کرتا ہے ، ہمیں پرکھتا ہے، اور دیکھتا ہے کہ ہم اس کے راستے میں کتنی محنت اور کتنی قربانی کرتے ہیں۔ اگر ہم یہ قربانیاں اخلاص کے ساتھ کریں، تو اللہ تعالیٰ تھوڑے عمل کو بھی قبول کر لیتا ہے۔ اور اگر ہم یہ قربانیاں کر رہے ہیں، مگر خالصتاً اللہ کے لیے نہیں ، تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اعمال کے اوپر چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہمارے تمام کام صرف اللہ کے لیے ہوں۔ صرف اس کی رضا کے لیے ہوں ۔

جو کام آپ لے کر اٹھے ہیں، یہ وہ کام ہے جو انبیاءِ کرامؑ نے کیا، جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، جو صحابہ کرامؓ نے کیا، اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی شخصیت میں ایک رنگ اور ایک وقار ہو۔ اس دعوت کا اور اس دعوت کی عزت کا یہ تقاضا ہے کہ آپ کی شخصی زندگی بھی باوقار ہو۔ ابھی ہم نے دیکھا کہ لوگ اٹھ اٹھ کر دیکھ رہے ہیں کہ فلاں آگیا ہے، فلاں آگیا ہے۔ اس اجتماع میں تین دن تقریریں سننے کے بعد، اور مدتیں تحریکِ اسلامی کے ساتھ گزارنے کے بعد، تحریکِ اسلامی کے کارکنوں پر یہ بات نہیں سجتی کہ اٹھ اٹھ کر یہ دیکھیں کہ فلاں آگیا ۔ اس دعوت کے مقابلے میں کسی کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ دعوت خود عزت ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے عزت والے ہیں۔ جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا، کہ عزت اللہ کے لیے ہے، اور اس کے رسولؐ کے لیے ہے، اور مومنوں کے لیے ہے۔

آج آپ کے معاشرے میں ظاہری زیب و زینت ، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو حاصل ہے۔ دنیاوی دبدبہ بھی ان کو حاصل ہے۔ میں اپنے غریب کارکنوں سے یہ گزارش کروں گا کہ جو دعوت انہوں نے قبول کی ہے وہ سب سے زیادہ معزز ہے، جو رسی انہوں نے تھامی ہے، وہ سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ اللہ کی طرف بلانے والے سے زیادہ عزت کسی کی نہیں ہے۔ لہٰذا اپنے وقار کا خیال رکھیں ۔ آپ ہی سے اس دعوت کا وقار وابستہ ہے۔

استقامت کے ساتھ اپنی دعوت کی طرف لوگوں کو بلائیں ۔ لوگوں کا احترام کریں، اور ان کے ساتھ محبت کریں، لیکن اپنے وقار میں کبھی کوئی کمی نہ آنے دیں ۔ آپ پر کبھی گھبراہٹ طاری نہ ہو، کبھی بھی جلد بازی میں کوئی کام نہ ہو، کبھی بھی جذبات سے مغلوب ہو کر آپ بے سوچی سمجھی حرکتیں نہ کرنے لگیں۔ آپ کی ہر حرکت ارادے سے ہو، ہاتھ پیر ہلانے سے پہلے قدم اٹھانے سے پہلے، آپ سوچیں کہ کیا ہمیں یہ حرکت کرنی چاہیے ۔ آپ کا ہاتھ اس وقت اٹھے، آپ کا قدم اس وقت بڑھے ، جب سوچ سمجھ کر فیصلہ کر چکیں کہ ایسا کرنا چاہیے ۔ جو بے سوچی سمجھی حرکتیں کرتا ہے، ارادے سے نہیں، اس کی شخصیت میں کبھی بھی وقار نہیں آسکتا ۔ نشست و برخاست ، اور

گفتگو کے آداب کو ملحوظ رکھیے ۔ ہر ایک سے محبت کے ساتھ پیش آیئے ۔ لوگوں کے ساتھ اچھی گفتگو کیجیے ۔ اللہ نے فرمایا ، کہ لوگوں کے ساتھ خوبصورت بات کیا کرو۔

پھر میں یہ گذارش کروں گا کہ اپنے نفس پر قابو پائیے ۔ نفس کی خواہشات ، لالچ ، خوف ، سستی ، کاہلی ، حُبِ دنیا پر قابو پائیے۔

میرے بھائیو ! میں نے سستی اور کاہلی کا بھی نام لیا ہے ۔ بعض اخلاق ایسے ہیں ، جو اخلاق حسنہ میں شامل ہیں ، اور ہم یہ بھول چکے ہیں کہ ان کا بھی دین میں کوئی مقام ہے ۔ سست اور کاہل آدمی کو متقی اور پرہیزگار نہ سمجھیئے ۔ تقویٰ کا یہ معیار نہیں ہے کہ ایک آدمی کاہل ہو ۔ حضرت عمرؓ نے ایک سست رو آدمی سے کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے ، کیا تم بیمار ہو کہ اس طرح مریل طریقے سے چلتے ہو ، اس نے کہا ، نہیں ، امیرالمؤمنین ، میں بیمار تو نہیں ہوں فرمایا ، سیدھے چلو ، اگر سیدھے نہیں چلو گے ، اور میں نے دوبارہ تمہیں اس حالت میں دیکھا ، تو کوڑے لگاؤں گا ۔ آپ نے تمام فوجیوں کو حکم دیا ، گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوں تو اچھل کر سوار ہوں ، اور چھلانگ لگاکر کود یں ۔ اس کاہلی اور سستی سے اللہ کے رسولؐ نے بھی پناہ مانگی ہے ۔

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ، فکرمندی سے اور غم سے ، اور تیری پناہ مانگتا ہوں لاچارگی سے اور سستی سے ، اور تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور کنجوسی سے ، اور تیری پناہ مانگتا ہوں قرض کے غلبے سے اور لوگوں کے رعب سے"۔

کسی مرد مومن کا ، کسی عزت والے آدمی کا ، یہ طریقہ نہیں کہ لوگوں کے رعب میں آئے ۔ اور یہ قرض ، اور یہ بخل ، اور یہ لالچ ، اور یہ بزدلی ، اور یہ وہم ، اور یہ غم حزن ، یہ تمام چیزیں آدمی کو لے بیٹھتی ہیں ۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام چیزوں سے پناہ مانگی ہے ۔

مومن کو مستعد ، چاک چوبند ہونا چاہیئے ۔ اللہ کے کام کے لیے ، اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اُسے ہر وقت کمربستہ اور ہر وقت تیار رہنا چاہیے ۔ جب اس کو پکارا جائے ، وہ فوراً اٹھے اور نکل پڑے ۔

میرے بھائیو اور بہنو! آپ سے عرض کروں کہ اصل جوہر ، جس پر دین کی ساری بنیاد ہے ، جس سے ساری تحریکیں چلتی ہیں اور جس سے جہاد کا کام ہوتا ہے ، جس سے انقلاب برپا ہوتے ہیں ، وہ اطاعت ہے ۔ اطاعت کا بڑا درجہ ہے ۔ حکم دینا آسان ہے ، حکم ماننا مشکل ہے ۔ ان لوگوں کا بڑا درجہ ہے جو گم نام اللہ کے دین کے لیے کام کرتے ہیں جن لوگوں کو کوئی مقام مل جاتا

ہے ، کوئی شہرت حاصل ہو جاتی ہے ، ان کے ساتھ تو نیّت میں آلائش کا خطرہ ہے ۔ لیکن جو صرف اطاعت کرتے ہیں ، ان کا بہت بڑا مقام ہے ۔ اور جس ذات کے لیے وہ اطاعت کر رہے ہیں وہ ذات ہر چیز کو دیکھتی ہے ۔ نیتوں سے بھی باخبر ہے ۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں رہ سکتی ۔ اگر آپ اس کے لیے کچھ کام کریں گے ، تو اس کا پورا پورا اجر آپ کو ادا کیا جائے گا ۔ اگر آپ کوئی عمل نہیں کریں گے تو کبھی بھی وہ آپ کو معاف نہیں کرے گا ۔ آپ اس کے لیے ایک قدم اٹھائیں گے ، وہ دس قدم آپ کی طرف آئے گا ۔ آپ اللہ کی خاطر جو مد جو عمل کریں گے وہ کبھی بھی رائیگاں نہیں جا سکتا ۔ بس آپ اس کا اجر دنیا میں طلب نہ کریں ، دنیا میں اس کے بدلے کوئی چیز لینے کا ارادہ نہ کریں ۔ اللہ آپ کو اس کا پورا پورا اجر دے گا ۔ یہ دنیا کی زندگی تو امتحان کی زندگی ہے ۔ یہ اصل زندگی نہیں ہے ، اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے ۔

میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بعض صفات وہ ہیں جو آپ سب لوگوں کو معلوم ہیں ۔ کچھ ایسی بھی ہیں جن کی ہمارے معاشرے میں اور ہمارے رواج میں کوئی اہمیت باقی نہیں رہی ہے ۔ لیکن دین میں ان کی بڑی اہمیت ہے ۔ ہمارے پاکستانی معاشرے میں نظافت اور صفائی کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ کسی کو خیال بھی نہیں آتا کہ صفائی بھی دین کا کوئی حکم ہے ۔

میں آپ کو کوئی اٹھارہ سال پہلے کی بات بتاؤں ۔ حج کے موقع پر میں حرم میں بیٹھا ہوا تھا ۔ مجھ سے شام کے ایک نوجوان حاجی نے کہا ، پہلے ہمارا خیال تھا کہ امریکہ کے لوگ دین سے بہت بے خبر ہیں ، لیکن یہاں پر آنے کے بعد ہم نے مختلف لوگوں کو دیکھا ، ہمیں یہ محسوس ہوا کہ ہندو پاک کے جو لوگ ہیں وہ دین سے بہت بے خبر ہیں ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آپ کو کون سی چیز بے خبری کی نظر آئی ۔ اسی وقت ایک پاکستانی تھوک رہا تھا ۔ اس نے حرم کی ریت کو ادھر ادھر کیا ، تھوکا ، پھر ریت اس کے اوپر کر دی ۔ تو شامی نے کہا ، یہ دیکھئے ۔

یہ اس لیے ہے کہ ہمارے ذہن میں صفائی دین کا حصہ نہیں ہے ۔ حرم سے باہر ، حرم کی دیواروں کے ساتھ پیشاب کے لیے بیٹھ جاتے تھے ، پیشاب کے لیے جگہیں بنی ہوئی ہیں ، لیکن متعین مقامات پر جانے کی تکلیف ہی نہیں کرتے تھے ۔ جہاں بھی کوئی حاجت ہوئی اسی جگہ پر ہی بیٹھ گئے ۔ اور کوئی خیال نہیں کہ ہم دین کی کوئی خلاف ورزی کر رہے ہیں ۔

یہ دین سے بے خبری کا نتیجہ ہے ۔ لوگوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے ، خود بھی آگے بڑھیے ، اس کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے ۔ دین سلیقہ سکھاتا ہے ، زندگی کے آداب سکھاتا ہے ، شائستگی سکھاتا ہے ۔ آپ کے دیہاتوں میں حالت یہ ہے کہ آپ کی گلیوں میں گھروں کے

سامنے گندگی کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں ۔ اپنے صحن تو صاف کر دیتے ہیں ، لیکن اپنا تمام کوڑا اور گندگی اٹھا کر اپنی ہی گلی کے اندر پھینک دیتے ہیں ۔ جہاں سارے لوگ چلتے پھرتے ہیں ۔ اپنی گلیوں کو کشادہ رکھنے کے بجائے انہیں تنگ کر دینا ہی ہم کمال سمجھتے ہیں ۔ ہم اپنے گھر صاف کر لیں ، لیکن گلی کی صفائی تو پورے معاشرے کا کام ہے ۔ ہم اگر شائستگی سے رہیں ، سب لوگوں کو سہولتیں مہیا کریں ، سب لوگ خوبصورت طریقے سے رہیں ، تو اس میں خیر ہے ۔ یہ دین کی بات ہے ۔ اب یہاں پر آپ سب اکٹھے تھے ۔ آپ سے ہم نے یہ گزارش بھی کی کہ صفائی کا خاص خیال رکھیں ۔ لیکن میں صبح اس چمن میں سے گزر رہا تھا آپ کی پھینکی ہوئی گنڈیریاں اور مختلف چیزیں جگہ جگہ پڑی تھیں ۔ دوسرے لوگوں کے اٹھانے کے بجائے آپ خود ان چیزوں کو متعین جگہ پر کیوں نہیں پھینکتے ۔

اسی طرح دیکھیے ، آپ جب نماز پڑھنے کے لیے آتے ہیں ، آپ کو خاص تاکید کی جاتی ہے کہ صف بنانا بھی اقامت صلوٰۃ کا ایک حصہ ہے ۔ جو آتا ہے وہ جدھر منہ اٹھتا ہے ، اسی طرح رخ کیے قطار میں کھڑا ہو جاتا ہے ۔ ہمارے اپنے لوگ ، جب بہت زیادہ بھیڑ ہوتی ہے ، تو ایک دوسرے کے اوپر گرتے پڑتے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نظم و ضبط اور ڈسپلن کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی ۔

یہ اخلاق ہمیں لوگوں کو سکھانے ہیں ، خود بھی سیکھنے ہیں ، نظافت ، صفائی ، ڈسپلن ، نظم و نسق ۔ اسلام اس کے بغیر غالب نہیں ہو سکتا ۔ آپ کا فرض ہے کہ آپ شائستگی اور آداب خود سیکھیں اور ایک دوسرے کو سکھائیں ۔ دین تو اسی لیے آیا ہے کہ ہمیں یہ آداب اور سلیقہ سکھائے ۔ آپ کے بچے بھی ان باتوں کو دیکھ کر ایک خاص رنگ پکڑتے ہیں ، آپ کے گھر کے لوگ بھی آپ کی نشست و برخاست کو ، آپ کی گفتگو کو ، آپ کے انداز کو ، آپ جو کچھ کھلے اور چھپے کرتے ہیں اس کو دیکھ کر اسی سانچہ میں ڈھل جاتے ہیں ۔

میرے عزیز بھائیو اور بہنو ! میں آپ کو وہ ضروری کام بتاتا ہوں جس کی وقتاً فوقتاً سرکلر کے ذریعے سے ہم آپ کو تلقین کرتے ہے ۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ کارکن کے کرنے کا کیا کام ہے ۔ کل میں نے آپ سے پوچھا ، اور آپ سب نے وعدہ کیا کہ ہم یہ سارے کام کریں گے ، ہر ایک آدمی پوچھتا ہے کہ وہ متعین کام بتائیے ۔ یہ متعین کام کرنے کے لیے ہم نے وقتاً فوقتاً جو منصوبے بنائے ہیں میں آپ کے سامنے ان کا خلاصہ بیان کرتا ہوں ۔

ہم نے آپ کو یہ ہدایت بھیجی کہ آپ اپنے گھروں اور اہلِ خانہ کی طرف توجہ دیں ، ان کی

اصلاح کے لیے اہل خانہ کے اجتماعات منعقد کریں ۔ یعنی ہفتے میں جتنے بھی آپ کے خاندان کے اور آپ کے گھروں کے افراد ہیں ، ایک دن اکٹھے ہو جائیں ۔ یہ بہت اچھا اور پاکیزہ طریقہ ہے ۔ گھر کے لوگوں میں ایک بے تکلفی بھی پیدا ہو جاتی ہے ۔ ان کی آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے ، اللہ اور اس کے رسولؐ کا ذکر بھی ہوتا ہے ۔ کسی بچّے سے آپ ایک حدیث سن لیں ، کسی سے کچھ کتاب پڑھوالیں ، اور کسی سے قرآنِ پاک کی کچھ آیات سن لیں ، کچھ آپ خود ان کو سنائیں ۔ کم از کم اگر ہفتے میں ایک دن، کسی وقت بھی ، آپ اکٹھے ہو جائیں تو یہ اہلِ خانہ کی تربیت کا ایک مسلسل کام ہے ۔ کچھ لوگ سارا دن اپنے بچّوں کے ساتھ محنت کرتے ہیں ، کچھ نہ کچھ ان کو سکھاتے ہی رہتے ہیں ۔ یہ بھی ضروری ہے ، لیکن ہفتے میں ایک دن کچھ وقت اس کام کے لیے متعین کر لیں ۔

یہ پہلا کام ہے ۔ آپ جس گھر میں یہ شروع کریں گے ، وہ گھر مثالی گھر بن جائے گا ۔ اس سے روشنی پھیلے گی ، دوسرے پاس والے گھر اس سے یہ طریقہ سیکھیں گے ، یوں ایک تحریک بن جائے گی اور یہ روشنی پھیل جائے گی ۔

آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے بہت سارے کارکن ساری عمر تحریک میں گزار دیتے ہیں ، بوڑھے ہو جاتے ہیں ، پھر جب وہ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو اپنے گھر میں دیکھتے ہیں کہ ان کی دعوت کو اٹھانے والا کوئی نہیں ہے ۔ وہ اپنے ماحول اور اپنے گھر میں خود اجنبی ہو جاتے ہیں ۔ اگر آپ اپنے بچّوں پر ابتدا سے یہ محنت کریں ، تو آپ کے بچّے بھی آہستہ آہستہ آپ کے ساتھ اسی دعوت کے کام میں لگ جائیں گے ۔

اس کے بعد تبلیغی کام ہے ۔ ہر کارکن ہفتے میں کم از کم ایک دن ہی ایک کارکن کو ساتھ ملا کر ، تبلیغی وفد بنا کر لازماً دعوت اور تبلیغ کا کام کرے ۔ اگر آپ اکیلے ہیں ، تو دو چار آدمیوں کو ساتھ ملائیں ، حلقہ قائم کر لیں ، ہفتے میں اجتماع کریں ، اجتماع کے بعد دعوت و تبلیغ کے لیے چلے جائیں ۔ چار چھ مقامات پر جائیں ، لوگوں کے ساتھ بیٹھیں ، ان کو دین کی طرف بلائیں ۔ اللہ کی طرف بلائیں ، جو باتیں یہاں سیکھی ہیں ، آپ نے ان باتوں میں سے کچھ نوکِ زبان کر لیں ۔ خاص طور پر یہ کہ اقامتِ دین فرض ہے ، اور اقامتِ دین کا کام کرنا جہاد ہے ، اور جہاد اکیلے نہیں ہو سکتا ، جماعت ہی کے ساتھ ہو سکتا ہے ۔ لہٰذا آپ جماعت کے ساتھ مل جائیں ، تاکہ ہم مل جل کر اقامتِ دین کے لیے کام کریں ۔

پھر ہر کارکن کم از کم تین افراد کو مستقل اپنے زیرِ تربیت رکھے ۔ ان کو اجتماعات اور تحریک کے مختلف پروگراموں میں شریک کرے ، لٹریچر کا مطالعہ کرائے ، اور رکارکن کے مرحلے پر

لائے ۔ ان کے ساتھ مسلسل تعلق رکھیں اور ان کو تحریکِ اسلامی اور دعوتِ دین کے کاموں میں آگے بڑھاتے رہیں ۔

اگلی بات یہ ہے کہ ہر کارکن اپنی آمدنی کا متعین حصہ تحریک کے لیے وقف کرے ۔ یہ مالی ایثار تحریک کی جان ہے ۔ قرآنِ کریم میں جہاد کا ذکر آیا ہے ، بعض مقامات پر انفسکم پہلے آیا ہے، بعض مقامات پر اموالکم پہلے آیا ہے ۔ یہ مال بہت زیادہ محبوب اور عزیز چیز ہے ۔

ہمارے معاشرے میں خاص طور پر یہ کمزوری ہے ، مال کے ساتھ بہت زیادہ محبت ہے ۔ اس کمزوری پر قابو پانے کا طریقہ صرف جہاد فی سبیل اللہ ہے ۔ مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھانے کا بڑا مؤثر ذریعہ ہے ۔

میرے بھائیو اور بہنو ! یہ تجربہ کریں کہ ذرا آپ آگے بڑھیں ، قربانی دیں ، تو دوسرے لوگ بھی آپ سے آگے بڑھیں گے ۔ ہم نے اس اجتماع کے لیے جو بجٹ بنایا تھا ، اور اس کے لیے جو کوپن جاری کیے تھے ، عام لوگوں نے اس میں بہت دل کھول کر تعاون کیا ۔ لوگ تو بہت کچھ خرچ کرتے ہیں ، شادیوں میں خرچ کرتے ہیں ، گھروں کی زینت اور آرائش پر خرچ کرتے ہیں ، سگریٹ پیتے ہیں ، اور پیسہ دھواں بنا کر پھونک دیتے ہیں ۔ پیسے کا بھی نقصان کرتے ہیں اور اپنی جان کا بھی ۔ یہ خود ان کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان کا پیسہ دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکالیں ۔ جتنا زیادہ نکالیں گے ، اتنی زیادہ برکت ہوگی ، تحریک پھیلے گی ، جہاد کا کام بڑھے گا ، لوگوں کا جذبہ بڑھے گا ۔ ان کو خود بھی آپ دین کے لیے نکالیں ، ان کا پیسہ نکالیں ۔ اس سے لوگوں کی اصلاح ہوگی ، آپ کا تعلق دین سے اور اللہ سے بڑھے گا ۔ مالی ایثار کے بغیر کوئی بھی تحریک کامیابی تک نہیں پہنچ سکتی ۔ آپ اس توقع پر ہرگز نہ رہیں کہ باہر سے کوئی آئے گا ، اور آپ کی مدد کرے گا ۔ آپ کی مدد کرنے والا صرف اللہ ہے اور اللہ کے بندے ۔

اپنی کتابوں کو پھیلانے کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کریں ۔ آپ اگر یہ کتابیں پڑھتے رہیں گے تو ان کے مضامین تازہ ہوتے رہیں گے ۔ اس طرح آپ کی زبان میں بھی روانی آئے گی ، آپ کو خود دعوت کا علم بھی ہوگا ، لوگوں سے آپ کچھ کہہ بھی سکیں گے ۔ آپ کتابیں پڑھیں ، ان کے مضامین ذہن میں بٹھائیں ، تاکہ آپ میں بات کرنے کی صلاحیت پیدا ہو ۔ ایسا نہ ہو کہ گفتگو میں کوئی آپ سے کچھ پوچھے ، تو آپ کہیں کہ میں آپ کو کتاب لا کر دوں گا ۔ کتاب بھی لا کر دیں ، لیکن جتنا موقع زبانی بات کرنے کا ہے ، وہ بھی استعمال کریں ۔ ممکن ہے کہ کتاب وہ نہ پڑھے ، یا آپ لا کر نہ دے سکیں ۔ یہ زبان تو ہر وقت آپ کے پاس ہے ۔

مساجد اور دینی مدارس میں خصوصی دلچسپی لیں ۔ روایتی دینی ادارے قائم کریں ۔ یاد رکھیئے ، علماء کرام کا احترام ہمارے اوپر فرض ہے ۔ وہ جس طبقے سے بھی ہوں ، سب کا احترام کریں ۔ سب کے پاس جائیں اور ہر مسجد میں نماز پڑھیں ۔ ایسا کبھی نہ کریں کہ یہ فلاں کی مسجد ہے اور یہ فلاں کی ۔ جو مسجد آپ کے قریب ہو ، اس میں نماز باجماعت ادا کریں ۔

ہم کسی فرقے سے تعلق نہیں رکھتے ، ہم مسلمان ہیں ، امتِ مسلمہ ہیں ، اللہ نے ہمارا نام مسلمان رکھا ہے ۔ اسی نام پر فخر کریں اور اسی کے ساتھ اپنا تعلق قائم رکھیں ۔ سب لوگوں کے اپنے اپنے فقہی مسالک ہیں ، جماعتِ اسلامی کوئی فقہی مسلک نہیں ہے ، نہ مولانا مودودیؒ نے فقہی مسائل کا کوئی مذہب بنایا ۔ اور نہ ہم ان کی تمام آراء کو قبول کر کے اس جماعت میں شامل ہوئے ہیں ۔ ہم اس جماعت میں اقامتِ دین کی جدوجہد کے لیے شامل ہوئے ہیں ۔ ہم سب اپنے اپنے فقہی مسالک رکھتے ہوئے بھی ایک جماعت ہیں ۔ ہم مسائل پر اختلاف کی بنا پر مساجد الگ الگ نہیں کرتے ۔ مسائل پر اختلاف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان بھی موجود تھا ، لیکن وہ ایک جماعت تھے ، اور انہوں نے کبھی بھی الگ الگ مسجدیں نہیں بنائی تھیں ۔ آپ بھی ہر امام کے پیچھے نماز پڑھیں ، ہر مسجد میں جائیں ، اور سارے علماء کا احترام کریں ، خواہ کسی مکتبِ فکر سے اس کا تعلق ہو ، آخر میں رسول اکرمؐ کی اس حدیث پر اپنی گفتگو ختم کرتا ہوں ۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ۔

میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے ۔

* کھلے اور چھپے میں اللہ سے ڈرو ۔
* غصے کی حالت ہو یا رضامندی کی حالت ہر حالت میں عدل و انصاف کی بات کرو ۔
* اور جو مجھ سے کٹے ، میں اس سے جڑوں ۔ اور جو مجھ پر ظلم کرے ، میں اس کو معاف کروں ۔
* اور جو مجھ کو محروم کرے ، میں اس کو دوں ۔
* اور یہ کہ میری خاموشی فکر و تفکر کی خاموشی ہو ۔
* اور جب بات کروں تو اللہ کو یاد کروں ۔
* اور میری نظر عبرت کی ہو ۔

پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
میرے رب نے مجھے نو باتیں سکھانے کے بعد ، مجھے اس بات کا حکم دیا ۔ کہ میں معروف کا حکم

دوں اور منکر سے روکوں ۔

دراصل یہی کام ہے آپ کا ، یعنی معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا ۔ لیکن اس اصل کام کو ادا کرنے کے لیے رسولؐ اللہ کے ارشاد کے مطابق ، آپ کا رب چاہتا ہے کہ آپ کو ان نو باتوں کا جو حکم دیا ہے اس پر عمل پیرا ہوں ۔

محترم امیرِ جماعت نے اپنے خطاب کے بعد خطبہ جمعہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی اس کے بعد انہوں نے اختتامی دعا کرائی ۔

دعا

برادرانِ اسلام اس اجتماع میں یہ ہماری آخری دعا ہے ۔ اس کے بعد ہم رخصت ہو رہے ہیں ۔ دعا کیجیے کہ جس مقصد کے لیے یہ اجتماع منعقد کیا گیا تھا ، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا کر دے ۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے ، کہ اس کام کا حق ادا کریں جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال کو اس کے مطابق بنا دے جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہماری اولاد کی اصلاح کرے ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں ہمت دے ، حوصلہ دے ، توفیق دے ، جرأت دے ۔ اور یہ طاقت دے کہ ہم اس کے دشمنوں کے مقابلے میں صف بنا کر داخلی اور خارجی دشمنوں کے مقابلے میں جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کریں ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کو اپنی آزادی کی جدوجہد میں کامیابی دے ۔ فلسطین کے مسلمانوں کو اپنی آزادی کی جدوجہد میں کامیابی دے ۔ افغانستان میں ایک حقیقی اسلامی حکومت کے قیام میں مجاہدین کو کامیاب کرے اور وسط ایشیا کے مسلمانوں کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ روس کے پنجہ استبداد سے ان کو رہائی دے ۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے دعا کریں ۔ بلغاریہ ، البانیہ اور قبرص کے مسلمانوں کے لیے دعا کریں کہ اے اللہ ! انہیں دشمنوں کے غلبے سے نجات دلا دے ۔ دنیا بھر کے ان مسلمانوں کے لیے دعا کریں جو اس وقت آزادی کی جدوجہد کر رہے ہیں ۔ تمام عالم میں اسلام کے غلبے کے لیے دعا کریں ۔ کہ اللہ تعالیٰ پورے عالم میں ، پورے جہاں میں پھر سے اس دین کو سربلند کرے ۔ مسلمانوں کو اس قابل بنا دے کہ وہ دنیا کی اقوام کی امامت کر سکیں اور ان کے اندر وہ صفات پیدا کر دے ۔ اے پروردگار ! اے اللہ ! جو صفات دنیا کی امامت کے لیے ضروری ہیں وہ صلاحیت ان کے اندر پیدا کر دے ۔ ان کے اندر صداقت کی صفت ڈال دے ۔ ان کے اندر عدالت کی صفت ڈال دے ۔ ان کے اندر شجاعت کی صفت پیدا کر دے ، تاکہ وہ دنیا

بھر کی اقوام کی امامت کر سکیں اور تیرے دین کی سربلندی کے لیے کام کر سکیں ۔

تمام بھائیوں کی حاجات ضروریات کے لیے دعا کریں ۔ اللہ تعالیٰ مریضوں کو شفا دے ۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کی حاجات ضروریات کو پورا کر دے ۔ غربت اور افلاس دور کر دے ۔ جس کے اوپر قرضہ ہو ، اس کو قرضے سے نجات ملے ۔ اور جس کی کوئی پریشانی ہو ۔ اس کو اپنی گھریلو پریشانیوں سے نجات ملے ۔ اے اللہ ! لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دے ۔ لوگوں کو شیر و شکر کر دے ۔ اے اللہ ! پوری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں محبت ڈال دے ۔ لوگوں کو شیر و شکر کر دے ۔ اے اللہ ! اس اسلامی جماعت کی تمام لوگوں کے دلوں میں محبت ڈال دے ۔ اور اس کو اس کام پر ، اس مقصد کے لیے جس کے لیے یہ پچاس سال سے ثابت قدمی سے گامزن ہے ۔ اسی نصب العین اور اسی مقصد کی خاطر اسی طریقہ کار کو جو رسولؐ کا طریقہ تھا اسی طریقے پر ہم سب کو کاربند کر دے ۔

میرے بھائیو ! میں تو بہت ہی عاجز اور گناہ گار ہوں ۔ میری کمزوریوں اور غلطیوں کا مجھے خود علم ہے ۔ میرے لیے دعا کریں کہ ذمہ داری کا اتنا بڑا بوجھ جو آپ کی طرف سے مجھ پر ڈالا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ مجھے اس کو اٹھانے کی توفیق دے ۔ میں آپ کے لیے دعا کروں گا ۔ آپ مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں ۔ اور آپس میں محبت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے باہمی سارے تنازعات دور کر دے ۔ کسی چھوٹے سے چھوٹے مقام پر بھی اور تحریکِ اسلامی کے کارکنوں کا معمولی تنازعہ بھی باقی نہ رہے ۔ ہمیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دے ۔ ہماری صف کو مضبوط بنا دے ۔ اور ہمیں کافروں کے مقابلے میں ناقابلِ شکست بنا دے ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ برحمتک یا ارحم الراحمین

اجتماعِ عام میں منظور کی جانے والی قرار دادیں

امن و امان

مرکزی حکومت کے امن قائم کرنے کے تمام دعوؤں کے باوجود آج ملک بالخصوص سندھ شدید ترین بدامنی ، قتل و غارت گری اور عدمِ تحفّظ کا شکار ہے ۔ اب تو حد یہ ہے کہ کوئی ایک اکیلا شخص ہی نہیں بلکہ مسافروں سے بھری ہوئی بسیں شاہراہوں سے اغوا کرلی جاتی ہیں ، ٹرینوں پر منظم حملے کیے جاتے ہیں ، بنک لوٹنا ایک معمول بن چکا ہے ۔ اگر تھانوں میں مظلوم اور بے کس عوام پر تشدّد کیا جائے ، خواتین کی بے حرمتی ہو اور امن و امان قائم کرنے پر مامور سرکاری عملہ خود بھی کہیں ڈاکے ڈالتے ہوئے پکڑا جائے تو پھر عوام کی جان و مال ، عزت اور آبرو کیسے محفوظ رہ سکتی ہے ۔

حکمران خود تو اپنی حفاظت کے معاملہ میں بڑے محتاط بھی ہیں اور حساس بھی لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے شہریوں کو لٹیروں اور ڈکیتوں کی تحویل میں دے دیا ہے۔

ان حالات میں جماعتِ اسلامی پاکستان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والا یہ عظیم الشان جلسہ عام حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ملک میں امن و امان قائم کرنے اور شہریوں کو تحفّظ فراہم کرنے کی اپنی اولین اور بنیادی ذمہ داری پوری کرے ۔ بد عنوان عناصر کی سرپرستی فوری طور پر بند کی جائے اور پولیس میں جرائم پیشہ افراد کی بھرتی کے احکام منسوخ کر کے آئندہ اچھی شہرت اور دیانت کے حامل افراد کو بھرتی کرے ۔

جلسہ عام واضح کرتا ہے کہ اگر کوئی حکومت امن وامان کے قیام میں بری طرح ناکام ثابت ہو جائے تو پھر اسے عوام کی گردنوں پر مسلط رہنے اور مظلوم شہریوں سے ٹیکس وصول کرنے کا حق حاصل نہیں رہتا۔ اس لیے حکومت عوام سے کھوکھلے وعدے کرنے، اپوزیشن سے محاذ آرائی کرنے اور سیاسی مخالفین سے انتقام لینے کی بجائے سنجیدگی کے ساتھ امن و امان کی بحالی کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول کرے اور تمام شہریوں کو بلاامتیاز تحفظ فراہم کرنے کی اپنی ذمہ داری پوری کرے۔

گرانی اور بے روزگاری کے بارے میں

جماعتِ اسلامی کا یہ کُل پاکستان جلسہ عام ملک کی تیزی سے بگڑتی ہوئی معاشی صورتِ حال پر شدید اضطراب کا اظہار کرتا ہے۔ امن و امان کی بگڑتی ہوئی حالت نے پہلے ہی معیشت کا حلیہ بگاڑ دیا تھا لیکن موجودہ حکومت کی گیارہ مہینے کی پالیسیوں نے بے یقینی کو اور بڑھا دیا ہے۔ بچت اور سرمایہ کاری میں کمی ہو رہی ہے اور سرمایہ تیزی سے ملک سے باہر جا رہا ہے۔ بے روزگاری روزافزوں ہے، اور روزگار کے جو مواقع باقی رہ گئے ہیں ان کو غاصبانہ انداز میں پیپلز پارٹی کے کارکنوں کو نوازنے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ صلاحیت، کارکردگی اور قانون کی پابندی کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ اشیائے ضرورت کی قلت پیدا ہو رہی ہے اور گرانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ مکان، ریل اور جہاز کے کرائے اور آٹا، چینی، گیس اور بجلی کے نرخ میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ہر چیز مہنگی ہو رہی ہے۔ پاکستان کے روپے کی قیمت برابر کم ہو رہی ہے اور نومبر ۱۹۸۸ء کے مقابلے میں اس وقت روپے کی بین الاقوامی حیثیت پندرہ فیصد سے بھی زیادہ گر چکی ہے۔ معاشی طور پر یہ سال ایک تاریک سال رہا ہے اور حکومت معاشی پالیسیوں میں کوئی بنیادی تبدیلی لانے کی کسی اہلیت کا ثبوت نہیں دے سکی ہے اور خدشہ ہے کہ حکومت کی نااہلی، بدعنوانی اور سیاسی جانبداری ملک کی معیشت کو مکمل طور پر دیوالیہ کر کے رکھ دے گی۔ جس کے سیاسی اثرات بڑے تباہ کن ہو سکتے ہیں۔ بیرونی قرضوں پر انحصار پہلے ہی کوئی کم نہ تھا مگر اب تو معلوم ہوتا ہے کہ معیشت کی باگ ڈور آئی ایم ایف، ورلڈ بنک اور عالمی یہودی بنکاروں کے ہاتھ میں ہے جو جس طرح چاہتے ہیں ہماری معاشی قسمت سے کھیل رہے ہیں۔ حکومت کی معاشی پالیسی کی ناکامی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

ان حالات کو صرف اسلام کے اصولوں پر مبنی بنیادی معاشی اصلاحات سے تبدیل کیا جا سکتا

ہے ، جو موجودہ حکومت کے ہاتھوں ممکن نظر نہیں آتا ۔ وقت کی اہم ترین ضرورت بنیادی طور پر نئی معاشی حکمتِ عملی ہے جو اسلامی قیادت ہی کے ذریعے ممکن ہے ۔

ذرائع ابلاغ

موجودہ حکومت نے برسراقتدار آتے ہی یہ عوامی وعدہ کیا تھا کہ پریس ٹرسٹ جلد توڑ دیا جائے گا۔ ریڈیو اور ٹی وی کو سرکاری مداخلت سے آزاد کر دیا جائے گا اور اپوزیشن کو مناسب کوریج دی جائے گی ۔

لیکن اپنی سابقہ روش کے مطابق گزشتہ گیارہ مہینوں میں اس کا عمل ان وعدوں کے بالکل برعکس رہا ہے ۔ ٹرسٹ کے اخبارات جو قوم کی امانت ہیں عملاً حکمران پارٹی کے گزٹ بن چکے ہیں۔ ریڈیو ، ٹی وی کو جھوٹ گھڑنے اور پھیلانے کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے ۔ یہ رات دن حکمرانوں کی شان میں قصیدے پڑھنے اور اپوزیشن کی کردار کشی میں مصروف ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ریڈیو اور بالخصوص ٹی وی کو فحاشی و عریانی کے فروغ کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے ۔ ان کے مخرب اخلاق پروگرام جنسی بے راہ روی پھیلانے کی منظم سازش کی ایک کڑی ہیں۔ غریب عوام کو مزید لوٹنے کے لیے ریڈیو ، ٹی وی کو جوئے اور لاٹری کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے ۔ یہ پوری قوم کے ساتھ ایک کھلی دشمنی ہے ۔

اس لیے جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ ملک گیر جلسۂ عام مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت ذرائع ابلاغ کے ان اداروں کو جو اس کے ہاتھوں میں قوم کی امانت ہیں خود قوم کے مفاد کے خلاف استعمال کرنے سے اجتناب کرے ۔ ریڈیو اور ٹی وی سے فحش پروگرام بند کرے اور اپوزیشن کی کردار کشی کی پالیسی ترک کرے۔ اور ان ذرائع ابلاغ کو اپنے پارٹی مفادات کے بجائے قوم کی ضروریات اور امنگوں کے مطابق چلائے ۔

کسانوں کے مسائل

پاکستان کی معیشت کا انحصار بنیادی طور پر زراعت پر ہے جو کاشتکار کی دن رات کی محنت کی رہین منت ہے لیکن بد قسمتی سے کاشتکار کو اپنی محنت کا پورا صلہ نہیں ملتا ۔ موجودہ حکومت نے بھی اس کی حالت بہتر بنانے کے لیے ابھی تک کچھ نہیں کیا بلکہ اس حکومت کی غلط پالیسیوں کی بنا پر وہ پہلے سے زیادہ مشکل میں گرفتار ہو گیا ہے ۔ آج اسے یوریا کھاد بلیک میں ۱۶۰ روپے تک فی بوری

خریدنی پڑتی ہے اور وہ بھی آسانی سے نہیں ملتی ۔ بجلی کا زرعی نرخ گزشتہ تین سال کے عرصہ میں ۶۰ روپے سے ۱۰۹ روپے فی ہارس پاور ہو گیا ہے ۔ جس نے آبپاشی کے لیے زیرِ زمین پانی کے استعمال کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے ۔ زرعی آلات اور ٹریکٹر انتہائی مہنگے ہو گئے ہیں ۔ اسی طرح کیڑے مار ادویہ بھی بے حد مہنگی ہو چکی ہیں ۔ لیکن اس کی پیداوار حکومت مختلف طریقوں سے اسے کنٹرول اور مجبور کر کے سستے داموں خرید لیتی ہے اور خود اسے برآمد کر کے بے تحاشا نفع کماتی ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسان بدحال ہو رہا ہے ۔ ہماری معیشت تباہ ہو رہی ہے ۔ دیہاتی آبادی شہروں کا رخ کر رہی ہے اور شہر لاینحل مسائل میں الجھتے جا رہے ہیں۔

لہٰذا جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ جلسہ عام حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ:

۱ ۔ کاشتکار کا استحصال ختم کیا جائے ۔

۲ ۔ کاشت کی ضروریات بیج ، کھاد ، آلاتِ زراعت اور بجلی و ڈیزل اسے منصفانہ قیمتوں پر مہیا کیا جائے ۔ بیج اور کھاد وقت پر اور سہولت سے فراہم کرنے کا انتظام کیا جائے ۔

۳ ۔ چھوٹے کاشت کاروں کو زرعی ترقی کے لیے بلاسود قرضے دیئے جائیں ۔

۴ ۔ چھوٹے باران ڈیم بنا کر اور دیگر طریقوں سے ذرائع آبپاشی کو بڑھایا جائے ۔

۵ ۔ دیہاتوں میں گھریلو صنعتوں اور زراعت پر مبنی صنعتوں کو فروغ دیا جائے اور اس مقصد کے لیے حکومت کی طرف سے امداد دی جائے تاکہ کسان اور دیہی آبادی کی آمدنی میں اضافہ ہو اور بے روزگاری ختم ہو سکے ۔

۶ ۔ دوسرے ممالک سے انتہائی مہنگے داموں غلہ درآمد کرنے کی بجائے اپنے کسان کی ایسی حوصلہ افزائی کی جائے کہ ملک نہ صرف خوراک میں خود کفیل ہو بلکہ وہ غلہ برآمد کرنے کے قابل ہو جائے۔

مزدوروں کے بارے میں

مزدوروں سے جو زیادتیاں اور ناانصافیاں روا رکھی جا رہی ہیں ، جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ ملک گیر جلسہ عام ان پر تشویش کا اظہار کرتا ہے ۔ ملک کی موجود وفاقی حکومت نے اپنے منشور اور سارے دعوؤں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے ایک سالہ اقتدار میں مزدوروں اور غریبوں کا مداوا کرنے اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے بجائے زخموں پر نمک پاشی کی ہے ۔ حتیٰ کہ آج تک لیبر پالیسی کا اعلان بھی نہیں کیا گیا ۔ لہٰذا یہ جلسہ عام مطالبہ کرتا ہے:

کہ وفاقی حکومت فوری طور پر اپنی لیبر پالیسی کا اعلان کرے جس میں:

۱ ۔ ملک کے تمام صنعتی اداروں میں بشمول پی آئی اے مزدوروں کا حقِ یونین سازی و اجتماعی سودا کاری تسلیم اور بحال کیا جائے ۔

۲ ۔ کارکن کا مجموعی معاوضہ کم از کم دو ہزار روپے رکھ لیا جائے ۔

۳ ۔ مزدوروں سے متعلق قوانین کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس طرح اصلاح و ترمیم کی جائے کہ مزدوروں کے حقوق کا پورا تحفّظ ہو اور ہر ایک کے ساتھ انصاف ہو سکے اور صنعتی پیداوار میں اضافہ ہو ۔

۴ ۔ مزدوروں کو صنعتوں کے منافع اور ملکیت میں حصہ دار بنایا جائے ۔ یہ جلسہ عام ملک کے مزدوروں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ان مطالبات کو منوانے اور ملک میں ایک صحیح اسلامی نظام قائم کرنے کے لیے جماعتِ اسلامی کے ساتھ مل کر جدوجہد کریں کیونکہ ان کے دکھوں کا مداوا اور حقیقی انصاف کا حصول قرآن و سنّت پر مبنی معاشرہ کے قیام کے ذریعہ ہی ممکن ہے ۔

طلبہ مسائل

طلبہ ہمارے ملک و قوم کا باشعور طبقہ اور مستقبل کی امید ہیں ۔ لیکن یہ دکھ کی بات ہے کہ ہمیشہ طلبہ گوناگوں مسائل سے دوچار رہے ہیں ۔ موجودہ نظام تعلیم ہمارے دینی عقائد اور ملی تشخص کی حفاظت اور نشوونما کی ضمانت نہیں دیتا۔ جب تک نظام تعلیم کو اسلامی اصولوں کے مطابق مرتب نہیں کیا جاتا ان مسائل کا کوئی نتیجہ خیز حل ممکن نہیں ہے۔

تعلیمی اداروں میں امن و امان کی صورتِ حال دگرگوں ہے ۔ یہ مسئلہ ان غیر طالب علم عناصر کا پیدا کردہ ہے جو اصحابِ اقتدار اور انتظامیہ کی سرپرستی میں تعلیم گاہوں کو اسلحہ خانہ بنا دیتے ہیں ۔ داخلوں کے وقت اہلیت و صلاحیت کو نظر انداز کرنا ملک کے مستقبل کو تباہ کرنے اور تعلیمی اداروں کے تقدس کو پامال کرنے کے مترادف ہے ۔ تعلیمی اداروں سے فارغ ہونے کے بعد طلبہ بے روزگاری کا شکار ہو جاتے ہیں ۔ ہمارے معاشی اور سیاسی نظام کی غیر اسلامی اور غیر منصفانہ اٹھان نے طلبہ کو اپنے مستقبل سے مایوس کر دیا ہے ، جس کی وجہ سے بے راہ روی اور لاقانونیت جنم لے رہی ہے ۔ ملک میں یکساں نظام تعلیم کی بجائے دوہرا نظام رائج ہے جو قوم کے لیے زہر قاتل ہے ۔ خواتین یونیورسٹی کا قیام قوم کی دیرینہ خواہشات اور مطالبات کے باوجود آج تک ممکن نہیں ہو سکا ۔ طلبہ کی منتخب یونینوں پر ناروا پابندیاں بھی تعلیمی ماحول کو پراگندگی اور تشدد کی راہ پر ڈال دیتی ہیں ۔ اب تک تعلیمی اداروں سے جو اچھے مسلمان اور محبِ وطن پاکستانی قوم کو ملے ہیں وہ ان اساتذہ اور طلبہ تنظیموں کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں جو اسلامی نظریات کی بنیاد پر

تعلیمی میدان میں سرگرم عمل رہی ہیں ۔

جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ عظیم الشان جلسہ عام مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ نظام تعلیم کو اسلامی سانچے میں ڈھالا جائے اور دوہرا نظام مکمل طور پر ختم کیا جائے ۔ تعلیمی اداروں میں صرف صلاحیت کی بنیاد پر داخلے دیے جائیں ، ملک کی تمام تعلیم گاہوں کو لسانی ، علاقائی اور نسلی عصبیتوں اور اسلحے سے پاک کیا جائے ۔ خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹی جلد قائم کی جائے ۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو قابلیت کی بنیاد پر روزگار مہیا کیے جائیں ۔

قرارداد ۔۔۔ عورتوں کے حقوق کا تحفّظ

جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ عظیم الشان اجتماع ہمارے معاشرے میں عورتوں پر روا رکھے جانے والے مظالم ، ان کے حقوق کی پامالی اور ان کے استحصال کی شدید مذمت کرتا ہے ۔

شریعتِ اسلامی کی نظر میں مرد کی طرح عورت بھی اشرف المخلوقات میں شامل ہے ۔ بلکہ احترام انسانیت کے دائرے میں عورت اسلامی نقطۂ نظر سے زیادہ احترام کی حقدار ہے ۔ لیکن اسے ان حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو عطا کیے ہیں ، ہمارے معاشرے میں عورتوں کے اغواء ، ان کی بے حرمتی ، ان کی ڈھور ڈنگر کی طرح خرید و فروخت اور جائداد بالخصوص وراثت سے محرومی اور ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کے افسوسناک واقعات روزمرہ کا معمول بن گئے ہیں ۔ جماعتِ اسلامی کی نظر میں یہ بد ترین صورتِ حال ہمارے معاشرے میں رائج جاہلانہ رسم و رواج اور ہندوانہ رسومات کے اثراتِ بد کا نتیجہ ہے ۔ جماعتِ اسلامی کا یہ جلسہ عام اس صورتِ حال پر اپنی شدید تشویش اور گہرے اضطراب کا اظہار کرتا ہے اور ملک کے حکمرانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عورتوں کی جان و مال کے احترام ، عزت و آبرو کی حفاظت اور اسلام کے عطا کردہ جملہ حقوق کی ضمانت کے بارے میں اپنی انتظامی اور قانونی ذمہ داریاں اس طرح پوری کریں کہ کسی کو عورتوں کی بے حرمتی کرنے اور ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی جرأت نہ ہو ۔ نیز یہ جلسۂ عام اس بات کی بھی مذمت کرتا ہے کہ عورت کو یہاں متاعِ تجارت اور ذریعۂ تشہیر بنا کر اس کی تذلیل و تحقیر کی جا رہی ہے ۔ چند زرپرست اور دولت کے حریص انسان اپنے کاروبار کو چمکانے اور حرصِ دولت کو پورا کرنے کے جنون میں عورت کو کھلونا بنا کر معاشرے کے اندر بے راہ روی اور جنسی آوارگی پھیلانے کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں اور حکومت کے ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی ویژن اس جرم میں پوری طرح شریک ہے ۔ یہ صورتِ حال اسلام و ایمان کے

بھی منافی ہے اور عقل و شرافت سے بھی دور ۔ ہم اس کے خلاف پوری قوّت کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں اور ہر اس مہذب اور شریف انسان سے اس کے خلاف بھرپور آواز بلند کرنے کی اپیل کرتے ہیں جس کے اندر حیا ، ایمان اور خوف خدا کی ذرہ بھی رمق موجود ہے ۔

خارجہ پالیسی

ایک آزاد مسلمان ملک کی حیثیت سے پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے ایک ہی ہدف ممکن ہے ۔ پاکستان کی آزادی ، سالمیت اور اس کے تشخص کی حفاظت اور سرفرازی ۔ ملتِ اسلامیہ دنیا کے تمام ممالک اور قوموں سے دوستی اور تعاون و مفاہمت کا تعلق قائم کرنا چاہتی ہے ۔ لیکن یہ تعلق برابری اور ایک دوسرے کی آزادی ، سالمیت اور نظریۂ حیات کے احترام سے مشروط ہے ۔ بڑی طاقتوں یا علاقے کے ممالک کی بلاواسطہ یا بالواسطہ بالادستی اور تسلط کا قیام یا ان پر انحصار اور کاسہ لیسی اس پالیسی کی ضد اور ہماری آزادی اور نظریاتی تشخص کے لیے خطرہ ہے ۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ کل پاکستان جلسہ عام پاکستان کے لیے ایک حقیقی آزاد اور اسلامی خارجہ پالیسی کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اور اس رجحان کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ ملک کا انحصار مغربی بلاک اور خصوصیت سے امریکہ پر اتنا بڑھتا جا رہا ہے کہ ہماری سیاسی اور معاشی آزادی پر حرف آ رہا ہے اور ملک کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت ناقابلِ برداشت حدود کو چھو رہی ہے ۔ نیز صہیونی اور ہندوستانی لابی نے ملک میں اپنے پنجے گاڑ دیئے ہیں اور داخلی حالات اور خارجہ تعلقات کو متأثر کر رہے ہیں ۔ مسلمانانِ پاکستان اپنی آزادی اور نظریہ کے خلاف یہ سازش ہرگز برداشت نہیں کریں گے ۔ یہ جلسہ عام ملک کی پارلیمنٹ ، سیاسی اور دینی جماعتوں اور ملک کے دانشوروں ، اہلِ قلم ، صحافیوں اور بااثر افراد سے مطالبہ کرتا ہے کہ خارجہ پالیسی میں رونما ہونے والے خطرناک انحرافات کا بروقت محاسبہ کریں تاکہ پاکستان کی خارجہ پالیسی ملک کی آزادی ، سالمیت ، اسلامی تشخص کی حفاظت ، مسلمان ممالک کے درمیان مؤثر معاشی اور سیاسی تعاون اور ایسی مضبوط قوّت فراہم کرنے کا ذریعہ بنے جو دشمنوں کے مقابلہ میں سدّ سکندری ثابت ہو ۔

بھارت کی علاقے پر بالادستی کے بارے میں

جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ جلسہ عام بھارت کی ان کوششوں کی مذمت کرتا ہے جو وہ جنوبی ایشیا میں اپنی بالادستی قائم کرنے کے لیے کر رہا ہے اور ان کو علاقائی امن کے لیے سنگین خطرہ سمجھتا

ہے ۔ بھارت کے ان مذموم رجحانات کا تدارک کرنے کی بجائے موجودہ مرکزی حکومت بھارت کے سامنے جھکنے کا جو رویہ اختیار کیے ہوئے ہے یہ جلسہ عام اس پر گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے۔ پاکستان کے عوام دنیا کے تمام ملکوں سے اچھے تعلقات چاہتے ہیں لیکن وہ اس علاقے پر بھارت کی بالادستی ایک لمحہ کے لیے بھی قبول نہیں کر سکتے ۔

بھارت نے آج تک کھلے دل سے پاکستان کے وجود اور اس کے اس حق کو تسلیم نہیں کیا ہے کہ وہ اپنے عقیدہ اور نظریہ کے مطابق اپنی آزاد مرضی سے اپنے مستقبل کی تشکیل کرے ۔ بھارت اقوام متحدہ کی قراردادوں کو بار بار تسلیم کرنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ ریاست جموں و کشمیر کے بڑے حصہ پر اپنا غاصبانہ قبضہ جاری رکھے ہوئے ہے بلکہ ریاست کے اسلامی تشخص کو مٹانے اور وہاں کی مسلمان اکثریت کو اقلیت میں بدلنے ، وہاں کے مسلمانوں کی تحریکِ آزادی کو جبر و تشدّد اور عسکری قوّت کے ذریعے کچلنے پر تلا ہوا ہے ۔ سیاچن کے علاقے پر دھوکہ کے ذریعے قابض ہو گیا ہے اور وولر جھیل پر بین الاقوامی معاہدوں کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے دریائے جہلم کے پانی سے پاکستان کو محروم کرنے کے درپے ہے ۔ نیز اس بند کے بنانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس سے متاثر ہونے والے مسلمانوں کو کشمیر سے نکال دیں ۔ ان حالات میں بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانا پاکستان کی منڈیوں کو بھارتی مصنوعات کے لیے پیش کر دینا اور پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو بھارت کے ثقافتی طائفوں اور تہذیبی یلغار کے لیے کھول دینا ملک کے مفاد سے کھلی کھلی بے وفائی ہے ۔

یہ جلسہ عام اعلان کرتا ہے کہ پاکستان اور اہل پاکستان اس علاقے پر کسی شکل میں بھی بھارت کی بالادستی قبول نہیں کریں گے ۔ اور سلامتی کونسل کی قردادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے منصفانہ حل اور سیاچن سے بھارتی فوجوں کے فوری انخلاء کے بغیر بھارت سے تعلقات کو معمول پر لانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ یہ جلسہ عام حکومت کو متنبہ کرتا ہے کہ اس سلسلہ میں کسی قسم کی بھی کوئی کمزوری یا سمجھوتہ ہرگز قبول نہیں ہو گا ۔

جماعتِ اسلامی کا یہ جلسہ عام برِ صغیر کی تاریخی بابری مسجد کی جگہ مندر بنانے کے مذموم بھارتی منصوبہ کو پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک چیلنج سمجھتا ہے اور حکومتِ ہندوستان کو متنبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ایمان اور ان کے جذبات سے یہ خطرناک کھیل بند کرے ۔ یہ جلسہ عام ہندوستان میں مسلمانوں کے خون کی ارزانی اور حال ہی بہار میں ان کی نسل کشی کی منظم کوششوں کی بھی پر زور مذمت کرتا ہے اور حکومتِ پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اپنی مجرمانہ خاموشی فی الفور ترک کر کے اور

بھارت کی ان جارحانہ کاروائیوں کے خلاف عالمی رائے عامہ کو منظم کرے اور ان کو رکوانے کے لیے عالمی برادری اور بالخصوص مسلم ممالک کو بھارت کے خلاف سفارتی دباؤ اور معاشی مقاطعہ کے لیے آمادہ کرے ۔

تحریکاتِ جہاد کی تائید و حمایت اور مظلوم مسلمانوں کی مدد کے بارے میں

جہاد نہ صرف شرعی فریضہ ہے بلکہ اس میں اسلام کی شوکت اور مسلمانوں کی سربلندی کا راز پوشیدہ ہے ۔ جن اسلامی ممالک پر دشمنانِ اسلام بزور قوت قابض ہیں ان میں اب جگہ جگہ جہاد کی تحریکیں برپا ہو چکی ہیں ۔ اور اس امر کی ضرورت ہے کہ پوری ملتِ اسلامیہ ان تحریکات کا پورا پورا ساتھ دے ۔

جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ جلسہ عام ان تمام تحریکاتِ جہاد کی تائید و حمایت اور ان کے ساتھ اپنی اور مسلمانانِ عالم کی یکجہتی کا اعلان کرتا ہے جو فلپائن ، اری ٹیریا ، اراکان (برما) پٹانی اور دنیا کے دیگر علاقوں میں برپا ہیں ۔ یہ جلسہ عام ان مجاہدین کو یقین دلاتا ہے کہ ہم اپنے ممکن وسائل اور توانائیوں کے ساتھ ان کے ہمنوا اور ہمقدم ہیں۔ نیز ہم تمام مسلم اقوام اور ان کے حکمرانوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بھی مظلوم اقوام کی جدوجہد آزادی میں انہیں تنہا نہ چھوڑیں ۔ مسلمان کی تو تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا اور حق و انصاف کے قیام کی جدوجہد میں ان کا ساتھ دیتا ہے۔

یہ جلسہ عام مسلمان اقلیتوں پر کیے جانے والے مظالم کی بھی پرزور مذمت کرتا ہے ۔ آج بھارت میں مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہر حد کو توڑ چکی ہے اور مسلمانوں کی اس نسل کشی کے خلاف پوری اسلامی دنیا کو اٹھ کھڑا ہونا چاہیے ۔

اسی طرح جلسہ عام بلغاریہ کے مسلمانوں پر کیے جانے والے ظلم و تشدّد کی شدید مذمت کرتا ہے ۔ بلغاریہ کی کیمونسٹ حکومت وہاں کی مسلمان آبادی کے اسلامی اور تاریخی تشخص کو طاقت کے ذریعے ختم کرنے کی جارحانہ پالیسی پر گامزن ہے اور جو بھی اس دینی اور تہذیبی خودکشی کے لیے تیار نہ ہو اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا جا رہا ہے ۔ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانا ہمارا فرض ہے اور یہ جلسہ عام مسلمان حکمرانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ کسی تاخیر کے بغیر اس معاملے میں وہ دخل دیں اور ان وحشیانہ کارروائیوں کو فی الفور رکوائیں ۔ اور جن لوگوں کو جلاوطنی پر مجبور کیا گیا ہے انہیں عزت کے ساتھ واپس اپنے گھروں میں آباد کرائیں ۔

افغانستان پالیسی

موجودہ وزیراعظم نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اگرچہ یہ اعلان کیا تھا اور حال ہی میں اسے دہرایا ہے کہ پاکستان کی افغان پالیسی وہی ہے جو پہلے تھی اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی لیکن جب سے پیپلز پارٹی برسرِ اقتدار آئی ہے جہادِ افغانستان کی تائید و حمایت کے لئے موجودہ وفاقی حکومت کے جذبہ و عزم اور تائید و حمایت میں سابقہ حکومت کے مقابلہ میں نمایاں کمی آگئی ہے ۔ پہلی مرتبہ یہ صورتِ حال پیدا ہوئی ہے کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان نے روس سے مل کر ایک ایسی قرارداد منظور کرائی ہے جسے نجیب حکومت نے پسند اور مجاہدین نے ناپسند کیا ہے ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امریکی اثر کے تحت حکومتِ پاکستان نے مجاہدین کو حالات کے سپرد کر کے ایک وسیع البنیاد حکومت کے کھوکھلے نعرے کے پیچھے پناہ لے لی ہے ۔ حکومت کی اس پالیسی سے روس کی پٹھو نجیب حکومت کے حوصلے بلند ہو گئے ہیں ۔ اور میدان روس اور بھارت کے پروپیگنڈہ اور سازشوں کے لئے خالی ہو گیا ہے۔

افغانستان کی جنگ آزادی لڑنے والے تمام عناصر افغانستان کی عبوری حکومت میں شامل ہیں ۔ اس حکومت میں اگر کوئی اضافہ ہو گا بھی تو وہ جزوی ہو گا جس سے اس کی بنیادی ہیئت ترکیبی تبدیل نہیں ہوگی نہ ہونی چاہیئے کیونکہ اس میں بنیادی اور بڑی تبدیلی جہادِ افغانستان کے تمام مقاصد اور قربانیوں کو ضائع کر دینے اور جیتی ہوئی بازی کو دانستہ ہار دینے کے مترادف ہو گا جس کے نتیجے میں پاکستان کے دفاع اور عالمِ اسلام کے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ لہٰذا جماعتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام اہلِ پاکستان کا یہ عظیم الشان جلسہ عام مطالبہ کرتا ہے کہ:

۱ ۔ افغانستان کی عبوری حکومت کو فی الفور تسلیم کر کے دوسرے تمام ممالک سے اسے تسلیم کرانے کے لئے ایک پر زور سفارتی مہم چلائی جائے ۔ اس مہم میں یہ بات تمام ممالک کے ذہن نشین کرائی جائے کہ جب تک کابل میں روس کی قائم کردہ حکومت موجود ہے عملاً روس کا قبضہ جاری ہے ۔

۲ ۔ روس اور بھارت کی سازشوں کو ناکام بنانے اور روس کو معقولیت کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کرنے کے لئے مجاہدین کی حسب سابق بھرپور امداد اور تائید جاری رکھی جائے ۔ یہ جلسہ عام اعلان کرتا ہے کہ ہم مکمل فتح اور ایک اسلامی حکومت کے قیام تک مجاہدین کی پوری تائید و حمایت جاری رکھیں گے ۔ نیز یہ جلسہ عام قوم سے بھی ایسی ہی حمایت کی اپیل کرتا ہے ۔

فلسطین کی آزادی

فلسطین کی آزادی کا مسئلہ پوری ملّتِ اسلامیہ کے لیے ایک زبردست چیلنج بن چکا ہے ۔ پوری ملتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ اپنے قبلۂ اوّل اور سرزمین انبیاءؑ کو صہیونی غاصبوں کے چنگل سے آزاد کرائے ۔

جماعتِ اسلامی کے نزدیک آزادی فلسطین کا واحد راستہ جہاد ہے ۔ چنانچہ جماعت کا یہ جلسۂ عام اس تحریکِ جہاد کی بھرپور حمایت کرتا ہے جو دو سال سے فرزندانِ فلسطین نے شروع کر رکھی ہے ۔ یہ جلسہ عام ان فلسطینی مجاہدین کو جو اپنی قوّتِ ایمان اور جذبۂ شہادت کے بل پر امریکہ اور یہودیوں کے ٹینکوں اور توپوں کا مقابلہ کیے جا رہے ہیں ، خراجِ تحسین پیش کرتا ہے ۔ ان نوجوانوں کا ہتھیار اینٹ اور پتھر ہیں ،ان کے مورچے مسجدیں ہیں اور ان کی للکار نعرۂ تکبیر ہے۔ اس بے مائیگی اور بے بسی کے باوجود انہوں نے اسرائیل کو لرزہ براندام کر رکھا ہے۔

یہ جلسۂ عام ہر اس کوشش کو مسترد کرتا ہے جو تحریکِ جہاد کو سبوتاژ کرنے والی ہو ۔ یہ تحریکِ جہاد اگر جاری رہی تو انشاءاللہ نہ صرف غزہ کی پٹی اور مغربی کنارہ آزاد ہو جائے گا ، بلکہ پورے فلسطین سے اسرائیل کا غاصبانہ قبضہ ختم ہو جائے گا ۔ ہم تمام مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ فلسطین کی تحریکِ جہاد کی بھرپور تائید و حمایت کریں۔ یہ ان کا شرعی فرض بھی ہے اور عزت و آبرو کا راستہ بھی ۔

اعلامیہ

(۱۰ نومبر کو امیرِ جماعت نے اجتماعِ عام میں پیش کیا)

پاکستان برِصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کی انتھک جدّوجہد اور بیش بہا قربانیوں کے نتیجے میں شریعت کی بالادستی اور مکمل اسلامی نظامِ زندگی کے قیام کی خاطر وجُود میں آیا تھا۔ قراردادِ مقاصد اور دستورِ پاکستان کے مطابق بھی اسے ایک ایسی حقیقی اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست بنانا لازم ہے جہاں عدل و انصاف پر مبنی ایک پاکیزہ معاشرہ وجُود میں آئے، جہاں زندگی کے ہر گوشے میں اسلامی اصولوں کی عملداری قائم ہو اور جہاں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی قرآن و سُنّت کی تعلیمات اور اُن کے تقاضوں کے مطابق بسر کر سکیں اور عوام کو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے دیے ہُوئے تمام انفرادی اور اجتماعی حقوق حاصل ہوں۔

لیکن قیامِ پاکستان کے بعد ہم اپنے اصل مشن سے غافل ہو گئے۔ اسلامی نظامِ زندگی کی بجائے گمراہ قوموں کی نقالی کی راہ اختیار کی جس کے نتیجے میں ظلم، زیادتی اور ناانصافی کی گرفت سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی۔ آمریت مختلف شکلوں اور لبادوں میں مُلک پر مسلّط ہو گئی اور بالآخر اسی کوتاہی اور اصل مقصد سے انحراف کے باعث ہمارا مشرقی بازو ہم سے جُدا ہو گیا۔ اس عظیم حادثے اور قومی المیے کے بعد بھی قوم خوابِ غفلت سے بیدار نہیں ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہمارا عزیز وطن شدید سیاسی، معاشی اور اخلاقی بحران کا شکار ہے۔ ہر طرف بدعنوانی اور ظلم کا دَور دَورہ ہے۔ ہر جانب افراتفری اور بدامنی ہے۔ باہمی محبّت اور بھائی چارے کی جگہ دشمنی، تعصب، عناد، عداوت اور خُون ریزی نے لے لی ہے۔ معاشی لُوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ عام شہری اپنے گھروں کے اندر بھی محفوظ نہیں۔ انہیں کُھلے عام انتہائی سنگدلی کے ساتھ اغوا کر لیا جاتا ہے اور پھر رہائی کے لیے ان کے بے بس لواحقین سے بھاری رقوم بطور تاوان وصول کی جاتی ہیں اور سرکاری مشینری یا بے بس تماشائی بن گئی ہے یا اس ظلم میں شریک اور معاون ہے۔

گزشتہ انتخابات کے بعد مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے قیام کے بعد حالات سُدھرنے کے بجائے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ بگڑتے جا رہے ہیں۔ حکومت اپنا تمام تر زور دستور، قانون اور جمہوری روایات کو یکسر نظر انداز کر کے ساری سیاسی قوت اپنے ہاتھوں میں مرتکز کرنے اور پنجاب اور بلوچستان کی صوبائی حکومتوں کے خلاف محاذ آرائی پر صرف کر رہی ہے۔ ناپسندیدہ، نااہل اور مشکوک کردار کے حامل افراد کو نہایت حساس عُہدوں پر تعینات کیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں پاکستان کی سالمیت کے نقطۂ نظر سے اہم دستاویزات بھی غیر طاقتوں کے ہاتھوں تک پہنچنے لگی ہیں۔ ملک کے وسائل اور خزانے کو پارٹی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، مُلک کی سالمیت

کے خلاف منظم سازشیں ہو رہی ہیں۔ حکومت قومی پرچم کے تحفظ تک میں ناکام ثابت ہو چکی ہے۔ اس صورتِ حال پر ملک کا ہر شہری مضطرب اور پریشان ہے۔

موجودہ خطرات، بحران اور انتشار سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اصل مقصد کے حصول میں مخلص اور سرگرمِ عمل ہو جائیں۔ جماعتِ اسلامی پاکستان اسی مقصد کیلئے گزشتہ بیالیس سال سے جدوجہد کر رہی ہے ہم وہی پیغام دے رہے ہیں جو پاکستان کے ہر شہری کے اپنے دل کی آواز ہے یعنی یہ کہ پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ ہو، زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی اصول جاری ہوں تاکہ دینِ حق اپنی مکمل شکل میں قائم ہو۔ اب تو ہر شخص پر یہ حقیقت عیاں ہو گئی ہے کہ پاکستان کے استحکام کا انحصار اس مملکت میں اسلام کے حیات بخش نظام کو عملاً نافذ کرنے میں مضمر ہے اور ہمارے مستقبل اور ہماری بقا کا انحصار اسلامی احکام اور اصولوں کو زندگی کے ہر شعبے میں بروئے کار لانے پر موقوف ہے۔

ماضی میں قائم ہونے والی حکومتیں اسلام کا نام تو بہت لیتی تھیں لیکن ان کے اعمال اور اقدامات اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے محض اسلام کا نام لینے سے ہمارے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ مسائل کا حل مخلصانہ روش اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی غیر مشروط اطاعت میں پنہاں ہے لیکن موجودہ حکومت پوری ڈھٹائی کے ساتھ اسلامی احکامات کی کھلی خلاف ورزی کے جرم کی مرتکب ہو رہی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی اور ابلاغ عامہ کے ذرائع کو فحاشی پھیلانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کی سازش کی جا رہی ہے منکرات کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے اور شرافت کو پسپا ہونے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

اس نازک مرحلے پر جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہ اجتماع عام اسلامی نظام کے قیام کی منظم جدوجہد کرنے میں پوری قوم سے تعاون کی اپیل کرتا ہے اور انہیں متوجہ کرتا ہے کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم بلا تاخیر قومی زندگی میں بگاڑ کے حقیقی اسباب کو پہچانیں اور اسلام کی رہنمائی میں پوری زندگی کو از سرِ نو مرتب اور منظم کرنے کی کوششوں کا آغاز کریں۔ یہ اجتماع پاکستان میں بسنے والے تمام مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ درج ذیل مقاصد کے حصول کے لیے ہمہ پہلو جہاد شروع کیا جائے اور مطالبات کے منوانے تک چین سے نہ بیٹھا جائے۔

(۱) مملکتِ خداداد پاکستان کی تعمیر اسلام اور خالص اسلام پر کی جائے جو ایک مکمل نظامِ زندگی ہے۔ شریعتِ اسلامی (قرآن و سنت) کو پاکستان کے بنیادی اور بالاتر قانون کے طور پر بلا تاخیر نافذ کیا جائے اور ہر وہ قانون، ضابطہ اور حکم کالعدم قرار دیا جائے جو شریعتِ اسلامیہ کے منافی یا اس سے متصادم ہو۔

(۲) عدل و انصاف پر مبنی معاشرہ کے قیام کے لیے عدلیہ کو انتظامیہ سے علیحدہ کیا جائے تاکہ انتظامیہ عدلیہ کے معاملات میں کسی قسم کی مداخلت نہ کر سکے۔ عدالتوں کو انصاف مہیا کرنے کے اعلیٰ اصولوں کا پابند کیا جائے نیز عدلیہ کے مناصب کے لیے تقرریاں خالصتاً اہلیت اور نظریۂ پاکستان سے وفاداری کی بنیاد پر ہوں۔

(۳) پاکستان کے تمام شہریوں کو اسلام کے دیے ہوئے بنیادی حقوق کی مکمل ضمانت دی جائے اور ملک کے کسی شہری کو صفائی کا موقع دیے بغیر اپنے کسی حق سے محروم نہ کیا جائے اور اگر کسی کے ساتھ ماضی میں کوئی زیادتی ہو چکی ہے تو اس کی فی الفور تلافی کی جائے۔

(۴) پاکستان سے معاشی استحصال کا کلی خاتمہ کیا جائے اور ملک کے معاشی نظام کو اجتماعی انصاف کے اسلامی اصولوں پر قائم کیا جائے۔ ظالمانہ اور استحصالی طریقوں کو ختم کرنے کے لیے سود، سٹے، جوئے اور لاٹری پر پابندی عائد کی جائے تاکہ دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے کی بجائے اس کی منصفانہ تقسیم عمل میں آسکے۔

(۵) ملکی معیشت کا غیر ملکی امداد اور قرضوں پر انحصار ختم کیا جائے اور حکومت اپنے غیر پیداواری اور مسرفانہ اخراجات میں کمی کرے۔

(۶) حکومت اس معاشی حکمتِ عملی پر عمل کرے جس کے نتیجے میں ملک کے ہر باشندے کو بنیادی ضروریاتِ زندگی غذا، لباس، مکان، تعلیم، علاج، روزگار اور انصاف کی فراہمی کی ضمانت حاصل ہو۔

(۷) ملک کے نظامِ تعلیم اور نصاب کو اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق بنایا جائے اور پورے ملک میں یکساں نظامِ تعلیم رائج کیا جائے تاکہ

ملک امیر اور غریب اور مراعات یافتہ اور محروم طبقات میں نہ بٹے اور نئی نسل کے ہر فرد کو تعلیم، روزگار اور باوقار زندگی کے مواقع حاصل ہو سکیں۔

(۸) ذرائع ابلاغ کے اداروں کو نظریۂ پاکستان کے مخالف عناصر سے پاک کیا جائے۔ ان کے پروگراموں کو مثبت طور پر ہر شعبۂ زندگی میں اسلامی تصورات کے فروغ کا ذریعہ بنایا جائے۔ ریڈیو اور ٹی وی سے فحش اور مخربِ اخلاق پروگرام فوراً بند کیے جائیں اور ان ذرائع کو حکمران پارٹی کا آرگن نہ بننے دیا جائے۔

(۹) ملک کے ہر حصے میں اور خصوصیت سے سندھ میں امن وامان کے قیام کو اولین اہمیت دی جائے۔ تمام تخریبی عناصر کی مکمل اور بلا رو رعایت سرکوبی کی جائے اور قیامِ امن کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے والے با اثر افراد پر سخت گرفت کی جائے۔

(۱۰) قتل، زنا، چوری، ڈکیتی، شراب اور دیگر منشیات، اغوا، اشاعتِ فاحشہ اور دوسرے جرائم کے سدِباب کی مؤثر تدابیر کے ساتھ الٰہی شرعی سزائیں بھی نافذ کی جائیں جو بلا امتیازِ عہدہ ہر شہری پر نافذ العمل ہوں۔

(۱۱) ملازمتیں، دستور اور قانون میں طے شدہ اداروں کے ذریعے قابلیت اور اہلیت کی بنا پر دی جائیں۔ پلیسمنٹ بیورو، سیکشن بورڈ اور دوسرے غیر منصفانہ طریقوں سے دی جانے والی ملازمتیں منسوخ کی جائیں۔

(۱۲) مزدوروں، طلبہ اور دیگر پیشہ ورانہ تنظیموں کے حقوق بحال کیے جائیں۔ جہاں بھی ظالمانہ قوانین کا سہارا لے کر چھانٹی عمل میں آئی ہے ان سب کو اپنی ملازمت پر فوری طور پر بحال کیا جائے۔

(۱۳) تعلیمی اداروں کو اسلحہ، منشیات اور غنڈہ گردی سے نجات دلائی جائے اور پاک، صاف ستھرا اور پُرامن تعلیمی ماحول بحال کیا جائے۔ طلبہ کو اپنی منتخب انجمنوں کے ذریعے اپنے معاملات قانون کی حدود میں چلانے کی آزادی دی جائے۔

(۱۴) خواتین کو ہر قسم کے ظلم، زیادتی اور ناانصافی سے نجات دلائی جائے اور انہیں اسلام کے عطا کردہ تمام شخصی، معاشرتی، معاشی اور اجتماعی حقوق دیے جائیں۔ خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔

(۱۵) ایٹمی توانائی کے فروغ میں کوئی بیرونی دباؤ قبول نہ کیا جائے۔

(۱۶) بھارت کے ساتھ موجودہ معذرت خواہانہ پالیسی ترک کی جائے۔ پڑوسی ممالک کے ساتھ خوشگوار تعلقات استوار کرنے کا مقصد بھارت کی بالادستی قبول کرنا نہیں ہو سکتا۔ پاکستانی دریاؤں پر بھارت میں یک طرفہ طور پر بند تعمیر کرنے، جموں اور کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے سے انکار کرنے، سیاچن پر ناجائز قبضہ جاری رکھنے، ہندوستان اور مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کا قتلِ عام کرنے اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو مندروں میں تبدیل کرنے کی سازش کرنے جیسے اقدامات کی موجودگی میں پاک بھارت تعلقات معمول پر نہیں آ سکتے۔

(۱۷) غیر ملکی قرضوں، امداد اور حمایت کے حصول کی خاطر موجودہ حکومت ایک مخصوص صیہونی اور امریکی لابی کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے۔ یہ صورت حال پاکستان کی آزادی، خودمختاری اور قومی خودداری کے منافی ہے۔ موجودہ حکومت اپنے اس رویّے کی فوری طور پر اصلاح کرے۔

(۱۸) افغانستان کی عبوری حکومت کو فوراً تسلیم کیا جائے اور ہر بیرونی دباؤ سے قطع نظر مجاہدین کی غیر مشروط حمایت مکمل فتح کے حصول تک جاری رکھی جائے۔

(۱۹) فلسطین کی آزادی کے لیے اٹھنے والی اسلامی تحریک کی حمایت اور پشت پناہی کی جائے۔ اسی طرح دنیا بھر میں مظلوم انسانیت کے حقوق کے لیے کی جانے والی جدوجہد کے ساتھ یکجہتی اور تعاون کا اعلان کیا جائے۔

(۲۰) مسلمان ممالک پر مشتمل دولتِ مشترکہ کے قیام کے لیے کوششیں کی جائیں۔

یہ اجتماع اپنے اس یقین کا اظہار کرتا ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لیے جماعت اسلامی کو پوری قوم، تمام دینی اور سیاسی جماعتوں اور مؤثر عناصر کا مکمل تعاون حاصل ہوگا تاکہ ہم جلد از جلد اپنے تمام موجودہ آلام و مصائب سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ پاکستان میں ایسا نظام اور روایات قائم ہو جائیں کہ یہاں حکومت ہمیشہ قوم کے حقیقی اور معتمد علیہ نمائندوں کے ہاتھوں میں رہے اور کوئی شخص یا گروہ جمہوریت کے لبادے میں اپنی فسطائیت یا آمریت قوم پر جبراً مسلط نہ کر سکے۔ پاکستان حقیقی معنوں میں ایک مثالی اسلامی ریاست بن جائے۔ یہاں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور ہمارے بیرونی و اندرونی دشمن ناکام و نامراد ہوں

ہماری مطبوعات

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ :

ترجمہ قرآن مجید مع مختصر حواشی

تفہیم القرآن جلد اول (سورہ الفاتحہ تا سورہ الانعام)

〃 جلد دوم (〃 الاعراف تا 〃 بنی اسرائیل)

〃 جلد سوم (〃 الکہف تا 〃 الروم)

〃 جلد چہارم (〃 لقمان تا 〃 الاحقاف)

〃 جلد پنجم (〃 محمد تا 〃 الطلاق)

〃 جلد ششم (〃 التحریم تا 〃 الناس)

تفسیر سورۃ الفاتحہ والبقرہ

〃 〃 آلِ عمران

〃 〃 النساء

〃 〃 المائدہ

〃 〃 الاعراف

〃 〃 التوبہ

〃 〃 یونس

〃 〃 یوسف

〃 〃 النحل

〃 〃 بنی اسرائیل

〃 〃 الانبیاء

〃 〃 المومنون

〃 〃 النور

〃 〃 الحج

خـــالی صفحـــه

REGD. NO. L 5340

PHONE : 324468

MONTHLY TARJUMAN-UL-QURAN LAHORE

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

جون ۱۹۸۹ء

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ

رحمٰن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

اِدارہ معارفِ اسلامی منصورہ لاہور کی نئی مطبوعات

- **اقضیۃ الرسولﷺ** ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے ـــــ تصنیف: امام ابن الطلاع اُندلسی
  صفحات ۹۲،   قیمت ۱۶۵/- روپے
- **منہاج القاصدین** ـــ احکامِ شریعت اور فلسفۂ احکامِ شریعت ـــ تصنیف: امام ابنِ جوزیؒ
  صفحات ۵۹، قیمت ۱۰۰/- روپے
- **فقہ النّساء** ـــــ طبقۂ نسواں کے جملہ فقہی مسائل ـــــ تصنیف: محمد عطیہ خمیس
  صفحات ۵۴۴ قیمت ۹۰/- روپے
- **موسوعہ فقہ ابوبکرؓ** ـــــ فقہی انسائیکلوپیڈیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فقہی آراء کا مجموعہ۔
  تصنیف: ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
  صفحات ۲۷۶ قیمت ۱۵۰/- روپے
- **موسوعہ فقہ عمرؓ** ـــــ فقہی انسائیکلوپیڈیا۔ حضرت عمرؓ کی فقہی آراء کا مجموعہ۔
  تصنیف: ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
  صفحات ۸۰۰، قیمت ۲۵۰/- روپے
- **تاریخ جماعتِ اسلامی** (حصہ اوّل) پورے سیاسی اور معاشرتی پس منظر کے ساتھ جماعت اسلامی کی مفصل و مدلل تاریخ۔
  تصنیف: آباد شاہ پوری
  صفحات ۵۳۶ قیمت ۱۲۰/- روپے
- **تاریخ مسلمانانِ پاک و ہند** (حصہ اوّل) محمد بن قاسمؒ سے اورنگ زیب عالمگیرؒ تک کی مفصل داستان۔
  تصنیف: سید ہاشمی فرید آبادی
  صفحات ۶۰۸ قیمت ۱۲۰/- روپے
- **تحریکی سفر کی داستان** مولانا خلیل احمد حامدی کا دلچسپ اور معلومات افزا سفرنامہ
  صفحات ۲۱۴ قیمت ۶۰/- روپے
- **تحریک اسلامی کے عالمی اثرات** دنیا میں تحریکِ اسلامی کی وسعتوں کو خوبصورت پیرائے میں سمیٹا گیا ہے۔
  صفحات ۲۰۰ صفحات ۵۱/- روپے

استفسارات حصہ اول
تفہیمات حصہ چہارم
خطباتِ یورپ

عبد الکریم عابد :

مولانا مودودیؒ کے سیاسی افکار

سیّد قطب شہیدؒ :

معرکۂ اسلام اور سرمایہ داری

مولانا حیدر زمان صدیقیؒ :

اسلامی نظریۂ اجتماع
اسلام کا نظریۂ جہاد
تعمیری انقلاب اور قرآنی اصولِ حکمت
عہدِ نبوّت کے مسائل اور عصرِ حاضر

مولانا جلیل احسن ندویؒ :

سفینۂ نجات

سیّد عروج احمد قادریؒ :

عقیدت و احترام

سیّد حامد علیؒ :

قوموں کا عروج و زوال

مولانا مُحمد یوسف اصلاحیؒ :

فرقہ بندی اور امتِ مُسلمہ

سیّد اسعد گیلانی :

مولانا مودودیؒ : بچپن ، جوانی ، بڑھاپا
رسولِ اکرمؐ کی حکمتِ انقلاب
حضورِ اکرمؐ اور ہجرت
مشاہداتِ حرمین

سیّد اسعد گیلانی :

قرآن، رمضان اور محرّم

اسلام اور مسلم خواتین

تحریکِ اسلامی کی پہلی کتاب

تحریکِ اسلامی کی دوسری کتاب

تحریکِ اسلامی کے مراحل

تحریکِ اسلامی کا تعارف

امّتِ مُسلمہ سے خطاب

اسلامی نظریۂ ادب

اسلام اور سوشلزم

دوش بدوش

اُمِّ فاروق :

رسولِ اکرم

شبّیر احمد منظر قدّوسی :

اقامتِ دین کا کام کہاں اور کیسے ہو؟

اختر حجازی :

انسانیت کی موجودہ مشکلات اور سیرتِ رسولؐ

مُحمّد صلاح الدّین :

بنیادی حقوق

ڈاکٹر مُحمّد امین :

عصرِ حاضر اور اسلام کا نظامِ قانون

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، رحمٰن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

***

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ :

خطبات حصّہ سوم (حقیقتِ زکوٰۃ)

〃 حصّہ چہارم (حقیقتِ حج)

〃 حصّہ پنجم (حقیقتِ جہاد)

حقوق الزّوجین

الجہاد فی الاسلام

خلافت و ملوکیت

سلاجقہ

دکن کی سیاسی تاریخ

کلمۂ جامعہ

درود و سلام

سنّت و بدعت کی کش مکش

اتحادِ ملّت کے پانچ بنیادی اصول

فرقہ بندی خلافِ اسلام ہے

ایسا کیوں ؟

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ :

——— مرتّب : سیّد اسعد گیلانی

حکمتِ تبلیغ

دعوت و تنظیم (تحریکِ اسلامی)

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ :

——— مرتّب : میجر (ریٹائرڈ) غلام محی الدّین

انسان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

دنیا کی حقیقت قرآن کی روشنی میں

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودیؒ :

——— مرتّب : اختر حجازی

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ:

تفسیر سورۃ الفرقان

〃 〃 العنکبوت

〃 〃 لُقمان

〃 〃 الاحزاب

〃 〃 یٰسٓ

〃 〃 الزّمر

〃 〃 الاحقاف

〃 〃 محمّد

〃 〃 الفتح

〃 〃 الحجرات

〃 〃 الرّحمٰن

〃 〃 الواقعہ

〃 〃 الحدید

〃 〃 الصّف

〃 〃 المنافقون

〃 〃 التّحریم

〃 〃 الدّہر

〃 تیسواں پارہ

قرآن فہمی کے بنیادی اصول

سیرتِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم (جلد اوّل)

〃 〃 〃 〃 〃 (جلد دوم)

دینیات

خطبات حصّہ اوّل (حقیقتِ اسلام)

〃 حصّہ دوم (حقیقتِ صوم وصلوٰۃ)